بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَـكُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِى الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا يَفۡسَحِ اللّٰهُ لَـكُمۡ

مجالسِ حبیبؒ

مُسمّٰی بہ

اِرشادُ المرشد

①

مُرشدِ کامل جامع شریعت وطریقت

حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی مجددیؒ

کے زرّیں ملفوظات کا بیش بہا مجموعہ

مرتب

مولانا احمد علی پنجگوری (کراچی)

نامِ کتاب	:	مجالسِ حبیبؒ (ارشاد المرشد)
جلد	:	اوّل
افادات	:	حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی مجددیؒ بانی ومہتمم دار العلوم حنفیہ چکوال
مرتب	:	مولانا احمد علی پنجگوری فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن (کراچی) مدیر مدرسہ تعلیم القرآن، دکھنی مسجد، پاکستان چوک، کراچی
ناشر	:	حضرت حافظ غوث صاحب رشیدی مدظلہ بانی و ناظم تجوید القرآن ایجوکیشنل اینڈ چیاریٹیبل ٹرسٹ، آزاد نگر، عنبر پیٹ، حیدر آباد
طبعِ نو، حسبِ ہدایت	:	حضرت شیخ سلیمان احمد مُغلیا دامت برکاتہم (ری یونین) خلیفہ حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ
زیرِ اہتمام	:	ادارہ فیضانِ الٰہی، عالی پور، نوساری، گجرات
سنِ اشاعت	:	ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
کمپوز و ڈیزائن	:	محمد شمیم اختر قاسمی دیوگھری

Mumbai 09759275940 / 8450928566

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
طریقت کیا چیز ہے؟	۵۸
حقیقت کیا چیز ہے؟	۵۸
معرفت کیا چیز ہے؟	۵۸
روح شریعت وطریقت	۵۹
مقصد طریقت	۵۹
زندگی کے مقاصد	۶۰
اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے	۶۰
ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے	۶۰
اہل اللہ امیر اور ہم غریب	۶۱
مولانا اشرف علی تھانوی کا تقویٰ	۶۱
برکاتِ تقویٰ	۶۲
یار باید راہ را تنہا مرو	۶۴
پیر، روحانی طبیب ہوتا ہے	۶۴
یار جس حال میں رکھے وہ حال اچھا ہے	۶۵
راہِ سلوک کے دو اہم اسباب	۶۶
دعا کے ساتھ تدبیر بھی ضروری ہے	۶۶
حضرت ذوالنون مصریؒ کا واقعہ	۶۷
ایک کلیہ	۶۷
مصیبت اور انقباض	۶۸
نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا	۶۸
ترغیب وترہیب	۶۹
سکندر اعظم کا واقعہ	۷۰

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
تصوّف کی حقیقت اور اس کا ماخذ	۸۸
حقیقی تصوّف	۸۸
صوفی، مقرّب اور محسن کو کہتے ہیں	۸۹
تعریف تصوّف	۸۹
علامہ شامیؒ کی تحقیق	۹۰
تصوّف، اصلِ ایمان ہے	۹۰
تصوف، شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی نظر میں	۹۱
طریقت، مولانا عاشق الٰہیؒ کی نظر میں	۹۱
شیخ کا درجہ	۹۱
مجلسِ شیخ کے آداب	۹۲
توحید مطلب	۹۲
آدابِ مریدین	۹۳
حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا ملفوظ	۹۳
بوقتِ مراقبہ، تصوّرِ شیخ جائز ہے؟	۹۴
درسِ قرآن ابدال کی نظر میں	۹۷
کشف وکراماتِ حضرت شیخؒ	۹۸
باغِ علی اور علی کا باغ	۹۹
سلطان باہوؒ اور تفسیر قرآن	۱۰۰
احمد خشان فلسطینی کا خواب	۱۰۰
حضرت شیخ کی دیگر کرامت	۱۰۱
دارالعلوم حقّانیہ اکوڑہ خٹک پشاور کے علماء کا اعتراف	۱۰۲
حضرت قطب زماں پیر عبدالمالکؒ کا علماء سے خطاب	۱۰۳

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
تجارت کی فضیلت..	۲۵۶
تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح..............	۲۵۷
صحابہؓ اور ائمہؒ میں تاجر..	۲۵۸
شیخ بنوریؒ نے کیسی خدمت کی!..	۲۵۹
اصحاب کہف کی استقامت..	۲۶۰
مراقبہ کا درجہ..	۲۶۱
شیطان کا جواب..	۲۶۱
خودساختہ وظائف مفید نہیں ہوتے..	۲۶۱
نماز وذکر کے درمیان مناسبت..	۲۶۲
معصیت سے ذکر قلبی بند ہوجاتا ہے..	۲۶۳
صحابہؓ کی جانثاری..	۲۶۴
صرف کتابوں سے رنگ نہیں چڑھتا..	۲۶۴
اللہ والوں کی عجیب کیفیت..	۲۶۵
لطائف اپنے مقام کی طرف پرواز کرتے ہیں..	۲۶۵
ذکر وخلوت روشنی کا ذریعہ..	۲۶۵
بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تزکیہ نفس کی آیتیں..	۲۶۷
ایک اہم نکتہ..	۲۶۸
تلاوتِ قرآن کے شیدائی..	۲۶۹
حسب حال قرآنی آیت پر اشارے..	۲۶۹
قدرت کاملہ کا بیان..	۲۷۰
تقویٰ کا محل قلب ہے..	۲۷۰
ترک دنیا کوئی کمال..	۲۷۱

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
	۳۵۶

مضامین	صفحہ نمبر
خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ کا عملی نمونہ	۳۵۶
بزرگوں کی صحبت کا اثر جمادات پر	۳۵۶
قربانی ضرور رنگ لاتی ہے	۳۵۷
دعاء فاروق اعظمؓ اور شہادت	۳۵۸
قوتِ روحانی اور قوت جسمانی	۳۵۹
نقلی مسلمان کی بھی اللہ تعالیٰ لاج رکھتا ہے	۳۵۹
شیطان خواب میں دھوکہ دیتا ہے	۳۶۰
خانوادۂ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ	۳۶۱
کامیابی کے لئے تین چیزیں	۳۶۲
جو عملِ صالح کرے گا عزت پائے گا	۳۶۳
موت کے بارے میں وعظ وارشاد	۳۶۳
راہِ خدا میں موت	۳۶۴
موت سے مفر نہیں	۳۶۵
موت و مابعد الموت کا منظر	۳۶۶
مَنْ جَدَّ وَجَدَ	۳۶۹
خواہشات کی پیروی	۳۷۰
موت سے کس کو نجات؟	۳۷۱
اللہ کے راستہ میں مرنے والا شہید ہے	۳۷۲
دنیا کی روشنی اور قبر و محشر کی روشنی	۳۷۳
پریشان حال کی کون سنتا ہے	۳۷۴
کاش کہ مسلمان قرآن پڑھتے	۳۷۴
مؤمن پر سکون ہوگا	۳۷۵

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
الحاق بالصالین کی دعا........................	۳۸۸
شیخِ کامل کا ایک چُنندہ ہوتا ہے........................	۳۸۹
میرا مقبول اِن کا مقبول، میرا مردود اِن کا مردود........................	۳۹۰
قریشی صاحبؒ داؤدخیل کے تھے........................	۳۹۰
ظالم کا انجام........................	۳۹۱
قیامت کے دن جرم کا اعتراف........................	۳۹۱
قرآن جسمانی وروحانی امراض کا علاج........................	۳۹۲
حضرت ابراہیمؑ کی حق گوئی........................	۳۹۳
مصیبت، گناہ کا اثر........................	۳۹۴
مؤمن صداقت کا پیکر ہو........................	۳۹۵
مؤمن کی آواز اور چال........................	۳۹۶
متکبّر اور مریل چال نہ چلنا چاہئے........................	۳۹۷
بناوٹی صوفی اور بناوٹی پیر نہ بنو........................	۳۹۷
تکبّر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں........................	۳۹۷
ریاکاری کی سزا، ویل ہے........................	۳۹۸
تکبّر شیخِ کامل کی محبت وصحبت سے نکلے گی........................	۳۹۸

تقـــریظ

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب زید مجدہم
مدیر المعہد العلمی مفتاح العلوم، سوردو پنجگور، بلوچستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

امابعد! میں نے ''مجالسِ حبیب مسمّٰی بہ ارشاد المرشد'' کا مطالعہ کیا۔ محترم مولانا احمد علی صاحب ''**اطال اللہ بقائہ**'' شیخ طریقت، قطبِ ربّانی، شیخ الکامل حضرت مولانا قاری حافظ الحاج غلام حبیب نقشبندی مجدّدی کے ملفوظات لفظ بہ لفظ ضبط وتحریر میں لائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اس خدمت کو مقبولِ خاص و عام بنائے اور صاحب ممدوح کو جزائے خیر عنایت کرے، ان کی سعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور طالبینِ حق کو ان کی مساعی سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ مجھے امید ہے کہ حضرت کے متوسلین کے علاوہ تمام قارئین کرام اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت کے فیوض و برکاتِ نورانی و کمالات سے کما حقہ استفادہ کریں گے۔ **وَاللّٰہُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔**

(احقر العباد) رحمت اللہ غفرلہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۸۲ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد عمر صاحب بلوچ نقشبندی

مدیر مدرسہ احرار الاسلام ریکسلین، لیاری، کراچی

وخلیفہ حضرت پیر محمد عبدالمالک صاحب صدیقی خانیوال

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

ہر آسمانی کتاب کے ساتھ حق تعالیٰ نے رسول کی شکل میں عملی نمونے مبعوث فرمائے ہیں، کیونکہ جب تک کوئی عملی نمونہ آنکھوں کے سامنے نہ رہے گا اس وقت تک عمل کرنا صحیح طریقہ سے ممکن نہ ہوگا، جیسا کہ محض کتابوں سے یہ تو معلوم ہوسکتا ہے کہ تکبّر کی کیا تعریف ہے؟ تواضع کسے کہتے ہیں؟ لیکن عملی زندگی میں خودداری اور تکبّر میں فرق کرنا، تواضع اور تذلیلِ نفس میں فرق کرنا، کہ کس جگہ خودداری حدودِ تکبّر میں داخل ہوگئی اور تواضع نے کہاں تذلیلِ نفس اختیار کرلی ہے، غرضیکہ اس قسم کے اور بہت سارے مسائل اتنے نازک ہیں کہ محض کتابوں سے حل نہیں ہوسکتے۔ پس انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام کی صحبت ضروری اور لازم ہے، مرشدِ کامل کی صحبت سے زندگی کے ہر معاملہ میں رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے، ان کے حالات زندگی اور ملفوظات کے مطالعہ سے بھی مطلوبہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ مولوی احمد علی صاحب نقشبندی قابلِ صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے بڑی محنت سے اپنے شیخ کامل، حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی کے مختصر حالاتِ زندگی اور ملفوظات کو کتابی شکل میں قلم بند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مخلصانہ کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور طالبانِ حق کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

بندہ محمد عمر بلوچ عفی عنہ

۷/۵/۱۹۸۳ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد فہیم صاحب، سابق مدرس مدرسہ احرار الاسلام کراچی

وخلیفۂ حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی

حال خطیب جامع مسجد ابوبکر الصدیق (دوبئی)

حضرت علامہ جناب مولانا احمد علی صاحب سے بمقام مکی مسجد، کراچی، ملاقات ہوئی اور جناب کی تصنیف ''مجالسِ حبیب مسمی بہ ارشادالمرشد'' کا کچھ حصہ سرسری مطالعہ کیا۔ الحمدللہ جناب نے گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے اور حضرت نقشبندی مجددی کا حق ادا کیا ہے۔ میں ناچیز کیا تبصرہ لکھوں کیونکہ اس کی استعداد ہی نہیں رکھتا۔ جناب حضرت علامہ غلام حبیب صاحب نقشبندی ایک نادر موتی کے مانند ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو جو علم وعرفان اور روحانیت عطا فرمائی ہے ہم کیا بیان کرسکتے ہیں، وہ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایک حجّت ہیں، جسے ایک عالم کی اصلاح کے لئے خدا نے پیدا کیا ہے، ان کی روحانیت سے پاک وہند کے ساتھ یورپ اور افریقہ بھی انوار حاصل کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا احمد علی صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرماویں کہ انہوں نے یہ کارِ خیر انجام دیا۔

احقر لاشئی محمد فہیم عفی عنہ

۴/اپریل ۱۹۸۳ء مطابق ۱۸/جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

الحمد للّٰہ الذی شرف نوع الانسان بالأصغَرَیۡن القلب واللسان و فضّله علی سَائر الحیوان بنعمتی المنطق والبیان وصلی اللّٰہ تَعَالیٰ علیٰ خَیۡر خلقهٖ مُحَمَّد وعلی آله واصحابه وازواجه واهل بیۡتهٖ و علماء امّته اجمعین۔

بندۂ عاجز پانچ اگست ۱۹۷۵ءمطابق ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۹۵ھ بروز جمعرات بوقت ظہر، حضرت مولانا فہیم صاحب مدظلہ العالی سابق مدرّس مدرسہ احرار الاسلام کراچی اور حال خطیب جامع مسجد ابوبکر الصدیق، دوبئی کے توسط سے حضرت شیخ سے بیعت ہوا۔ بیعت کے بعد جب بھی حضرت شیخ المشائخ، شیخِ طریقت، مرشدِ کامل، عارف باللہ جامع الشریعۃ والطریقۃ سیدی وسندی الحاج مولانا حافظ قاری غلام حبیب صاحب مدّظلّہ العالی نقشبندی مجدّدی چکوال ضلع جہلم سے، کراچی تشریف لاتے تو بندہ، روزمرّہ، بلاناغہ ان کی مجالسِ وعظ میں شریک ہونے کا شرف حاصل کرتا اور حضرت شیخ کے زرّین اور گراں قدر ملفوظات قلمبند کرتا رہا؛ تاآنکہ الحمدللہ بندہ نے مواعظ حسنہ کا کافی ذخیرہ اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

اب حضرت شیخ مدّظلہ العالی کی اجازت سے کتابی شکل میں لانے کی سعادت حاصل کررہا ہوں؛ جس کا نام "مجالسِ حبیب مسمّٰی بہ ارشاد المرشد" رکھا ہے۔[۱]

---

[۱] اس کتاب میں آیاتِ قرانی کے ترجمے بیان القرآن از حضرت تھانویؒ سے لئے گئے ہیں۔

[۲] کتاب کی ضخامت آٹھ سو صفحات ہے جو کہ دو حصوں پر مشتمل تھی لیکن اب دونوں حصوں کو یکجا کر کے ایک خوبصوت جلد میں بند کردیا ہے۔

نوٹ: جدید کمپیوٹر کتابت میں اس کے صفحات کم ہوگئے ہیں۔

آغازِ ملفوظات سے قبل بندہ نے ابتداء کتاب[۲] میں اہمیتِ طریقت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ایک بسیط مقدمہ درج کیا ہے تاکہ ہدیۂ ناظرین ہو۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کی سعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

اخیر میں احقر مرتّب محترم بزرگوارم جناب محمد کامل صاحب قریشی نقشبندی کے احسان کو تازیست فراموش نہیں کرسکتا، جنہوں نے اردو کے الفاظ کی تصحیح میں میرا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر اور شفاء کاملہ عطا فرماویں۔ آمین

احقر الانام احمد علی نقشبندی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنّوری ٹاؤن

حال خطیب دکھنی مسجد، پاکستان چوک، آؤٹرام روڈ، کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔

فرحۃ اللبیب فی تذکرۃ الحبیب رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانح حیات

حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ

اسلام کے قرنِ اوّل سے لے کر آج تک ہر زمانے میں خلق اللہ کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ اعمال و اخلاق کے لئے علماء وصُلحاء اور اولیاء کرام کی مجلسیں نسخۂ اکسیر ثابت ہوئی ہیں۔ ماشاء اللہ ہمارے حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی مجدّ دی دنیا کے آخری حدود، برّ و بحر تک بلکہ مطلع الشّمس و مغرب الشّمس تک بھی تبلیغی اسفار کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کلامِ الٰہی کے فیضان سے فیضیاب فرما رہے ہیں۔ بخدا حضرت شیخ مدّظلّہ العالی اپنے مریدوں پر اس قدر محنتِ شاقّہ اٹھا رہے ہیں کہ کسی نوجوان کے لئے بھی ناقابلِ برداشت ہے، جبکہ آپ کی عمر کا اٹھتّر واں سال چل رہا ہے۔ اصل بات وہی ہے جو خود حضرت والا کبھی کبھی فرمایا کرتے ہیں: ''میں ابھی نوجوان ہو رہا ہوں''۔ واقعی اللہ والوں کو قوّتِ روحانی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت شیخ اپنے مریدوں پر اس قدر شفقت فرماتے ہیں جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور اپنے مریدوں کے ساتھ وہی محنت کر رہے ہیں جو قطب الاقطاب، عالمِ ربّانی حضرت پیر محمد عبدالمالک صاحب صدیقی مجدّدیؒ کرتے رہے اور ایسا کیوں نہ ہوگا جبکہ آپ اپنے شیخ صدیقی کے صحیح جانشین اور خلیفہ و مجاز ہیں۔ دراصل آپ کو دو بڑے، اونچے درجے کے بزرگوں سے خلافت ملی ہے، جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

احقر نے حضرت شیخ کے مواعظِ حسنہ قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو یہ لازم ہوا کہ میں حضرت والا کی ولادت اور حسب ونسب سے بھی قارئین کو روشناس کراؤں، چنانچہ حضرت نوراللہ مرقدہ کے ارشاد کے مطابق مندرجہ ذیل احوال پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت شیخ کی تاریخِ پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ ۲/دسمبر ۱۹۰۴ء مطابق ۲۳/رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو ہوئی۔ والدِ بزرگوار کا اسم مبارک محی الدین، قوم اعوان، پہلی خلافت حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب مسکین پوریؒ سے اور دوسری خلافت حضرت مولانا پیر محمد عبدالمالک صاحب صدیقی، خانیوال شریف سے ہے۔

دراصل، حقیقتِ دین اور حصولِ دین کا دارومدار، اہل اللہ اور اولیاء اللہ کی نظر پر ہے۔اس سلسلہ میں مندرجۂ ذیل دوشعر ملاحظہ فرمائیں۔

۱؎ نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۲؎ دین مجو، از کتب اے بے خبر!
علم و حکمت از کتب، دین از نظر

فرمایا: کتابوں کے پڑھنے، پڑھانے سے علم وحکمت اور دانائی آئے گی۔مگر دین سمجھنے کے لئے اہل اللہ کے پاس جانا پڑے گا تاکہ ان کی نظر پڑے، اس لئے کہ اہل اللہ کی نظر ایک نسخۂ کیمیا ہے۔

باسمہ تعالیٰ

حیات حبیب کے چند گوشے

مرشد عالم، محبوب العارفین، حضرت مولانا پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی کی عبرت آموز اور دلچسپ سوانح حیات کے لئے آپ محبوب العلماء والصلحاء، سیدی و سندی حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کی تصنیف ''حیات حبیب'' کا مطالعہ کیجئے۔ تاہم مختصر حالات زندگی سامنے آجائیں اس کے لئے ''حیات حبیب'' سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

محمد انعام الحق نقشبندی (عالیپور، گجرات)

اسم گرامی

آپ کا نام نامی اسم گرامی ''غلام حبیب'' ہے، ابتدا میں والدہ صاحبہ نے آپ کا نام ''حبیب اللہ'' تجویز کیا جبکہ والد ماجد نے ''غلام حبیب'' نام پسند کیا، اگرچہ یہی دوسرا نام زبان زد عام ہوا، تاہم آپ کی فقید المثال زندگی میں دونوں ناموں کی ایسی جھلک پیدا ہوئی کہ آپ اسم بامسمی ثابت ہوئے۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء میں ہوئی، علم اعداد کے اعتبار سے درج ذیل آیات وفقرات سے آپ کے سن ولادت کا عدد نکلتا ہے۔

★ قَالَ اللہُ تَعَالٰی فَاجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

۱۳۱+۶۶+۵۱۱+۴۹۱+۲۰۷+۱۸۸+۹۰+۲۲۰ = ۱۹۰۴ء

☆ ہادی ورہبر غلام حبیب کرڈھی میں پیدا ہوئے ۱۹۰۴ء

☆ مولانا غلام حبیب صاحب ۱۳۲۲ء

حلیہ مبارک

کشادہ پیشانی، سرخ وسفید رنگت جیسے میدے میں سینڈور گوندھ کر بنایا گیا ہو، آنکھوں میں معنی خیز چمک جیسے موتی جڑے ہوئے ہوں، آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے۔ ستواں ناک۔ عناب کی طرح سرخ سرخ ہونٹ۔ زلفوں کی درازی کانوں کی لوتک۔ لحیہ مبارک بہت گھنی نہیں مگر درازی میں زائد ایک مشت۔ دودھ کی مانند سفید مگر حریر کی طرح نرم۔ وجیہ الصورت۔ طویل القامت۔ قوی الجثہ۔ دونوں ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ سر مبارک بڑا اور سینہ مبارک کشادہ وفراخ تھا۔ جسم اطہر نہایت سجیلا۔ بہت مضبوط اور متناسب بارعب پر انوار چہرہ "وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي" کا مصداق تھا۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی طلب ہے۔ آپ کا جاذب نظر سراپا "الذین اذا رؤوا ذکر اللہ" کی گواہی دیتا تھا۔ ناواقف لوگ بھی آپ کے پر کشش چہرے سے مسیحائی کا اندازہ لگا کر غلاموں میں داخل ہوجاتے تھے۔ آپ کے رخ زیبا کو جتنا زیادہ دیکھا جاتا اتنا ہی آپ کا حسن دوبالا ہوتا تھا۔

یزیدک وجھه حسنا اذا ما زدته نظرا

(بڑھتا جائے گا اس کا حسن بہت۔ تم زیادہ جو اس کو دیکھو گے)

آپ کے سراپا کی دلکشی کو الفاظ میں سمودینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔
بقول شخصے:

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اگر مصور اس دلربا کی تصویر کھینچے گا تو میں حیران ہوں کہ اس کے نازکی تصویر وہ کس طرح کھینچے گا؟

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ٥ (المؤمنات، آیت ۱۴)

(سو بڑی شان اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے)

مولد و مسکن

آپ کا آبائی گاؤں موضع کرڈھی، وادی سون ضلع خوشاب ہے۔وادی سون کا شمار اپنی زرخیزی، مردم خیزی، پر لطف مناظر اور موسم کی خوشگواری کی وجہ سے ملک کے مشہور مقامات میں سے ہے۔بائیس گاؤں پر مشتمل یہ علاقہ ہزاروں علمائے کرام اور حفاظ کرام کا مولد و مسکن ثابت ہوا ہے۔قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ موسم گرما کے ایام گزارنے کے لئے موسیٰ زئی شریف سے وادی سون تشریف لے آتے تھے۔حضرتؒ کے ورود مسعود سے مریدین و معتقدین کا ہجوم رہتا اور محفل ذکر و مراقبہ کے قیام سے چارسو فضا ذکر اللہ کے عطر سے معطر ہو جاتی، مقامی لوگوں نے ۸۰ بیگھہ زمین حضرتؒ کی خدمت میں پیش کی جس پر خانقاہ ڈیپ شریف تعمیر ہوئی۔ یہ جگہ موضع کرڈھی سے صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔قرب و جوار کے ایک گاؤں موضع کفری میں بھی علوم دینیہ کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس کی تعلیمی شہرت دیوبند تک پہنچی، حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خانقاہ ڈیپ شریف میں موسم گرما گزارنے کا معمول برقرار رکھا اور مخلوق خدا کو خوب فائدہ پہنچایا۔علاقہ کے لوگوں میں دینی ذوق آج بھی اظہر من الشّمس ہے۔

تحصیل علوم

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر مرد خود آگاہ کے پیچھے اہل ہمم کی ہمتیں مصروف عمل ہوتی ہیں، آپ کے والد ماجد بچپن ہی سے آپ کو ’’حافظ‘‘ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ جب کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے دل میں بھی یہی شوق انگڑائیاں لیتا تھا۔انہیں معلوم ہوا کہ قریبی قصبہ ’’نلی‘‘ میں ایک مجذوب باخدا رہتے ہیں جو لمبا چوغہ پہنتے ہیں اور مستجاب الدعوات بھی ہیں۔ چنانچہ آپ کی والدہ صاحبہ یہ نیک تمنا دل میں لے کر اس مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دعا کی درخواست کی۔انہوں نے بارگاہ احدیت میں ہاتھ اٹھا کر آپ کی نیک بختی

کے لئے دعا کی۔اس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ کو ابتدائے جوانی میں ہی شرح صدر عطا فرما دیا۔

فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ • (سورۃ انعام/ ۱۲۵)

(پس جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت دے تو اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے)

آپ نے لڑکپن ہی میں علاقہ کے معروف استاذ حضرت قاری قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک حفظ کیا۔دوران تعلیم جب کبھی بچپن کی وجہ سے آپ سبق کے معاملہ میں سستی کرتے، والدہ صاحبہ آپ کا کھانا بند کر دیتی تھیں۔کبھی کھبار آپ کو ستون سے باندھ دیتی تھیں کہ جب سبق پختہ ہوگا تب چھوڑوں گی۔آپ نے علمی کتابیں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید امیر رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ساتھ ''در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری'' کا مصداق بھی تھے۔آپ کا علمی ذوق وشوق دیکھ کر انہوں نے مروجہ نصاب کی بجائے چیدہ چیدہ کتابیں ایسے انداز سے آپ کو پڑھائیں کہ آپ کا سینہ علم نافع کا خزینہ بن گیا۔آپ نے تائید غیبی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت علم کے جام پہ جام لنڈھائے۔خالق ارض وسماء نے اکتسابی علم کے ساتھ ساتھ وہبی علم کے دروازے بھی آپ پر کھول دیئے۔

ع فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

حدیث پاک میں ہے۔

مَنۡ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ مَالَمۡ يَعۡلَمۡ •

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالی اس کو اس چیز کا علم دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔

(مظاہر حق ص/ ۲۳۲)

رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں والے) اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی خانقاہ ڈیپ شریف وادی سون تشریف لاتے رہے اور کئی کئی مہینہ اپنے شیخ کی اتباع میں قیام فرماتے

رہے۔آپ نے اس وقت کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور تفسیر قرآن کے لئے حضرتؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔حضرتؒ نے علم کے گوہر نایاب آپ کو عطا کئے۔جو آپ نے ستارے سمجھ کر اپنے آسمان قلب پر سجا لئے۔کلام الٰہی کے ساتھ طبعی رغبت نے آپ کو وہ شوق بخشا کہ باید و شاید۔تفسیر قرآن کے سلسلہ میں ابھی آپ کو سیرابی نصیب نہ ہوئی تھی کہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔آپ نے تکمیل کے لئے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے رجوع کیا۔حضرت لاہوریؒ نے بھی جی بھر کر آپ کو علم لدنی سے سیراب کیا۔ اسی دوران آپ کو زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔وہاں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا موقع ملا،انہوں نے اپنی آتشِ شوق سے ایک انقلابی جذبہ آپ میں پھونک دیا۔

ایسی مقتدر شخصیات سے تفسیر قرآن پڑھنے کی سعادت آپ نے حاصل کی۔آپ اپنے اساتذہ کرام کا تذکرہ فرماتے ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے تھے۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامعُ

ترجمہ: اے جریر یہ! میرے آباء ہیں۔ان کی مثل لائیں جب مجمع ہمیں جمع کیا کریں جب آپ ہمیں جمع کرتے ہیں۔

بیعت وارادت

اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ • (التوبہ:۱۱۹)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ''

اس آیت کریمہ کے پیش نظر آپ کو بھی ''صادقین'' کی معیت حاصل کرنے کا شوق دامنگیر رہتا تھا،آپ کے محسن و مشفق استاد حضرت مولانا سید امیرؒ نے آپ کی پیشانی پر روشن

انوارات کا ادراک فرمالیا تھا لہٰذا استاد مکرم دوران تعلیم موقع بہ موقع اخلاص فی العبادۃ، اہمیتِ صحبت صلحاء اور مقامات عشرہ سلوک و احسان کے بیج آپ کے قلب کی زمین میں ڈالتے رہتے۔ زمین ایسی زرخیز نکلی کہ قلیل عرصہ میں شگوفے پھوٹنے لگے۔ استاد کی دعائے نیم شبی نے بادنوبہاری کا کام کیا، وہ پہچان گئے کہ یہ غنچے ایک نہ ایک دن مہکتے ہوئے پھول بنیں گے جن کی خوشبو فضا کو معطر کرے گی۔ وہ باغباں کی اہمیت سے آشنا تھے جو گلستاں کی آبیاری کرے اور اپنے خونِ جگر سے اسے سینچے۔ چنانچہ جب کتابیں اپنی تکمیل کو پہنچیں تو موصوف آپ کو لے کر اپنے پیرومرشد امام العلماء والصلحاء قدوۃ السالکین، عمدۃ العارفین حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں احمد پور شریف پہنچے اور شاگرد عزیز کو بیعت کے لئے پیش کیا۔ وفور محبت میں آپ کا یہ حال ہو رہا تھا کہ شیخ کامل کے پرانوار چہرہ پر نظر پڑتے ہی قدموں کے اسیر بن گئے۔

پہلی نظر بھی آپ کی کیسی بلا کی تھی
ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پر لئے ہوئے

شیخ کامل نے آپ کو طالب صادق پاکر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل کیا اور لطیفہ قلب کا سبق تلقین فرمایا۔ آپ سجدہ شکر بجالائے اور ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان شور افزا
سر افگندم بسم اللہ مجرہا و مرسہا

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تلقین شدہ ابتدائی معمولات پر استقامت سے عمل شروع کر دیا تو باطنی طور پر جذب و انجذاب کی زنجیر سے کشاں کشاں مقامات فنا و بقا کی طرف کھنچتے چلے گئے۔ بعض اوقات غلبۂ حال میں آپ کی یہ کیفیت بھی ہوتی کہ رات کے وقت اہل خانہ کو جگا دیتے اور فرماتے کہ ''میرے پیرومرشد آ رہے ہیں پردہ کرلو''۔

چوں زلیخا کز سپنداں تا بعود
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

(جیسا کہ زلیخا نے خرمن دانہ سے لے کر عود تک ہر چھوٹی بڑی چیز کا نام یوسف رکھ دیا تھا)

چونکہ یہ فنافی الشیخ کی کیفیات کا عملی ظہور تھا لہٰذا ظاہری طور پر آپ کا بیشتر وقت پیر و مرشد کی حاضری و مجلس میں گزرنے لگا۔ حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات و کمالات نے آپ کے جذب و جنون کو خوب ہوا دی۔ ہر وقت کی صحبت نے اس جذب کو فزوں تر کر دیا۔ قلب میں پرورش پانے والا عشق الٰہی ایک جوار بھاٹے کی شکل اختیار کرنے لگا اور آپ ذکر و اذکار کی مستی میں سرمست رہنے لگے۔

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَأْساً بَعْدَ كَأْسٍ
فَمَا نَفَدَ الشَّرَابُ وَلاَ رُوِيْتُ

ترجمہ: میں نے شراب الفت کے جام پہ جام لنڈھائے ہیں، نہ ہی شراب ختم ہوتی ہے اور نہ میں سیر ہوا۔

آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''میں اپنے پیر و مرشد کے پیچھے راکھویں لیلے (پالتو مینڈھا) کی طرح پھرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تبلیغی سفر میں تھے جبکہ مجھے ایک اسٹیشن پر حضرتؒ سے جدا ہو کر واپس گھر آنا تھا۔ جب گاڑی آئی اور حضرتؒ سوار ہوئے تو میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ میں نے بے اختیار بلند آواز سے رونا شروع کیا اور ماہئ بے آب کی طرح تڑپتا رہا۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوئے۔ مگر میری آنکھوں سے آنسو ساون بھادوں کی برسات کی مانند برستے رہے۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ بھی آبدیدہ ہوئے۔ مجھے اپنے شیخ سے اس طرح بے پناہ محبت تھی''۔

الفت میں جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

تکمیل سلوک

شیخ کامل کے ساتھ محبت واطاعت کا یہ ثمر نصیب ہوا کہ آپ کو فنائے قلبی بہت جلدی نصیب ہوگئی۔آپ عالم امر کے لطائف سے گزرتے ہوئے جب سلطان الاذکار کے لطیفہ پر پہنچے تو انگ انگ سے ذکر الٰہی جاری ہونے لگا۔تجلیات صفات ثبوتیہ وصفات سلبیہ وشیونات ذاتیہ وشان جامع کے انوارات نے آپ کے رگ وریشہ میں ذکر کی چاشنی پیدا کردی۔ذکر نفی اثبات کو آداب وشرائط کے مطابق اکیس دفعہ تک پہنچایا تو باطن کے افق سے ہوا وہوس کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔جب آپ سراپا عجز ونیاز بن کر زبان خیال سے یہ کہتے ''خداوندا مقصود من توئی ورضائے تو مرا محبت ومعرفت خود بدہ'' تو گویا بدن میں بجلی کی لہر دوڑ جاتی۔فیضان کا اس قدر ورود ہوتا کہ آپ کو اپنا سینہ پھٹا ہوا محسوس ہوتا۔اس مقام پر بعض کشف سمعی وبصری بھی آپ کو نصیب ہوئے۔تہلیل لسانی اور مراقبہ احدیت نے اس کیفیت کو دوبالا کردیا۔

حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر یہ دستور تھا کہ اجتماعی مراقبہ کے وقت ہر سالک اپنے سبق کا نام ایک کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو اپنی گود میں رکھ لیتا۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ قریب جا کر سبق کے مطابق سلسلہ عالیہ کی توجہات عنایت فرماتے تھے۔مراقبات مشاربات سے گزر کر جب مراقبہ معیت کا سبق ملا تو آپ نے ریاضت ومجاہدہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی توجہات نے نور علی نور کی کیفیت پیدا کردی۔بالآخر ایک دن حضرتؒ نے مقامات فنافی اللہ وحصول انوار نسبت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بشارت عظمیٰ آپ کو سنائی۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

رفتہ رفتہ آپ کے اسباق،مقامات ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کی طرف بڑھتے گئے حتی کہ آپ نے سلوک کو دائرہ لاتعین تک پہنچایا۔حضرت صدیقی رحمۃ

اللہ علیہ جب آپ کے احوال و کیفیات کا ادراک فرماتے تو دل باغ باغ ہو جاتا تھا۔ آپ کا باطنی معاملہ اس آیت کریمہ کا مصداق تھا۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۰ (النور:۳۵)

ترجمہ: قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ، روشنی پر روشنی۔ (تفسیر عثمانی)

جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے شاگرد رشید میں رجل الرشید کے تمام اوصاف دیکھ لئے تو تکمیل و تصدیق کے لئے آپ کو اپنے پیر و مرشد شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت قریشیؒ کئی دن آپ کو مراقبہ میں توجہات دیتے رہے۔ بالآخر اشارۂ غیبی سے مشرف ہوئے اور ۲۹ شعبان ۱۳۵۲ ہجری کو خانقاہ میں موجود تمام مریدین کو جمع فرما کر خطبہ پڑھا اور دو حضرات کو سلسلہ عالیہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ ایک آپ اور دوسرے غلام حیدر المعروف حافظ بڈھن خان جو ٹانگوں سے معذور تھے۔ خلافت کی نوید ملتے ہی دونوں حضرات پر بڑی، دیر تک گریا طاری رہا، حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک اس وقت انوار الٰہی سے ٹمٹمار ہا تھا۔

خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر

بہت دیر تک پوری مجلس پر عجیب کیفیت طاری رہی۔ طبیعت بحال ہونے پر جناب حافظ بڈھن خان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا ایک خواب بیان کیا۔ حضرت میں نے چند دن پہلے یہ خواب دیکھا ہے۔ کہ آپ مجھے خلافت دے رہے ہیں اور ایک اور شخص کو بھی، جس کا نام باغ علی ہے۔ اب مجھے خلافت مل گئی، مگر میرے ساتھ باغ علی کی بجائے مولانا غلام حبیب صاحب کو یہ نعمت ملی ہے۔

یہ سن کر حضرت قریشیؒ مسکرائے اور اپنا داہنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھ کر فرمایا

''یہی علی رضی اللہ عنہ کا باغ ہے''۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے دو مفہوم لئے جا سکتے ہیں۔ایک تو یہ کہ میں علوی النسب ہوں۔ لہٰذا حضرت قریشیؒ نے مجھے علیؓ کا باغ فرمایا۔ دوسرے علیؓ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا• (میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے)

لہٰذا مجھے بھی اللہ تعالی نے باغ علی کی نسبت سے علوم قرآنیہ میں خصوصیات کا حامل بنایا ہے۔

خلافت ملنے کے بعد حضرت قریشیؒ کی عنایتیں مزید سے مزید تر ہوتی گئیں ایک موقع پر آپ کو بلانے کے لئے محبت بھرے انداز میں فرمایا ''غلام حبیب عبد منیب'' چنانچہ آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ شیخ کامل کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ آپ کے بارے میں من وعن سچ ثابت ہوئے اور آپ عبد منیب کے مقام تک پہنچے۔

آپ کے محسن و مربی، استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سید امیر صاحب خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد عبد المالک صدیقیؒ اسی دوران بیمار ہو گئے۔استاذ مکرم کی مرض الموت میں آپ طبع پرسی کے لئے حاضر ہوئے۔انہوں نے کمرے کو کنڈی لگوا دی اور آپ سے کچھ سوالات پوچھے۔ان کے تقوی کا اتنا رعب تھا کہ آپ رو پڑے۔استاذ مکرم نے فرمایا رو نہیں میرے مقام سے تیرا مقام بلند ہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں اس بات کی حقیقت کو نہ سمجھا مگر کئی سال بعد یہ بات سچ ثابت ہوئی۔

آپ کے باطنی کمالات کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ تکمیل سلوک کے چالیس سال کے بعد تک آپ کو حضرت صدیقیؒ کی صحبت نصیب رہی۔

انداز گفتگو

آپ کی آواز میں قدرتی طور پر رعب اور دبدبہ تھا۔صاف واضح اور جچے تلے انداز میں بات کرنے کی عادت تھی۔مجلس میں کوئی دھیمی آواز سے بات کرتا تو آپ فہمائش

کرتے، فرماتے تھے کہ مجلس میں نہ ہی اتنی بلند آواز سے بات کرنی چاہئے کہ دوسروں کے لئے تکلیف دہ ہو اور نہ ہی اتنی آہستہ کرنی چاہئے کہ اہل مجلس سمجھنے سے قاصر رہیں۔

آپ نجی گفتگو دھیمی آواز میں کرتے تھے۔ ناصحانہ اور مشفقانہ انداز میں بات کر کے کانوں میں رس گھول دیتے تھے۔ دوران گفتگو **کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ** (تم لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق کلام کرو) کو پیش نظر رکھتے تھے۔ باتوں میں مٹھاس محسوس ہوتی تھی۔ دوران گفتگو پنجابی زبان کی ضرب الامثال ایسی برموقع اور برمحل پیش فرماتے تھے کہ حاضرین محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکتے اور آپ کی باتیں یاد کر کے قند مکرر کے مزے لیتے تھے۔

انداز بیان

قدرت نے آپ کو وہبی علوم کے ساتھ ساتھ دعوت و ارشاد کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا۔ آپ کا انداز بیان عموماً جلالی ہوتا تھا۔ آپ کی زبان مبارک سے علوم و معارف چھن چھن کر آتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اتارے گئے ہیں۔ بات چونکہ دل سے نکلتی تھی لہٰذا سیدھی دل میں اتر جاتی تھی۔

باطن میں ابھر کر ضبط فغاں لے اپنی نظر کار زبان
دل جوش میں لا فریاد نہ کر تاثیر دکھا تقریر نہ کر

دوران بیان آپ قرآن پاک کی آیت دلیل کے طور پر اس روانی سے پیش فرماتے جیسے کہ موتیوں کی مالا ٹوٹ پڑی ہو اور موتی تواتر سے گر رہے ہوں۔

تفسیر قرآن بالقرآن کے معاملہ میں آپ کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ آپ فرماتے تھے ''جیسے ٹی وی چلتا ہے اور لوگ سامنے بیٹھے تصویریں دیکھتے رہتے ہیں اسی طرح دوران تقریر میرے سامنے قرآن پاک کا ٹی وی چل پڑتا ہے اور میں آیتیں دیکھا کرتا ہوں''۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ''میری مادری زبان چونکہ پنجابی ہے۔ میں ابتدا سے اسی زبان

میں وعظ و نصیحت کرتا تھا۔ایک مرتبہ اپنے پیرو مرشد حضرت صدیقیؒ کی معیت میں تبلیغی سفر پر راولپنڈی جانا پڑا۔حضرت صدیقیؒ کی عادت شریفہ تھی کہ میری موجودگی میں کسی اور کو بیان کے لئے نہ فرماتے تھے۔مستورات کے لئے باپردہ بیٹھنے کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔میں نے حسب معمول پنجابی میں بیان کیا۔مجمع میں اردو زبان بولنے والی مستورات کی تعداد زیادہ تھی۔انہوں نے اگلے دن مردوں کے ذریعہ پیغام بھجوایا کہ آج تقریر اردو میں ہونی چاہئے کیونکہ گزشتہ کل کی تقریر ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔حضرت صدیقیؒ نے فرمایا اعلان کردو آج پھر مستورات کے لئے بیان ہوگا۔چنانچہ اعلان سن کر عورتوں کی کثیر تعداد بیان سننے کے لئے آئیں،حضرت صدیقیؒ نے عین موقع پر مجھے حکم فرمایا کہ آپ اردو میں بیان کریں۔میں نے پیرو مرشد کا حکم سن کر بے چوں و چرا بیان شروع کیا۔الحمد اللہ اردو میں ایسی تقریر دلپذیر ہوئی کہ عورتوں نے حضرت صدیقیؒ کی طرف پیغام بھجوایا ''آج بہت لطف آیا ان ہی مولانا صاحب سے روزانہ بیان کرایا کریں''۔حضرت صدیقیؒ یہ سن کر مسکرائے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔سبحان اللہ پیرو مرشد کے ساتھ محبت واطاعت کا یہ ثمرہ ملا کہ توجہات کے ذریعہ ایک دن میں کانٹا بدل گیا۔

آپ کے بیانات نصیحت بشکل وصیت ہوا کرتے تھے۔آپ بعض اوقات الفاظ وآیات کا مفہوم اشاروں میں سمجھا کر مجمع کا دل جیت لیتے تھے۔

راقم الحروف ایک مرتبہ سفر میں حاضر تھا۔رات بہت کم سونے کا موقع ملا سفر کی تھکاوٹ نے بے حال کر رکھا تھا۔آپ کی طبیعت بھی کافی مضمحل تھی،راقم نے عرض کیا حضرت کیا آج بھی نماز فجر کے بعد بیان فرمائیں گے؟فرمایا''کیوں نہیں اسی پر تو مجھے اللہ کی طرف سے روزینہ ملتا ہے''۔آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ فجر کی نماز میں امام صاحب جو تلاوت کرتے آپ اس کی تفسیر میں بھی بیان فرمادیتے۔چنانچہ آپ کا بیان **''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ''** کا مصداق ہوتا تھا۔نیا عنوان،نیا بیان،نیا انداز،نیا مضمون۔جیسے الہامی طور پر باتیں کررہے ہوں۔جس طرح کی مجلس اور محفل ہوتی آپ اسی مناسبت سے بیان فرماتے تھے۔

کیفیت نماز

آپ کی نماز کی باطنی کیفیات کو تو "**عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ**" ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ ان حضرات میں سے تھے جن کے سجدوں سے روح زمین کانپ جاتی تھی۔تا ہم بادی النظر میں عامۃ الناس بھی آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کی محویت و استغراق کا اندازہ لگا لیتے تھے۔آپ تحریمہ اس شان سے باندھتے جیسا کہ دنیا و مافیہا پر تکبیر پڑھ دی ہو۔قیام اس انداز سے کرتے گویا کہ بارگاہ صمدیت میں فریاد پیش کر رہے ہوں۔رکوع اس ادب سے کرتے جیسے مجسم عبدیت بارگاہ الوہیت میں سلام عقیدت پیش کر رہی ہو۔سجدہ اس اطمینان سے کرتے جیسے کہ آپ عجز و نیاز کا کفن باندھ کر بحر معرفت میں غوطہ زن ہو رہے ہوں اور زبان حال سے یوں کہہ رہے ہوں "**سَجَدَ لَکَ فُوَادِیْ وَ خَیَالِیْ**" (میرا دل اور خیال تجھے سجدہ کرتے ہیں) اس وقت آپ کی جبیں نیاز پر سجدے مچل مچل رہے ہوتے تھے۔دیکھنے والے کو "**اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَی اللّٰہِ**" (سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے) کا مقولہ یاد آ جاتا تھا۔بقول شخصے:

مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ (جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا)

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی مجھے کیا پتہ تھا سجود کا
تیرے نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

کیفیت مراقبہ

آپ کا مراقبہ "**لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ**" کا عکس جمیل پیش کرتا تھا۔آپ کا معمول تھا کہ اجتماعی مراقبہ میں لوگوں کو حلقہ بنا کر بٹھاتے۔

ہمچو ہالہ گرداں ماہ منیر
(جس طرح چودھویں کے گرد حلقہ)

ایک دفعہ مراقبہ میں سر جھکاتے ہوئے آپ نے فرمایا ''میں جو سر کو جھکاتا ہوں مجھے اللہ نظر آتا ہے'' ان الفاظ میں ایسی تاثیر تھی کہ حاضرین کو محسوس ہوا جیسے بجلی کوند کوند گئی۔عام طور پر آپ طویل بے حرکت اور خاموش مراقبہ کرواتے تھے تاہم احیانا مبتدی حضرات کے ذوق وشوق کی خاطر اشعار بھی پڑھتے تھے۔

آپ دوران مراقبہ ''اللہ'' کی ضرب اس زور سے لگاتے کہ اس پر ضرب کلیمی کا گمان ہوتا تھا۔مختصر مراقبہ میں پتھر دلوں کو موم کرنا اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا آپ کا کمال تھا۔مراقبہ سے پہلے حاضرین کو سمجھاتے تھے ''آنکھیں بند کر لیجئے (اندر کی آنکھ کھول لیجئے) اور سر کو جھکا لیجئے۔دنیا و مافیہا سے ہٹ کر اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جایئے۔زبان تالو سے لگی ہو۔نہ جسم کو حرکت دینا ہے نہ سانس سے کچھ کرنا ہے۔بالکل خاموش چپ چاپ ''اللہ'' کی یاد میں ڈوب جانا ہے۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ایک مرتبہ فرمایا ''آتش شوق کو جلاؤ۔جذبات و کیفیات کو دل کی دیگچی میں ڈالو۔اوپر ڈھکنا دو اسے پکنے دو''۔کبھی کبھی فرماتے ''یہ تصور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آ رہی ہے۔دل میں سما رہی ہے، دل کی ظلمت و سیاہی دور ہو رہی ہے اور دل کہہ رہا ہے اللہ، اللہ اللہ''۔

خدا را سوئے مشتاقاں نگاہے
پیالے گر نہ باشد گاہے گاہے
نگاہے کن بہ امیدے کہ دارم
از تو امیدے نگاہے

ترجمہ: خدا کے لئے عاشقوں کی طرف ایک نظر کر، لگاتار نہ سہی تو کبھی کبھی ایک نگاہ

کر کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں تجھ سے ایک نگاہ کی امید کرتا ہوں۔

سانحۂ ارتحال

حدیث وصل قدوم عالم
مگر شاید بخون دل نویسم

ترجمہ: اس مخدوم جہاں کے وصال کی بات شاید خون دل سے لکھوں۔

۱۹ ستمبر ۱۹۸۹ء کو آپ پر بیماریوں کا شدید غلبہ ہوا۔ طبیعت میں بے چینی بہت زیادہ ہوگئی۔ اہل خانہ نے ساری رات جاگ کر گزاری۔ صبح جب نور کا تڑکا ہوا تو موت کے گہرے سائے آپ کے گرد منڈلاتے نظر آئے۔ صاحبزادہ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب قاسمی نے وقت کی نزاکت کا ادراک فرمالیا اور آپ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کیا ''حضرت ہم سے زندگی میں جتنی بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ ہم معافی کے خواستگار ہیں۔ آپ معاف فرمادیں۔ آپ نے سر مبارک کے اشارے سے ہاں کردی۔ حضرت صاحبزداہ صاحب نے پھر معافی مانگی۔ آپ نے جواباً سر ہلا دیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت صاحبزادہ نے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی درج ذیل مسدس پڑھی۔

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ
یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے

سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بن مو سے ذکر ترا اے میرے خدا
اب تو کبھی چھوڑے نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا
اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

پہلو میں جب تک قلب رہے اور تن میں جب تک جان رہے
لب پہ تیرا ہی نام رہے اور دل میں تیرا ہی دھیان رہے
جذب میں پراں ہوش رہے اور عقل میری حیران رہے
لیکن غافل تجھ سے ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے
اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الہ
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ

مسدس سنتے وقت آپ پر استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ چہرہ مبارک گواہی دے رہا تھا کہ طمانیت قلب نصیب ہو رہی ہے۔ ۲۰ ستمبر صبح کے نو بج چکے تھے۔ آپ کے نواسے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نے تلاوت قرآن پاک شروع کی جب انہوں نے "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ" پڑھا تو آپ نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ (یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء کا آخری کلام نماز کی بابت ہوا ہے) اتنے میں انہوں نے پڑھا "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ" یہ سن کر آپ مسکرائے اور بزبان

حال ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی'' کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب او

ترجمہ: میں تجھے مرد مومن کی نشانی بتاؤں کہ جب موت آئے تو اس کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے۔

وہ آفتاب حقیقت جس کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہوگیا۔ آپ کا وصال مبارک ۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز جمعرات صبح ۹ بجکر اٹھارہ منٹ پر ہوا اور یوں آپ لاکھوں مریدوں کو سوگوار چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

نماز جنازہ

نماز عصر کے بعد جیسے ہی جنازہ گھر سے باہر لایا گیا تو ناظرین پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے فوارے چھوٹ پڑے۔ بعض لوگ زیر لب کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے۔ بعض پیکر صبر و رضا خاموش نظارہ کر رہے تھے۔ بعض لوگ فراق مرشد میں ٹھنڈی آہیں بھر رہے تھے۔ عجیب منظر تھا۔ یوں لگتا تھا کہ دلوں پر نشتر چل گئے ہیں۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ سینے فگار تھے۔ کوئی تو زارو قطار رو رہا تھا۔ کوئی چشم پرنم سے دل کا غبار دھو رہا تھا۔ کوئی طائر حائر کی طرح پھڑک رہا تھا۔ کوئی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ جیسے ہی جنازہ لے کر چلے۔ فلک پر بادل آپس میں ملے۔ بلکہ آپس میں گلے مل کر رو دیئے۔ رم جھم، رم جھم فوار پڑنی شروع ہوگئی، باطنی رحمتوں کے ساتھ ساتھ ظاہری رحمت کا بھی نزول ہوا، ایسے لگتا تھا کہ آسمان بھی آپ کے فراق میں نوحہ کناں ہے۔

ابر و باراں و من و یار ایستادہ بہ وداع
من جدا گریہ کناں ابر جدا چرخ جدا

ترجمہ: بادل بارش میں اور یار جدائی کے لئے کھڑے ہیں میں جدا روتا ہوں۔

بادل جدا روتا ہے۔آسمان جدا گریہ کرتا ہے۔

لوگوں کا بے اختیار رونا اس حقیقت کی غمازی کر رہا تھا کہ مخلوق خدا کا کوئی محسن و غمخوار اٹھ گیا ہے۔کوئی بادۂ اَلَست کا مئے خوار اٹھ گیا ہے۔کوئی نابغۂ عصر شب زندہ اٹھ گیا ہے۔وہ مرشد عالمؒ جو ساری زندگی دوسروں کا بوجھ اٹھاتے رہے۔آج ان کا اپنا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا۔کوئی کندھا دینے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔کوئی کندھا دیکر پیچھے ہٹ رہا تھا۔مگر آگے بڑھنے والا اور پیچھے ہٹنے والا دونوں رو رہے تھے۔آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔اسی کیفیت میں جنازہ گورنمنٹ کالج کے وسیع وعریض گراونڈ میں لے جایا گیا۔کثیر تعداد میں مشاہیر حضرات، مشائخ عظام، علمائے کرام اور عمائدین ملت نے جنازہ میں شرکت کی۔نماز جنازہ صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب قاسمیؒ نے پڑھائی۔چکوال کے درودیوار نے اتنا بڑا جنازہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔بات یہ تھی کہ عام طور پر جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے جبکہ بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا جنازہ پڑھ لینے سے پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔آپ کا شمار ان ہی مبارک ہستیوں میں سے تھا۔

مجالس حبیب کے بارے میں مرشد عالم کا ارشاد

حضرت مرشد عالمؒ اکثر فرماتے تھے کہ مجالس حبیب میں روحانیت ہی روحانیت ہے۔ایک مرتبہ چکوال کے سالانہ اجتماع پر حضرت مرشد عالمؒ نے فرمایا ''سنو: مجالس حبیب کے فقط چند نسخے ہیں ابھی تو مولانا احمد علی صاحب کراچی سے لے آئے ہیں، اور یہ کتاب بالکل ہاتھوں ہاتھ بک چکی ہے۔اور باہر کے ملکوں میں اس کی بڑی مانگ ہے۔ہم تو اس کو لے کر نہیں جاسکتے اور وہ مطالبہ کرتے ہیں۔لہٰذا جو اپنے ساتھی ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کو ضرور لے جائیں۔اس کتاب میں تعویذات اور عملیات بھی ہیں کہ فلاں کلام پڑھو......فلاں...... یہ، فلاں وہ...... جو بھی آدمی عمل کرے کوئی دم درود، جس کو کہتے ہو جھاڑ پھونک، چھو چھو، اس کے

لئے سب آدمیوں کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ جو بھی کتاب لے جائے گا اس کو تعویذات کی بھی اجازت ہوگی مگر عامل نہ بننا کامل بننا''۔(حیات حبیب ص: ۷۰۳)

مرتبِ مجالس حبیب کے مختصر احوال

(حضرت مولانا احمد علی پنجگوری دامت برکاتہم کراچی)

(از حیاتِ حبیب ص: ۷۰۴)

حضرت مولانا احمد علی نقشبندی ...... حبیبی ...... ایرانی ...... دھانی ...... ثم پنجگوری ...... ثم کراچی ...... کے والد گرامی کا نام شاہ درست ہے۔ آپ ایران کے شریف بلوچ خاندان سے ہیں جو ''دھیانی (حکمران) کے لقب سے مشہور ہے۔ آپ کے داداجان کا تعلق سراوان سے ...... ناناجان کا تعلق جعلک سے ...... اور نانی جان کا تعلق آسکان سے تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۴۵ء میں پنجگور بلوچستان میں ہوئی۔ آپ نے ساتویں کلاس تک سکول کی تعلیم ۱۹۶۲ء تک حاصل کرلی۔ قرآن پاک اور فارسی کی تعلیم دکھنی مسجد میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب سے حاصل کی۔ دینی تعلیم کے لئے ۱۹۶۳ء میں جامع العلوم اسلامیہ بنوری ٹاون کراچی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۰ء میں دورہ حدیث کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے استاذ میں حضرت مولانا یوسف بنوریؒ حضرت مولانا ولی حسن صاحب ٹونکی، حضرت مولانا محمد صاحب سوات، حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھی ،حضرت مولانا بدیع الزماں صاحب اور حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ایک مثالی طالب علم کی طرح نہایت رغبت و استقامت سے تعلیم حاصل کی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد حامد صاحب برادر کلاں حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نے آپ کے متعلق فرمایا ''ایسا طالب علم نہ آیا ہے نہ آئے گا'' کبھی غیر حاضری نہیں کی۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب بلوچ خلیفہ مجاز امام العلماء والصلحاء حضرت خواجہ عبد

المالک صدیقیؒ کے زیر اہتمام مدرسہ اسلامیہ عربیہ احرار الاسلام کراچی میں ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۰ء تک آپ نے تدریس کا کام سرانجام دیا۔ آپ نے موقوف علیہ درس نظامی کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۸۱ء دکھنی مسجد پاکستان چوک کراچی میں امامت و خطابت کا کام سنبھالا جو تاحال جاری ہے۔

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی صاحبزادی کی تقریب نکاح کے موقع پر آپ کو حضرت مرشد عالم صاحب سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت مرشد عالم صاحبؒ نے وعظ فرمایا۔ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ"

پھر ان آیات کی تائید میں مزید آیات کی بارش شروع ہوئی۔ حضرتؒ کا بیان اتنا پر لطف اور رقت آمیز تھا کہ آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ بدن میں کپکپی پیدا ہوئی۔ بیان کے بعد آپ نے حضرت مولانا محمد فہیم صاحب سے بیعت کے متعلق تذکرہ کیا۔ موصوف نے کہا کہ اب تو رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے۔ صبح حضرت مرشد عالمؒ کے قیام گاہ پر حاضر ہوں گے۔ آپ ساری رات مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے رہے۔ بقیہ رات بے چینی میں گزری۔ صبح آپ بہادر آباد حاضر ہو کر حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے اور یوں ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔

آپ نے شروع ہی سے حضرت مرشد عالمؒ کے ملفوظات جمع کرنے شروع کر دیئے تھے۔ مختلف مجالس اور محافل میں جہاں آپ حضرت مرشد عالمؒ کا بیان سنتے وہیں ساتھ ہی اسے قرطاس ابیض پر بھی منتقل کر دیتے۔ نقشبندی اجتماع کے موقع پر بیس (۲۰) اپریل ۱۹۸۵ء بمطابق ۱۹ / رجب المرجب بوقت سوا پانچ قبل از عصر حضرت مولانا مرشد عالمؒ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ایک موقع پر حضرت مرشد عالمؒ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا "یہ ہے پنجگوری جس کا قلب ہے نوری"۔

جنوری ۱۹۸۹ء میں بعد نماز فجر حضرت مرشد عالمؒ نے دکھنی مسجد میں درس قرآن

دیتے ہوئے فرمایا یہ تمہارا امام اگرچہ امیر نہیں غریب ہے سرمایہ دار نہیں دیندار ہے مگر یہ ولی ہے میرا خلیفہ قائم مقام ہے۔کیا کوئی بادشاہ کسی نا اہل و نالائق کو قائم مقام بنا سکتا ہے؟ یہ تمہارا امام ہے اس کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ، اللہ کا ہاتھ ہے۔تم ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر توبہ و تائب ہوجاؤ۔تمہیں کیا معلوم کہ تمہارا امام کون ہے؟ جہاں چراغ ہوتا ہے اس کے نیچے ہمیشہ اندھیرا ہوتا ہے۔اور دور دراز میں اس کی روشنی پھیل جاتی ہے۔یہ تمہارا امام چراغ ہے اس کی روشنی سے فائدہ اٹھاؤ''۔(تجلیات مرشد عالمؒ ص:۲۵) آپ صاحب نسبت اور صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب قلم بھی ہیں۔آپ کی کتب کی تفصیلات درج ذیل ہے۔

(۱) ارکان اسلام: آپ نے تخصص فی الفقہ کے دوران حضرت مولانا محمد اسحاق سندھیلوی مدظلہ کی سرپرستی میں یہ کتاب لکھی۔

(۲) انتخاب الجواہر: یہ کتاب ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی تفسیر جواہر القرآن کا لب لباب ہے۔

(۳) سنن المرسلین: یعنی ڈاڑھی اور انبیائے علیہم السلام کی سنتیں۔یہ کتاب ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) مجالس حبیب مسمی بہ ارشاد المرشد: حضرت مولانا مرشد عالم صاحبؒ کے ملفوظات کا بیش بہا مجموعہ۔

(۵) حجۃ القاطعہ علی المسائل الخلافیہ: ۱۰۰۸ صفحات کی ضخیم کتاب کئی مسائل کے جوابات پر مشتمل ہے۔

(۶) نصیحت بشکل وصیت (رسالہ) یعنی وصیت نامہ۔

(۷) گلدستہ چہل احادیث النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۸) حقوق الوالدین۔

(۹) جواہر السلوک۔

(۱۰) مجالس ذکر۔

(۱۱) وسیلۃ الصلحاء۔

(۱۲) صحبتہ الاولیاء۔

(۱۳) ثبوت ایصالِ ثواب۔

(۱۴) تجلیات مرشد عالم۔اس معرکتہ الآراء کتاب میں عاشق قرآن .....داعی قرائن .....ناشر قرآن .....مبلغ قرآن .....قاری قرآن .....حامل قرآن ..... ماہر علوم ورموز قرآنیہ حضرت مولانا الحاج الحافظ پیر غلام حبیب صاحب نقشبندی مرشد عالمؒ کی پوری زندگی کی جھلکیاں۔حسین یادگاریں سیرت وصورت اور کردار ومکتوبات کو پیش کیا گیا ہے۔

آپ نے حضرت مرشاد عالمؒ کی معیت میں پنج گور تربیت اور کوئٹہ کا تبلیغی سفر بھی کیا ہے اور پورے علاقہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیضان کو پہنچایا۔

پس سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(حیاتِ حبیب ص: ۷۰۴)

تمت بالخیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ کتاب

از مرتب

تعریف علم تصوف

هُوَ عِلۡمٌ تُعۡرَفُ بِهٖ اَحۡوَالُ تَزۡكِيَةِ النَّفۡس و تَصۡفيَةِ الۡقُلُوبِ وَتعمِيۡرِ الظَّاهِرِ وَالباطنِ لِنَيۡلِ السَّعَادَةِ الاَبَدِيَّة۔

ترجمہ: مشائخ تصوّف فرماتے ہیں کہ تصوف اس علم کا نام ہے، جس سے تزکیۂ نفس، صفائی قلب اور تعمیرِ ظاہر و باطن کی تدابیر معلوم ہوتی ہیں، تاکہ اس پر عمل کر کے سعادتِ ابدی حاصل ہو اور **قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا** کے وعدے کے مطابق فلاح حاصل ہو۔

موضوع علم تصوّف

فنا فی اللہ اور ماسوی اللہ کو قلب سے نکالنا؛ تاکہ دل میں اللہ ہی اللہ رہے۔

غرض علم تصوّف

فَوۡزُ الدّارَيۡن یعنی دنیا اور آخرت کی کامیابی۔

بعض علماء کرام سے علم تصوّف کی تعریف کے بارے میں ایک دوسرا قول بھی منقول ہے، وہ یہ ہے:

علم تصوّف کی دوسری تعریف

تصوّف وہ علم ہے جس میں حقائقِ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کی نسبت بحث ہوتی

ہےاوراس میں ایسے اعمال واشغال کا ذکر ہوجن سے تزکیۂ باطن ہوتا ہے، جووصول الی اللہ کا ذریعہ بن جائے۔

یایوں کہئے کہ تصوف ایک ایسا مستنبط من القرآن والحدیث راستہ ہے، جوافراط و تفریط کے عین درمیان واقع ہے، جسے صراط مستقیم کہا جاتا ہےاوراس پر چلنے سے انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

موضوع علم تصوّف

ذات وصفاتِ الٰہی ہے۔

غرض علم تصوف

معرفتِ الٰہی ہے، جس کے لئے حضرت انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

حاصل تصوف، تسکین قلبی

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تصوف کہاں سے ثابت ہے؟ تو سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن پاک میں صاف اس کا ثبوت موجود ہے، واضح الفاظ میں ارشاد ہے **اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ** (پ۹ سورۂ انفال ع ۲) فرمایا: غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مرعوب دلوں کی تسلّی کے لئے اُن پر اونگھ طاری کردی، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائیں اوران کو اطمینانِ قلب نصیب ہو، جب ان پر اونگھ طاری کردی گئ تو اسی اونگھ میں ان کو اللہ تعالیٰ نے تسکینِ قلب سے نوازا اور کفّار کا رُعب ان کے قلوب سے نکال دیا۔ فرمایا کہ یہی تصوّف ہے کہ میدانِ جہاد میں اُن پر اُونگھ طاری کردی تاکہ ایسے سنگین موقع پر بھی ان کو سکونِ قلبی حاصل ہو۔ گویا سکون قلبی، حاصل تصوف ہے۔

اقسام علوم

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ۰ (الحدیث)

ترجمہ: علم کی تلاش ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسا علم ہے جس کی تلاش لازم اور ضروری ہے؟ اور درستیٔ عبادت کے لئے کتنے علم کی ضرورت ہے؟ تمہارے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن علوم کا طلب فرض ہے وہ تین قسم کے ہیں:

(۱) علم توحید (۲) علمِ سِرّ یعنی جس علم کا تعلق دل اور دل کے متعلقات سے ہے (۳) علمِ شریعت۔ لیکن ان تینوں علوم سے اتنی مقدار حاصل کرنا لازم اور ضروری ہے جس سے ضروری امور کی پوری معرفت اور یقین ہوجائے۔

سلاسلِ اربعہ پر اعتراض

بعض نادان اور جُہّال، نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے اشغالِ مخصوصہ، صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے، لہٰذا یہ اشغال بدعت سیّئہ ہوئے۔

اعتراض کا جواب

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس کا ایسا جواب دیا ہے کہ ناقدین کے شُبہات کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جن مقاصد کے واسطے اولیاء طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ نے اشغال مقرر کئے ہیں وہ مقاصد زمانۂ رسالت سے اب تک چلے آرہے ہیں، گو ان کی تحصیل کے طریق مختلف ہیں، تو فی الواقع اولیاء طریقت، مجتہدینِ شریعت کے مانند ہوئے۔ مجتہدینِ شریعت نے استنباطِ احکامِ ظاہر کی تحصیل کے قواعد مقرر کئے، جیسے

شریعت کہتے ہیں اور اولیاء طریقت نے باطنِ شریعت کی تحصیل کے لئے قواعد مقرر فرمائے، جس کو طریقت کہتے ہیں۔

لہٰذا تصوف کے باب میں، ان اشغال کو بدعتِ سیّئہ گمان کرنا سراسر غلط ہے، البتہ اتنی بات ہے کہ حضراتِ صحابہؓ کو بسبب صفائے طبیعت اور حضورِ خورشیدِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحصیلِ نسبت میں ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی، بخلاف متأخرین کے، کہ ان کو بسبب بُعدِ زمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اشغالِ مذکورہ کی حاجت ہوئی۔ جیسے صحابۂ کرام کو قرآن اور حدیث کے فہم میں قواعد صرف ونحو کے حصول کی حاجت نہ تھی اور اہل عجم اور بالفعل عرب اس کے محتاج ہیں۔ مثال اس کی ایسی ہے کہ جب تک آفتاب نکلا ہوا ہو، ہر چیز روشن ہوتی ہے، انسان ہر چیز دیکھ سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو حاجت روشنی کی ہوتی ہے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں آفتاب رسالت طلوع تھا، اس لئے کچھ حاجت اشغال کی حضور مع اللہ کے لئے نہ تھی فقط جمال باکمال پر ایک نظر ڈالنے سے وہ کچھ حاصل ہوتا تھا جو کہ اب چلّوں اور مراقبوں سے بھی حاصل نہیں ہو پاتا اور اب چونکہ وہ آفتابِ عالم غروب ہو گیا اس لئے ان اشغال کی حاجت پڑی، کاش کہ سب حضرات اسے حاصل کئے ہوتے۔

دین کے اصولِ اربعہ

دین کے اصولِ اربعہ یہ ہیں: (۱) شریعت (۲) طریقت (۳) حقیقت (۴) معرفت ہر ایک کی تعریف علیحدہ علیحدہ ملاحظہ فرمائیں۔

شریعت کی اہمیت

شریعت کیا چیز ہے؟ شریعت مجموعہ ہے کلام الٰہی اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کا۔

طریقت کیا چیز ہے؟

طریقت اور تصوّف در اصل ایک ہی چیز ہیں، طریقت اور تصوّف فرامین خداوندی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کرنے کا نام ہے۔طریقت وتصوّف کی روح، عمل ہے اور یہ عینِ شریعت ہے، غیر شریعت نہیں جیسا کہ بعض لوگ طریقت وتصوّف کو زائد از شریعت سمجھتے ہیں۔

حقیقت کیا چیز ہے؟

اَلْاِخْلَاصُ فِی الْعَمَلِ عمل میں اخلاص پیدا ہو جائے۔صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہو، ریا اور دکھلاوا نہ ہو۔

معرفت کیا چیز ہے؟

معرفت دیدارِ حق ہے۔ ہمارے اکابرین، بزرگانِ دین فرماتے ہیں: **مَنْ لاَ حَظَّ لَهٗ فِی الشَّرِیْعَةِ لاَ حَظَّ لَهٗ فی الطَّرِیْقَةِ، وَمَنْ لاَ حَظَّ لَهٗ فی الطَّرِیْقَةِ لاَ حَظَّ لَهٗ فی الْحَقِیْقَةِ وَمَنْ لاَ حَظَّ لَهٗ فِی الْحَقِیْقَةِ لاَ حَظَّ لَهٗ فِی الْمَعْرِفَةِ فَالْمَعْرِفَةُ ثَمَرَةُ الْحَقِیْقَةِ وَالْحَقِیْقَةُ ثَمَرَةُ الطَّرِیْقَةِ وَالطَّرِیْقَةُ ثَمَرَةُ الشَّرِیْعَةِ وَالشَّرِیْعَةُ اَصْلُهَا وَاَسَاسُهَا•**

یعنی جس نے شریعت پر عمل کر کے لُطف نہ اٹھایا، اُس نے طریقت کا لطف نہ اٹھایا، جس نے طریقت پر چل کر حظ و حصّہ حاصل نہ کیا اس کا حقیقت میں کچھ حصہ نہیں، جس نے حقیقت حاصل کر کے لطف نہ اٹھایا اسے معرفت کا مزہ نصیب نہ ہوا۔ پس معرفت حقیقت کا پھل ہے اور حقیقت طریقت کا پھل ہے اور طریقت شریعت کا پھل ہے اور شریعت ان سب کی اصل اور بنیاد ہے۔تو اصل چیز شریعت ہے باقی سب اُس کے نتائج ہیں۔

روح شریعت وطریقت

شریعت کی روح علم ہے اور جہل (بے علمی) موت ہے اور علم کی روح عمل ہے اور عمل کی روح اخلاص ہے اور اخلاص کی بھی روح ہے اور وہ ہے **عدم رؤیۃ الاخلاص فی اخلاصہ** جو نہایت درجہ کا مخلص ہو وہ اپنے آپ کو مخلص نہ سمجھے۔ اسی لئے بزرگانِ دین اور اکابرینِ ملّت، ریاضات، مجاہدات اور کمالات کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ہمارے اندر کچھ نہیں اور ہم تو کچھ بھی نہیں، اور بزبان قال وحال فرماتے ہیں:

نیستئ ما باعثِ ہستئ ما پستئ ما باعثِ سربلندئ ما

نیستئ ما باعثِ ہستئ ما پستئ ما باعثِ سربلندئ ما

جب تک عمل میں اخلاص کی روح نہ ہو وہ عمل غیر مقبول ہے۔

مقصد طریقت

حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ فرماتے ہیں کہ طریقت ہمارے پاس لوگوں کو شریعت کی طرف لانے کے لئے جال ہے۔ شکاری جال ڈالتا ہے، اس میں کچھ مچھلیاں پھنس جاتی ہیں اور کچھ نکل بھی جاتی ہیں، جو پھنس جاتی ہیں ان کا پیٹ چاک کیا جاتا ہے، نجاست نکالی جاتی ہے اور پھر اپنے کام میں لائی جاتی ہیں۔ اسی طرح جب طالب، طریقت کے جال میں پھنس جاتا ہے، تو اس کے سینہ سے تمام غیر شرعی، نفسانی خواہشات اور کدورات کو ذکرِ الٰہی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اور اسے شریعت پر چلنے کے لئے آمادہ کیا جاتا ہے، کرامات دیکھنا دکھانا مقصود نہیں، ہوا میں اُڑنا اُڑانا بھی مقصود نہیں، مقصد صرف لوگوں کو شریعتِ مقدّس پر چلانا ہے۔

زندگی کے مقاصد

بزرگانِ دین فرماتے ہیں، زندگی کا مقصد، تین چیزیں ہیں:

(۱) ذکرِ حق (۲) فکرِ حق (۳) رضائے حق

ذکر، زبان سے اور فکر، دل سے کیا جاتا ہے اور ان دونوں کا مقصد، اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتا ہے۔

اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کو میں فرضِ عین قرار دیتا ہوں، کیونکہ اصلاحِ نفس، بدونِ صحبت اہل اللہ کے عادۃً محال ہے اور جب اصلاحِ نفس فرض ہے تو فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے، بھلا فرض کا موقوف علیہ، کیونکر فرض نہ ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح فرض عین ہے اور دوسروں کو تبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے، جو پوری جماعت میں سے چند افراد کے ادا کرنے سے، بقیہ لوگ بری الذمہ اور سبکدوش ہو جاتے ہیں، اسی طرح سے جسمانی امراض کا علاج، سنّتِ مؤکّدہ ہے اور روحانی امراض کا علاج فرض عین ہے، حالانکہ لوگ جسمانی امراض کے علاج کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں؛ مگر روحانی علاج کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ اہل اللہ کی صحبتوں کی برکات سے انسان ہزاروں گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے

ہر گناہ زنگیست بر مرآۃ دل
دل شود ز زنگہا خوار و خجل

ترجمہ: ہر گناہ سے دل کے آئینہ پر زنگ لگتا ہے اور دل اس کے زنگ سے ذلیل اور شرمندہ ہوجاتا ہے۔

چون زیادت گشت دل را تیرگی
نفسِ دُون را بیش گردد خیرگی

(رومیؒ)

ترجمہ: جب دل میں گناہوں سے تاریکی بڑھ جاتی ہے، تو ذلیل نفس کی حیرانی اور گمراہی نہایت زیادہ ہوجاتی ہے۔

البتہ اگر توبہ کرلے تو پھر تاریکی صاف ہوجاتی ہے، توبہ سے گناہوں کے نقصان کی تلافی ہوجاتی ہے، ہر گناہ سے دل کا سکون چھن جاتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ اے لوگو! اپنی صف درست کرلو، ورنہ تمہاری صفوں کی کجی سے تمہارے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا ہوجائے گا۔ معلوم ہوا کہ باطن پر ظاہر کا اثر پڑتا ہے۔

اہل اللہ امیر اور ہم غریب

ہم دین کے غریب اس سبب سے ہیں کہ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ، گناہ کرکے جمع شدہ نور ضائع بھی کرتے رہتے ہیں اور اولیاء اللہ دین کے امیر اس لئے ہیں کہ ان کے پاس انوار جمع ہی ہوتے رہتے ہیں، کیونکہ گناہوں سے وہ محتاط رہتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا تقویٰ

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ، ٹرین کا جب میل ہوتا تھا، تو دوسری ٹرین کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے کہ کہیں کسی ڈبّے میں، کسی بے پردہ عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔ اللہ اکبر! کیا تقویٰ تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی پاکیزہ قلب شخصیت کے لئے جب حکم صادر فرمایا گیا، کہ اے علیؓ اچانک نظر کے بعد دوسری نظر بھی نہ کرنا، کیونکہ پہلی نظر تو اچانک ہونے سے معاف ہے، مگر دوسری نظر جو قصد و ارادہ سے ہوگی وہ حرام ہے۔ آج وہ لوگ اس روایت سے سبق حاصل کریں جو کہتے ہیں کہ ہمارا دل تو صاف اور پاک ہے، ہم بُری نیّت سے نہیں دیکھتے ہیں یہ تو حضرت علیؓ سے زیادہ مقدس ہونے کا در پردہ دعویٰ ہے یا پھر جہل مرکب اور نفس کے دام میں پھنسے ہیں۔

برکاتِ تقویٰ

تقویٰ بڑی ہی قیمتی نعمت و دولت اور برکت کی چیز ہے، ولایت کا مدار، اسی پر ہے۔ قرآن پاک میں ولی کی تعریف متّقی سے فرمائی گئی ہے، ان کے قلوب میں اسی سبب سے ہر وقت اطمینان اور سکون بھرا ہوتا ہے، حتی کہ جو اُن کے پاس بیٹھ جاتا ہے اُسے بھی ان کے سکون کے عکس سے سکون محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے گرمی سے پریشان کوئی شخص، سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔**

ذکر اللہ سے دلوں کو سکون عطا ہوتا ہے، اطمینانِ قلب اور کہیں میسّر نہیں ہو سکتا، اگر اطمینانِ قلب چاہتے ہو تو قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد بسالو، یہ بات تو نہیں کہ ذکر شروع کرتے ہی اطمینان کا کامل درجہ حاصل ہو جائے گا۔ بلکہ یہ سبب ہے اطمینان کا تو جتنا ذکر بڑھے گا، اتنا ہی اطمینان کا درجہ بڑھے گا، جب ذکر کامل ہو جائے گا تو اطمینان بھی کامل ہو جائے گا، پھر جب اس دولت سے مشرف ہوں گے، تو مرتے وقت ارشاد ہوگا:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (پ/۳۰ سورۃ الفجر)

ترجمہ: (جو اللہ کے فرمانبردار تھے، ان کو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح، تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش (پھر ادھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا (کہ یہ بھی نعمتِ روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

خلاصہ یہ کہ اے جان اطمینان والی! جس کو ذکر اللہ میں چین آتا تھا، آجا اپنے رب کی طرف اور لفظ **اِرْجِعِیْ** میں ایک لطیفہ ہے یعنی اس میں اشارہ ہے کہ تم خدا ہی کے پاس تھے دنیا میں آکر اجنبیوں میں مبتلا ہو گئے، تمہارا مرنا تو اصل کی طرف واپس جانا ہے۔ پس دنیا میں آخرت کی فکر سے غافل مت رہو، کیونکہ جہاں سے آئے تھے وہاں ہی لوٹ کر جانا ہے۔ یہاں سے لوٹ کر وہاں جاؤ تو کس طرح جاؤ؟ جس طرح آگے اس نفس سے خطاب میں فرماتے ہیں **رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً** یعنی تم اللہ تعالیٰ سے راضی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے: **فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ** یعنی اے نفسِ مطمئنہ! میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور داخل ہوجا میری جنت میں۔

حق تعالیٰ نے یہاں دو ثمرے ذکر فرمائے ہیں، خاص بندوں میں شامل ہونا اور جنت میں داخل ہونا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز خاص بندوں میں شامل ہونا ہے جس کی بدولت جنت ملے گی، اس جگہ اشارۃً یہ بات بھی ظاہر فرما دی کہ اگر ہمارے خاص بندوں کے ساتھ لگے لپٹے رہو گے، تو جنت میں داخل ہونا نصیب ہو جائے گا۔ اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر مَلَک باشد سیہ ہستش ورق

یعنی خدا اور اس کے خاص لوگوں کی مہربانی کے بغیر، اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا ورق سیاہ رہے گا۔

یار باید راہ را تنہا مرو

بعض لوگ اس غرّہ (دھوکہ) میں ہوتے ہیں کہ کتابیں دیکھ کر ہم اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ کتابوں میں سب طریقے مذکور ہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے، واقفانِ فن اور اہلِ تجربہ سب اس پر متفق ہیں کہ عادۃً ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، بدون ماہرِ فن، شیخِ کامل کے آدمی اپنی اصلاح آپ نہیں کرسکتا، کتابیں دیکھ کر ''تربیتِ باطن'' تو بڑی چیز ہے، دنیا ہی میں نظیریں دیکھ لو بلا استاد کے کوئی فن نہیں آسکتا، اسی طرح بدونِ شیخ کے تربیتِ باطن ہو ہی نہیں سکتی۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

یار باید راہ را تنہا مرو
از سرِ خود اندریں صحرا مرو

یعنی کوئی رفیق ڈھونڈھو، بدونِ رہبر اس صحرا میں قدم مت رکھو۔

ہر کہ تنہا نادر ایں راہ را بُرید ہم بعونِ ہمّتِ مردان رسید

یعنی اگر شاذ و نادر کسی نے اس راہ کو تنہا قطع بھی کرلیا، تو یہ محض ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ دراصل کسی نہ کسی مردِ خدا کی توجّہ اس کے ساتھ رہی ہے۔

پیر، روحانی طبیب ہوتا ہے

یہاں کسی کو مجبور نہیں کیا جارہا کہ وہ کسی بزرگ کا مرید بنے، البتہ بیعت برکت کی چیز ضرور ہے، اس سے انکار نہیں۔ اصل چیز محبت اور اِتّباع ہے، اس کے ہوتے ہوئے اگر عمر بھر مُرید نہ ہو تو مطلقاً حاجت نہیں، لیکن کسی محقق سے تعلق ضرور پیدا کرے، اگر منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہتے ہو تو پہلے راستہ ڈھونڈو، اول تو بعض لوگ تعلق ہی پیدا نہیں کرتے، اور بعضے تعلق پیدا بھی کرتے ہیں تو اس قدر کہ مرید ہوگئے۔ بس اسی کو کافی سمجھتے ہیں، رہا ذکر

شغل اور اصلاحِ نفس وغیرہ، تو اس کو پیر کے ذمہ سمجھتے ہیں، گویا جس کو استاد بنایا اُسی کے ذمّہ سبق یاد کرنا رہا۔ اسے سمجھنے کے لئے بزرگوں نے ایک مثال پیش کی ہے، وہ یہ کہ پیر اور مرید کا تعلق بالکل طبیب اور مریض کا سا ہے، مریض اگر طبیب سے کہہ دے کہ میں آج سے تمہارا مریض ہوں اور طبیب اس سے اقرار کرے کہ میں آج سے تیرا طبیب ہوں، تو کیا اس عہد و پیمان سے ہی مریض کو شفا حاصل ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں، علاج تو کرانا ہی ہوگا، بلکہ مریض کو چاہئے کہ بار بار اپنے حالات طبیب کو بتلاوے، تاکہ صحیح طریقہ سے اس کا علاج ہو سکے، اسی طرح پیر سے بھی اپنے حالات بیان کرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پیر کے سامنے اپنا اصلی مرض بھی بیان کردو، بلکہ خود سے بیان کرنا چاہئے، اس بات کا انتظار نہ ہو کہ پیر صاحب پوچھے یا کشف سے معلوم کرلے، سب کام طریقے سے ہوا کرتے ہیں۔

غرض **فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ** میں جو خاص بندوں کے ساتھ شامل ہونے کا ذکر ہے تو اس کے حصول کا طریقہ یہ ہے جو آپ کے سامنے بیان ہوا ہے۔

یار جس حال میں رکھے وہ حال اچھا ہے

خلاصہ یہ ہوا کہ سارے چین حالی، قالی، مالی، ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی، دنیوی و اُخروی اگر حاصل ہیں تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والوں کو۔ افلاس میں بھی راضی، مرض میں بھی راضی، تکلیف میں بھی راضی، مصیبت میں بھی راضی، غرض تمام حالات میں راضی، کسی حالت میں ناراض نہیں، اللہ والے سب ہر حالت میں قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں بلکہ مصیبت میں بھی لطف اُٹھاتے ہیں۔ بزرگانِ دین کے متعلق کیا ہی اچھا کہا گیا ہے:

وَاَهْلُ اللَّيْلِ فِیْ لَيْلِهِمْ
اَلَذُّ مِنْ اَهْلِ اللَّهْوِ فِیْ لَهْوِهِمْ

یعنی اہل اللہ جوفِ لیل میں اُٹھ کر ذکرِ الٰہی میں مست ہوکر، وہ لطف اٹھاتے ہیں کہ اہل لہو کو اپنے لہو میں اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونے سے جو لطف حاصل ہوتا ہے اگر اس لطف کا پتہ سلاطین کو ہو جاتا تو وہ اُسے حاصل کرنے کے لئے فوج کشی کرتے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

راہِ سلوک کے دو اہم اسباب

حضرت مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ راقم کے استاذِ مکرّم، ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں۔ ہمت اور دُعا۔ آگے ایک تیسری چیز اور ہے یعنی بھاپ، تیز رفتاری اور دوام کے لئے بھاپ کی ضرورت ہے، ورنہ کچھ دور چل کر گاڑی بند ہو جائے گی، اور بھاپ یعنی کسی اللہ والے سے تعلق رکھنا، اگر کسی محبت والے کے ساتھ تعلق قائم کرلیا تو یہ پہیئے اتنے تیز چلنے لگتے ہیں کہ ان کے روکنے کے لئے بریکیں لگانی پڑتی ہیں، تو پہلے کوشش کرے، اسبابِ رضائے مولیٰ بھی اختیار کرے، ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے رہے، اہل اللہ کی صحبت بھی اختیار کرے کہ اس سے بھاپ بنے گا اور پھر ہماری گاڑی چلنے لگے گی، بلکہ بہت جلد منزل پر پہونچ جائے گی۔

دعا کے ساتھ تدبیر بھی ضروری ہے

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے ایک شخص اولاد کے لئے ایک عرصے تک دعا کراتا رہا، بعد میں حضرت کو معلوم ہوا کہ اُس نے تو نکاح بھی نہیں کیا تو

بہت ڈانٹا کہ ظالم نکاح کے بغیر ہی اولاد کی دعا کراتا رہا، کیا تیرے پیٹ سے بچہ نکلے گا۔ اسی طرح ہم لوگ اسبابِ رضائے حق کی نہ تو فکر کرتے ہیں اور نہ ضد رضا کے اسباب سے بچنے کی فکر کرتے ہیں، دعا اور تدبیر دونوں کی ضرورت ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا واقعہ

کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس بادشاہ کا ایک وزیر آیا اور کہا کہ میرے لئے آپ دعا فرمائیں کہ میں حبشہ کے بادشاہ کی خدمت کرتا اور اس کا بھلا چاہتا ہوں اور اس کی خفگی اور سزا سے ڈرتا ہوں، ذوالنون مصریؒ یہ سن کر بہت روئے اور کہا کہ اگر میں خدائے تعالیٰ سے اتنا ڈرتا، جتنا کہ وزیر اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے تو میں صدّیقوں میں سے ہوتا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

گر نبودے امید راحت و رنج
پائے درویش بر فلک بودے
گر وزیر از خدا بترسیدے
ہمچنان کز مَلِک مَلَک بودے

خدا کے حکموں پر نہ چلنا دو باتوں سے خالی نہیں، یا شرعی خبروں کو جھوٹا جانتا ہے اور یقین نہیں کرتا یا خدائے تعالیٰ کی بزرگی اور شان، دنیا داروں کی شان کی نسبت، اس کو بہت ادنیٰ نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو احکام اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین

ایک کلیہ

اوہام وشکوک اور وساوس وخطرات کے سلسلہ میں سب سے پہلے مندرجۂ ذیل کلّیہ خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ نفس وشیطان کے گناہ کرانے میں اکثر فرق یہ ہے

کہ اگر بار بار ایک گناہ کا تقاضا ہو، تو یہ نفس کی جانب سے ہے اور اگر ایک قسم کے گناہ کا تقاضا ہو پھر اس سے رُک جانے کے بعد دوسری قسم کے گناہ کا تقاضا ہو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے، کیونکہ شیطان کو تو مقصود صرف گناہ کرانا ہے، چاہے کوئی بھی گناہ ہو، بس وہ تو خوش! شیطان کو تو اس میں کوئی حظّ و لطف نہیں کہ اسے کسی معیّن گناہ پر اصرار ہو، بخلاف نفس کے، کہ اس میں اس کو حظّ و لطف ہوتا ہے، کیونکہ نفس مُبہج ہے، شیطان صرف مشورہ دیتا ہے، جیسے **اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ** سے ثابت ہے کہ شیطان گناہ کرانے پر مشورہ اور دعوت دیتا ہے، نفس باقاعدہ آمادہ کرتا ہے، اصل علاج یہی ہے کہ معاصی میں تقاضۂ نفس کو ترک کیا جائے۔

مصیبت اور انقباض

جس مصیبت اور انقباض سے پریشانی و بے چینی بڑھنے لگے وہ تو گناہ کی وجہ سے ہے اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو، تسلیم و رضا زیادہ ہو، وہ حقیقت میں مصیبت نہیں گو صورت مصیبت کی ہو، اور صورتِ مصیبت، رفعِ درجات اور امتحانِ محبّت کے واسطے بھی ہوتی ہے۔ چونکہ نفس پر نماز شاق ہے، اس لئے نفس نماز پڑھنے سے گھبرائے گا کہ کہاں کی علّت لگ گئی ہاں البتہ تعلق مع اللہ قائم رہا تو شیطان بھی گناہ کرانا چھوڑ دیگا کہ میں اس سے مزید کیوں گناہ کراؤں۔

دین اور دنیا کی حاجتوں کے برآنے کا ذریعہ استغفار ہے۔

نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا

نبی علیہ السلام نے فرمایا: **اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللهِ** یعنی صحیح معنوں میں مجاہد وہ ہے جو خدا کے حکموں کے بجالانے میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ سے واپسی پر فرمایا: **رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ** کہ اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔ صحابہ

نے دریافت کیا کہ جہادِ اکبر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہوجاؤ! وہ نفس کے ساتھ جہاد ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو کافروں کے ساتھ جہاد کرنے پر بزرگی اور برتری دی ہے۔ بڑے جہاد سے مراد، اصلاحِ نفس ہے۔

ترغیب وترہیب

دنیا اصل میں آزمائش اور امتحان کا مقام ہے، اس کے ظاہر کو طرح طرح کی خوبصورتیوں سے سجایا اور چمکایا گیا ہے، دیکھنے میں میٹھی اور تروتازہ نظر آتی ہے، لیکن اصل میں عطر لگا ہوا مردار، مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا، پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر آلود، شکر ہے، اس کا باطن بالکل خراب اور بہت بُرا ہے اور بے حد گندہ ہوتا ہے، اس کا معاملہ دنیا والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے، اس کا چاہنے والا جادو کا مارا ہے، جو اس میں پھنسا اس نے دھوکہ کھایا اور وہ دیوانہ ہے، جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھاٹا اس کے ہاتھ آیا اور جس نے اس کی مٹھاس اور تروتازگی پر نظر کی، ہمیشگی کی شرمندگی اسے نصیب ہوئی۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **مَا الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃُ اِلاَّ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحدٰھُمَا سَخِطَتِ الاُخریٰ** یعنی دنیا اور آخرت آپس میں سوکن ہیں، اگر ایک راضی ہوگئی تو دوسری ناراض، پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوگئی اور آخرت سے بے نصیب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔

چیست دنیا از خُدا غافل شُدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

تو دنیا نام ہی ہے، خدا سے غفلت کا، پس زن و مال اور جان و ریاست، لہوولعب اور بیہودہ کاروبار میں مشغول ہونا، سب خدائے تعالیٰ سے غافل کرنے والے ہیں اور یہ سب دنیا ہی میں داخل ہیں۔

سکندر اعظم کا واقعہ

نقل ہے کہ سکندر اعظم نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے دونوں ہاتھوں کو کفن سے باہر رکھنا۔لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا، اس لئے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں لئے جا رہا ہوں ؎

بے زری کا نہ کر گِلہ غافل — رکھ تسلّی کہ یوں مقدّر تھا

کتنے منعم جہاں میں گزرے — وقت رحلت کس کے لئے زر تھا

صاحبِ جاہ و شوکت و اقبال — دیکھ از آں جملہ اک سکندر تھا

تھی یہ سب کائنات زیرِ نگیں — ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا

لعل و یاقوت ہم زر و گوہر — چاہیئے جس قدر میسّر تھا

آخرِ کار جب جہاں سے چلا — ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

پس انسان کو عبرت کی آنکھ و نگاہ سے دیکھ کر غور و فکر کرنی چاہئے کہ ہمارے وہ ساتھی جو دنیا کے مال و دولت سے خوش تھے اور جنہوں نے دنیاوی کاموں کے پورا کرنے میں ایسی ایسی تدبیر کی ہیں کہ عقل دنگ اور فکر حیران رہ جاتی ہے وہ کہاں گئے، ان کے وجود کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ان کے حالات سے کوئی واقف نہیں۔تو،کل کو ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

قدیم ایرانی بادشاہ فریدون کا ذکر

بر طاقِ ایوانِ فریدون نوشتہ بود، یعنی فریدون بادشاہ کے محل کے دروازہ پر لکھا تھا، (فریدون ایران کے ایک بادشاہ کا نام ہے جو ضحّاک کو قتل کر کے بادشاہ بنا تھا) مثنوی

جہان اے برادر نماند بکس

دل اندر جہان آفرین بندو بس

ترجمہ: اے بھائی دنیا کسی کے ساتھ نہیں رہے گی۔دل صرف اور صرف خدا سے

ہی لگانا چاہئے۔

مکن تکیہ بر ملک و دنیا و پشت
کہ بسیار کس چوں تو پرورد و کُشت

ترجمہ: دنیا کے ملک پر بھروسہ نہ کر اور اس کے سہارے نہ رہ، کیونکہ دنیا نے بہت سے تجھ جیسے آدمی پرورش کر کے مار ڈالے۔

چو آہنگِ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مُردن چہ برروی خاک

ترجمہ: جب پاک جان جانے کا ارادہ کرے، تو خاک اور تخت پر مرنا دونوں برابر ہیں۔
خلاصہ یہ کہ یہ دنیا کسی کی دوست نہیں لہٰذا دنیا کے بجائے خدا سے ہی دل لگانا چاہئے۔

غزنی کے بادشاہ سلطان محمود کا ذکر

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خراسان کے بادشاہوں میں سے کسی نے سلطان محمود بن سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ اس کے جسم کے تمام حصے بکھر گئے ہیں اور خاک ہو چکے ہیں، مگر اس کی آنکھیں اسی طرح آنکھوں کے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں اور دیکھ رہی تھیں، تمام عقلمند اس خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز ہو گئے، ایک فقیر تھا جس نے تعبیر بتائی اور کہا کہ اس کی آنکھیں ابھی بھی دیکھ رہی ہیں کہ اس کا ملک دوسروں کے قبضے میں ہے۔

قطعہ

بسے نامور بزیرِ زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمین یک نشان نماند

ترجمہ: بہت سے نامور لوگ زمین کے نیچے دفن کئے گئے کہ اُن کی ہستی کا اب

زمین پر کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

آن پیر لاشہ را کہ سپردند زیرِ خاک
خاکش چنان بخورد کزو استخوان نماند

ترجمہ: اس بوڑھے کی لاش کو جو خاک کے نیچے دفن کیا، خاک نے اس کو ایسا کھایا کہ اس کی ہڈی بھی نہ رہی۔

زندہ است نامِ فرخ نوشیران بعدل
گرچہ بسے گزشت کہ نوشیروان نماند

ترجمہ: نوشیروان کا مبارک نام عدل کی وجہ سے زندہ ہے، اگرچہ بہت زمانہ گزر گیا کہ نوشیروان نہیں رہا۔

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ برآید کہ فلاں نماند

ترجمہ: اے فلاں شخص کوئی نیکی کر اور عمر کو غنیمت جان، اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ آج فلاں مر گیا۔

دنیا عبرت گاہ ہے

حقیقتِ دنیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ یہ ایک عبرت گاہ ہے، اس لئے حدیث میں ارشاد ہے **كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَاتَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ فَاِذَا اَمْسَيْتَ فَلَاتَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ•**

ترجمہ: دنیا میں تو اس طرح رہ گویا تو ایک مسافر ہے یا راستہ عبور کرنے والا ہے۔ جب تم نے صبح کی تو شام کا انتظار نہ کر اور جب شام کی تو صبح کا انتظار نہ کر۔

قطعہ

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے
تجھے پہلے بچپن میں برسوں کھلایا　　جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا　　اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اور یہاں کی حکومت ناپائیدار ہے، لہٰذا اس پر غرّہ کر کے کسی پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے۔

بیعتِ طریقت کی ضرورت

مرشدِ کامل کی بیعت کئے بغیر چارۂ کار نہیں، بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ نزدیک راستہ یہی ہے اور خدا تعالیٰ کا قانون بھی اسی طرح جاری ہے کہ، جس طرح انسان ظاہر کی خوبیوں اور ہنروں کو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل کر حاصل کرتا ہے اور کسی استاد کی شاگردی حاصل کئے بغیر کوئی فن آسانی اور صحیح طریقے سے نہیں سیکھ سکتا، برخلاف حیوانات کے کہ ان کے کمالات پیدائشی ہیں اور سیکھنے کے طور پر بہت کم حاصل کرتے ہیں، چنانچہ پانی میں تیرنا، حیوانات کا پیدائشی کمال ہے اور انسان کو بغیر سیکھے حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح انسان باطنی کمالات کو بھی پیر طریقت سے بیعت کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا۔ **(الاّ ماشاء اللہ)**

اور جو شخص ظاہری بیعت کے بغیر صاحبِ کمال ہوتا ہے، اس کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں ''اویسی'' کہتے ہیں۔ اگر چہ بظاہر کسی زندہ پیر سے اس کا بیعتی تعلق نہیں ہوتا، پھر بھی باطنی تعلق سے وہ بچا ہوا نہیں ہوتا۔

ایک چیونٹی کی حکایت

بیعت کا تعلق خدا تک پہونچنے کا آسان اور قریب ترین راستہ ہے، اس کو سمجھانے کے لئے بزرگوں نے ایک چیونٹی کی حکایت نقل کی ہے۔

ایک چیونٹی کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ میں خانہ کعبہ پہنچوں، مگر خانۂ کعبہ وہاں سے دور تھا، اُس چیونٹی نے اپنے دل میں سوچا کہ نہ تو میرے پَر ہیں اور نہ طاقت و سرمایہ ہے، اس عظمت والی جگہ میں جو خدائے تعالیٰ کی خاص تجلّیات اور انعامات کے وارد ہونے کی جگہ ہے، میں کس طرح پہنچ سکوں گی؟ اسی خیال میں تھی کہ اچانک ایک جگہ جہاں کوئی غلّہ گاہا گیا تھا، کبوتروں کا ایک غول دانے چُگنے میں مشغول ہوگیا، جب چُگنے سے فارغ ہوا تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چُگنا ہے جلدی چُگ لو، کیونکہ خانۂ کعبہ جہاں ہمیں پہنچ کر اپنے بچوں کی خبر لینی ہے، بہت دور ہے اور وقت بہت تھوڑا ہے، اگر بہت تیز اڑیں گے تو کہیں جا کر پہنچیں گے۔ چیونٹی بھی وہیں تھی اس نے موقع غنیمت جانا کہ اگر ان کا ساتھ حاصل ہو جائے تو میرا مطلب حاصل ہو جائے گا، اُن کے پَر ہیں اور پنجہ میرا، چنانچہ وہ جلدی سے اس کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گئی، کبوتر اسے اپنے ساتھ اُڑا لے گیا، جب سبھی کبوتر خانۂ کعبہ پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خانۂ کعبہ کی زیارت اور طوّاف کرلو، چیونٹی سمجھ گئی کہ میری مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کی، اس نے فوراً پنجہ چھوڑ دیا، یکا یک وہ دیکھتی ہے کہ خانۂ کعبہ سامنے ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

یک در گیر محکم گیر

پس جس طرح اس چیونٹی نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لئے اور اپنا مقصود حاصل کر لیا، اسی طرح اگر خدائے تعالیٰ کا طالب اس راستے کی منازل طے کرتے ہوئے شہباز

(مُرشد) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے، تو جہاں وہ پہنچے گا اس کو بھی اپنے ساتھ لے جائیگا۔ لیکن اگر کمزوری سے پکڑا یا دامن چھوڑ دیا تو نیچے گر کر منزل مقصود سے محروم رہے گا۔ یہی مضمون فارسی کے شعر میں کیا اچھا بیان ہوا ہے ؎

مورِ مسکین ہَو سے داشت کہ در کعبہ رسد

دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ترجمہ: ایک مسکین چیونٹی کے دل میں خواہش تھی کہ خانۂ کعبہ پہنچے، اس نے کبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی۔

حضرت مولانا رومیؒ نے اس بارے میں خوب تشریح فرمائی ہے۔

چون تو کردی ذاتِ مرشد را قبول ہم خدا آمد زداتش ہم رسول

نفس نتوان کشت اِلّا ذاتِ پیر دامنِ آن نفس کُش محکم بگیر

ترجمہ: جب تو نے پیر کی ذات کو (پیر کو) قبول کرلیا تو اس سے خدائے تعالیٰ بھی مل گیا اور رسول بھی، اس نافرمان نفس کو پیر کے وسیلہ کے سوا کوئی نہیں مار سکتا، تو اس نفس کے مارنے والے (پیر) کا دامن مضبوط پکڑ۔

اصحابِ کہف کے کتّے کا قصّہ بھی، جو قرآن مجید میں ہے اس پر دلیل ہے۔

سگِ اصحاب کہف روزے چند

پیٔ نیکان گرفت مردم شد

ترجمہ: اصحابِ کہف کے کتّے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی اور آدمی ہو گیا۔

تشریح: اصحاب کہف کے کتّا کو قیامت کے دن بنی اسرائیل کے بڑے بزرگ بلعم بن باعُور (جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددُعا سے کتا بنایا گیا) کی شکل دے کر جنّت میں داخل کردیا جائے گا۔ (از بہارِ بہاران شرح گلستان)

اولیائے کرام کی صحبت کا اثر سب سے زیادہ مؤثر مانا گیا ہے۔ مولانا رومیؒ نے

فرمایا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: خدا تعالیٰ کے دوستوں کی صحبت میں ذرا سی دیر بیٹھنا، سو سال کی بے ریا خالص عبادت سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ ان کی صحبت اور مجالس میں بیٹھنے سے، اصلاحِ نفس ہوتی ہے جو مقصدِ زندگی ہے۔

ثبوتِ بیعت قرآن سے

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللهُ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْماً •

(پ ۲۶ / الفتح ع ۱)

ترجمہ: بیشک (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پس جو اپنے اقرار کو توڑتا ہے اس کے توڑنے کا وبال خود اسی کی ذات پر پڑے گا اور جس نے اللہ کے اس عہد کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہی بڑا بھاری ثواب اور بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

مشہور اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگ بیعت کرتے تھے کبھی ہجرت اور جہاد پر، اور کبھی اسلام کے ارکان پر قائم رہنے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ادا کرنے پر، کبھی کفّار کے ساتھ لڑائی میں ثابت قدم رہنے اور جم کر لڑنے پر جیسے بیعتِ رضوان اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑنے اور بدعت سے بچنے اور عبادتوں پر زیادہ دھیان دینے پر۔

چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے

مُردے کی لاش پر نہ رونے اور نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی۔ اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند غریب مہاجرین سے اس پر بیعت لی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں، پس ان میں سے بعض لوگوں کا یہ حال تھا کہ ان کا کوڑا اگر جاتا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر اسے اٹھا لیتے تھے، کسی سے کوڑا اٹھانے کا سوال بھی نہ کرتے۔

ثبوت بیعت حدیث سے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیعت تو صرف خلافت اور سلطنت پر منحصر ہے اور صوفیوں کی عادت بیعت لینے کی، اس کی شرع شریف میں کوئی حقیقت نہیں، لیکن یہ لوگوں کی خام خیالی اور بالکل غلط بات ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے ارکان پر قائم رہنے کے لئے بیعت لیتے تھے اور کبھی سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے پر بیعت کرتے تھے، یہ حدیث اس پر گواہی دے رہی ہے کہ حضرت جریرؓ سے بیعت کے وقت شرط کی اور فرمایا کہ ہر مسلمان کے واسطے خیر خواہی لازم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی قوم سے بیعت لی اور شرط کی کہ خدائے تعالٰی کے کاموں کو پورا کرنے میں کسی بُرا کہنے والے کے بُرا کہنے سے نہ ڈریں اور جہاں رہیں حق بات ہی بولیں، پس ان میں سے بعض لوگ، حاکموں اور بادشاہوں پر کسی خوف کے بغیر کھل کر ردّ و انکار کرتے تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں، ان کے علاوہ بھی بہت سی باتوں پر بیعت، ثابت ہے۔ یہ سب کام نفس کی صفائی اور نیک کام کے حکم اور بُرے کام سے منع کرنے کی قسم سے ہیں، چنانچہ اب واضح ہوگیا کہ بیعت صرف خلافت منوانے ہی کے لئے نہیں، بلکہ اعمال کی اصلاح اور نفس کی صفائی کے لئے بھی ثابت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ اگرچہ کئی طرح کی بیعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوئیں، لیکن صحابہؓ کے زمانے میں اتباع اور جہاد کی بیعت کے سوا کوئی اور بیعت نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بیعتِ توبہ کی کچھ اصلیت نہ تھی، ورنہ خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی جاری رہتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک فعل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے تو اور سے نقل کی کیا ضرورت رہی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی سے صوفیائے کرام کے سلسلوں میں یہ بیعت بھی ثابت ہے، یہ ہستیاں اس نسبت کے حاصل کرنے میں کیسے خلاف ہوسکتی ہیں۔ حدیث میں ہے **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهٗ مَا اکْتَسَبَ** (رواہ الترمذی) یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرے اور اس کے واسطے وہی کچھ ہے جو کچھ وہ کسب کرے۔

شریعت میں بیعت کا حکم

بیعتِ طریقت، ہماری شریعت میں سنت ہے، واجب نہیں، اس واسطے کہ اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی، اور اس کے ذریعہ نزدیکی چاہی، البتہ علماء امت نے کسی بھی دلیلِ شرعی سے بیعت نہ کرنے والے پر گنہگار ہونے کا حکم نہیں لگایا، اور ائمہ دین نے بیعت چھوڑنے والے پر انکار نہیں کیا اور یہ انکار نہ کرنا گویا اس پر اجماع ہوگیا کہ وہ واجب نہیں، بلکہ سنّت ہے، کیونکہ سنّت کی حقیقت یہی ہے کہ کوئی مسنون فعل، واجب ہونے کی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قُرب حاصل کرنے کا

ذریعہ ہو، اب بیعت کی سنّیت ثابت ہوئی اور یہی تصریح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''شفاء العلیل'' میں کی ہے۔

طریقِ تلاشِ مرشدِ کامل

خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے، متعدد طریقے ہیں، لیکن سب سے زیادہ قریب اور آسان ذریعہ شیخ کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَابْتَغُوْآ اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ** (پ ۶، ع ۱۰/ سورۃ المائدۃ آیت ۳۵) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

اس لئے اب ضروری ہوا کہ پیرِ کامل کی تلاش کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ درویشوں سے اکثر ملاقات کی جائے اور ان میں سے کسی پر انکار اور عیب جوئی نہ کرے۔ لیکن خود ابھی بیعت نہ کرے، بلکہ خوب اچھی طرح سوچ بچار کر اول اس میں شرع شریف کی پابندی پر نظر کرے، جس کو شرع شریف کا پابند نہ دیکھے ہرگز اس کی بیعت نہ کرے، اگرچہ اس سے خرقِ عادات کوئی چیز ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِماً اَوْ كَفُوْراً** ○ (پ ۲۹ الدھر ع ۱) یعنی ان میں سے گنہگار اور کافر کی صحبت اختیار مت کر۔

گنہگار کی صحبت، کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان دینے والی ہے، کیونکہ کافر کا کفر تو ظاہر ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطاً ○

(پ ۱۵/ ع ۱۶)

یعنی اس شخص کی فرمانبرداری مت کر، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے بھلا دیا ہے اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا کام، شرع شریف سے باہر ہے۔

بات یہ ہے کہ علمِ باطن ایک پوشیدہ امر ہے اور پوشیدہ امر میں سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہے، جہاں کہیں بڑے نفع کی بات ہوتی ہے وہیں بڑے

بھاری نقصان کا بھی خطرہ اور ڈر ہوتا ہے، جہاں خزانہ ہوتا ہے وہیں ڈاکو اور چور کا بھی کھٹکا ہے، نفس اس خزانہ کا ڈاکو اور شیطان اس کا چور ہے اور بہت سے شیطان جیسی عادتوں والے انسان پیری اور مرشدی کا دعویٰ کرتے ہیں، جاہلوں اور کم علموں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔

جیسا کہ مولانا رومیؒ نے فرمایا:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نشاید داد دست

یعنی خبردار! بہت سے شیطان انسانوں کی صورت میں ہیں، پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔

حضرت شیخ سعدیؒ[1] فرماتے ہیں:

نگہدار دآن مرد در کیسہ دُر کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

یعنی وہی شخص اپنی تھیلی میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے، جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے۔

پس جس شخص کے حالات صحیح ہوں اور اس میں ولایت کے اوصاف موجود ہوں، وہ اس طرح کہ اس کی صحبت سے خدائے تعالیٰ یاد آتا ہے اور دل خدائے تعالیٰ کے غیر سے بیزار ہو جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ خود ان اوصاف سے عاری ہو اور اپنے باپ دادا کے کمالات کا دعویدار ہو، جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر پیرزادوں کا یہی طریقہ ہے کہ خود بھی گمراہ ہیں

---

[1] شیخ سعدیؒ سے ان کے پیر شہاب الدین سہروردی نے یہ نصیحت کی۔

مرا پیر دانائے روشن شہاب دو اِندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش دگر آنکہ بر غیر بدبین مباش

یعنی میرے روشن ضمیر پیر شیخ شہاب الدین قدس سرّہ نے کشتی میں بیٹھے ہوئے مجھے دو نصیحتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اپنے بارے میں کبھی خود بینی میں مبتلا نہ ہونا اور خود کو اوروں سے بہتر تصوّر نہ کرنا اور دوئم یہ کہ دوسروں کے بارے میں بدبین اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھنے والے نہ بننا۔ یہ نصیحت نہایت اہم اور قدر کے لائق ہے۔

اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔لیکن عام لوگوں سے کسی کیصحبت کا اثر معلوم کرنا نہایت مشکل ہے، اس لئے چاہئے کہ اس کے مریدوں میں سے جس کو انصاف کرنے والا عالم سمجھے، اس سے سوال کرے اور اس بزرگ کی صحبت کے متعلق پوچھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** • (پ ۱۴، ع ۱۲، سورۂ نحل)

یعنی بیشک اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھ لیا کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **شِفَاءُ الْعِيِّ اَلسُّوَالُ** یعنی جہالت کی شفا، علماء سے سوال کرنا ہے، اگر کوئی انصاف کرنے والا عالم اور عمل کرنے والا اشخاص اس کی صحبت کے اثر پر گواہی دے، تو مان لینا چاہئے اور اگر انہی خوبیوں والے چند شخص اس تاثیر کی گواہی دیں تو بہت زیادہ اچھا ہے۔پس ایسے پرہیزگار شخص کی صحبت میں نقصان نہیں ہے، اگرچہ فائدہ یقینی نہ بھی ہو، پس اگر اس جگہ مقصود حاصل ہوجائے تو مراد یہی ہے، ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

شرائط برائے مرید [۱]

اب جاننا چاہئے کہ مرید کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں اور وہ یہ کہ بیعت ہونے والا عاقل بالغ اور شوق و ذوق والا ہو، اس لئے کہ نابالغ اور دیوانہ خود ایمان کا مکلّف نہیں تو تقویٰ اور عبادتوں میں مجاہدہ کرنے کا کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک لڑکا حاضر ہوا، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرے،

[۱] اگر کسی جامعِ شریعت وطریقت، مرشدِ کامل کی غلامی کا شرف حاصل ہوجائے تو اس کی حسب ہدایت اپنے اوقات کی تنظیم وتربیت کریں، ورنہ یوں اپنے دن رات کے اوقات گزاریں۔رات کے آخری حصہ میں اٹھے اور آنکھیں کھلنے پر ہی **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ** پڑھے پھر دس مرتبہ **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ** پڑھے، اس کے بعد وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھے، ایسے آٹھ رکعت تک تہجد کی نماز پڑھے، یہ نماز بڑی برکت والی اور سالک کے لئے از حد ضروری ہے۔نماز تہجد کے بعد ایک مرتبہ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ** پڑھے۔(بقیہ اگلے صفحہ پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی، لیکن بیعت نہ لی۔ بعض بزرگوں نے لڑکوں کو بیعت کرنا جائز رکھا ہے، وہ برکت اور نیک فالی کے لئے ہے اور دلیل اس کی صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت زبیرؓ کو بیعت کے واسطے لایا گیا اور وہ سات یا آٹھ برس کے تھے، پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف توجہ کرتے ہوئے دیکھ کر مسکرائے، پھر ان سے بیعت لی۔

شرائطِ مرشد

پیر کے بارے میں چند شرطوں کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ صحیح طور پر کامل پیر کی تلاش ہو سکے۔ پیر کے اعلیٰ درجہ کی صفت یہ ہے کہ اس میں مذکورہ خوبیاں ہوں۔

اسے قرآن مجید اور حدیث شریف کا صحیح علم ہو، اس سے یہ مراد نہیں کہ نہایت درجہ کا علم ہونا ضروری ہے، بلکہ قرآن شریف کے علم میں، تفسیر مدارک یا جلالین یا اور اسی قسم کی کوئی تفسیر کسی عالم سے پڑھ لی ہو اور اس کے معنوں، ترجمے اور مشکل الفاظ کے معانی اور شانِ نزول، اعراب اور قصص کا علم ہو، دو مختلف چیزوں میں میل مطابقت پیدا کرنا، ناسخ و منسوخ کا پہچاننا، قرآن مجید سے ثابت ہونے والے مسائل کا پہچاننا حاصل ہو جائے اور حدیث شریف کے علم میں کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' وغیرہ کو پڑھ اور سمجھ چکا ہو، اس کے معانی اور عجیب شرحوں یعنی مشکل الفاظ کا ترجمہ اور مشکل اعراب اور تاویلِ معضل کی بناء پر، مذہب کے فقہاء کی رائے معلوم کر چکا ہو۔

اس کے بعد صبح صادق تک ذکر و فکر میں مشغول رہے، پھر فجر کی دو سنتیں پڑھ کر فرض، جماعت سے ادا کرے، بعد نماز، تسبیحِ فاطمی سُبْحَانَ اللهِ ۳۳ مرتبہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ مرتبہ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے اور آخر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ایک بار پڑھے، اس کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ سو مرتبہ پڑھے، پھر درود شریف ایک سو مرتبہ پڑھے، اس کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر اخیر میں ایک مرتبہ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے۔ سالک اور مرشد کے لئے ضروری ہے کہ وہ تہجد گزار اور پابندِ جماعت ہوں، ورنہ بزرگی کا دعویٰ کرنا ہی عبث ہے۔

بیعت لینے کے لئے قرآن کے علم میں اختلافِ قرأت کا یاد رکھنا اور علم حدیث میں سندوں کے حال کی تلاش کرنا ضرور نہیں ہے اور اسی طرح علم اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث اور جزئیاتِ فقہ اور فتاویٰ کا یاد رکھنا لازمی نہیں ہے۔ پیر کے لئے عالم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بیعت سے غرض مرید کو شرع کے کاموں کا حکم کرنا اور خلافِ شرع باتوں سے روکنا، دل کو اطمینان اور تسلّی کی طرف لے جانا، بُری عادتوں سے روکنا اچھی عادتوں پر عمل کرنا ہے اور جو شخص مذکورہ باتوں سے واقف نہ ہوگا اس سے باطنی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

شریعت اور طریقت

جو لوگ شریعت اور طریقت کو الگ الگ خیال کرتے ہیں ان کو جاننا چاہئے کہ شریعت ایک درخت ہے اور طریقت اس کو پانی دینا اور پرورش کرنا ہے اور معرفت اس کا پھل ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں: **كُلُّ طَرِيْقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيْعَةُ فَهُوَ الزَّنْدَقَةُ** یعنی وہ طریقت جس کو شریعت رد کردے پس وہ زندقہ ہے۔

حکم تکرارِ بیعت

اگر کوئی شخص ایک مدت تک پیر و مرشد کی خدمت میں اچھے اعتقاد کے ساتھ رہا اور اس کی صحبت میں کوئی فائدہ نہ ہوا، تو واجب ہے کہ اس کی بیعت کو ترک کر کے دوسرا مرشد تلاش کرے ورنہ اس کا مقصود اور معبود شیخ ہوگا نہ کہ خدا اور یہ شرک ہے۔ حضرت عزیزاں علی رحمۃ اللہ علیہ رامیتنی، پیر طریقت نقشبندیہ فرماتے ہیں: رباعی

با ہر کہ نشینی ونشد جمع دلت وز تو نہ رمید صحبتِ آب و گلت!
زنہار ز صحبتش گریزاں باش ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

یعنی جب تو کسی کی صحبت میں بیٹھا اور تیرے دل کو خدائے تعالیٰ کی یاد میں جمعیت حاصل نہ ہوئی اور آب و گل کے اثرات تجھ سے زائل نہ ہوئے، تو تجھے چاہئے کہ اس کی صحبت سے بھاگے ورنہ عزیزاں کی روح تجھ نہیں چھوڑ یگی۔ یعنی میں اپنے فرض سے بری الذمہ رہوں گا، لیکن اس پیر سے نیک گمان رکھے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بزرگ تو کامل و مکمّل ہو، لیکن تیرے لئے اس کی صحبت میں کوئی حصہ نہ ہو۔

اسی طرح اگر پیر کامل ہو اور اس فنا ہونے والی دنیا سے کوچ کر جائے اور مُرید ابھی درجۂ کمال کو نہ پہنچا ہو تو ایسے مرید کو بھی چاہئے کہ وہ دوسرا پیر تلاش کرے، کیونکہ مقصود خدائے تعالیٰ ہے نہ کہ پیر۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نور اللہ مرقدہ (راقم کے استاذِ مکرم و معظم) فرماتے ہیں کہ تکرارِ بیعت کی مثال بالکل ڈاکٹر اور طبیب جیسی ہے، اگر کوئی بیمار کسی ڈاکٹر کے ہاں علاج کرارہا ہے، جب ڈاکٹر مر جائے گا تو مریض کسی اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کرے گا اور اپنا علاج کرائے گا۔ اسی طرح روحانی علاج میں اگر کسی شیخ کا انتقال ہو چکا ہو تو وہ دوسرا شیخ تلاش کرے اور اپنی بیعت کی تجدید کرے۔

اولیائے کرام کا فیض موت کے بعد بھی

اگر کوئی کہے کہ اولیاء اللہ کا فیض ان کے مرنے کے بعد بھی رہتا ہے، اس لئے دوسرے شیخ کے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد ضرور ہوتا ہے، لیکن اس قدر اور اس درجہ نہیں کہ ناقص کو کمال کے درجہ پر پہنچا دے، مگر شاذ و نادر یعنی جس کو خدائے تعالیٰ چاہے۔

اور ایسے شخص کو جس کا کسی زندہ پیر سے بظاہر بیعت کا کوئی تعلق نہیں ''اویسی'' کہتے ہیں۔ جیسے حضرت اویس[1] قرنیؒ مگر وہ بھی درحقیقت باطن میں اس تعلق سے آزاد نہیں تھے،

---

[1] اویس دور رہ کر بھی قریبِ رسول تھے ابوجہل قریب رہ کر بھی رسول سے دور تھا

اس لئے کہ حضرت اویس قرنیؒ دراصل تابعین میں داخل ہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں تھے، مگر آپ ﷺ کی صحبت سے محروم رہے، بایں وجہ کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ بیمار تھیں اور وہ ان کی خدمت میں لگے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اویس قرنیؒ کے مناقب بیان کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے۔ تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت اویس قرنیؒ کا تعلق باطنی طور سے نبی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ حضرت اویس قرنیؒ بڑے صالح اور نیکوکار تابعی تھے۔

فیض دینے اور لینے میں نسبت ضروری

فیض دینے والے اور لینے والے کے مابین ایک نسبت شرط ہے، جو زندگی سے زیادہ تعلق رکھتی ہے اور وفات ہوتے ہی چلی جاتی ہے، لیکن فنا اور بقا کے بعد جو مناسبت اندرونی طور پر حاصل ہوجاتی ہے، اس کے ذریعہ اہلِ قبور سے فیض حاصل کرسکتے ہیں، لیکن اس قدر نہیں جتنا کہ زندگی میں یعنی کہ وہ ناقص کو کامل بنا سکے۔ (الا ماشاء اللہ)

مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی دنیاوی زندگی دے کر، اس فنا ہونے والی دنیا میں بھیجنے کا یہی مقصد ہے، ورنہ ایک نبی، بعدِ ممات بھی رہتی دنیا تک تمام کے لئے کافی ہوتا۔

ان باتوں سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر پہلے پیر کے عقائد اور اعمال میں خلافِ شریعت باتیں داخل ہوگئیں یا اس کی صحبت سے کوئی اثر حاصل نہیں ہوا یا اس کی ملاقات ناممکن ہوگئی ہو، خواہ مرنے سے یا فاصلہ اور دوری وغیرہ کی وجہ سے (واضح رہے کہ خط و کتابت بھی ذریعۂ ملاقات ہے) تو دوسرے پیر سے بیعت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ضروری ہے اور بغیر کسی عذر کے دوسرے پیر سے بیعت کرنا کھیل کے مشابہ ہے اور جگہ جگہ بیعت کرنا برکت کو کھو دیتا ہے اور پیروں کے دلوں کو اس کی تعلیم و تہذیب سے پھیر دیتا ہے

یعنی اس کو ہرجائی اور ہر دم خیالی سمجھ کر اس پر توجہ نہیں فرماتے اور وہ نافرمان ہونے کی وجہ سے فیضان سے بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

لفظ صوفی کی تحقیق

اَلصُّوْفِیَّةُ نُسِبُوْا اِلٰی ظَاهِرِ اللُّبْسَةِ لِاَنَّ لُبْسَةَ الصُّوْفِ دَأْبُ الْاَنْبِیَاءِ وَ شِعَارُ الْاَوْلِیَاءِ وَ الْاَصْفِیَاءِ•

صوفیہ اپنے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہلائے، یہ اس لئے کہ بھیڑوں کے اون کے کپڑے پہننا انبیاء و اولیاء اور برگزیدہ ہستیوں کا نشانِ خاص ہے **"یتوصَوْفا"** یونانی لفظ ہے جس کے معنی حکمتِ الٰہی ہے، صوفانہ ایک قسم کا پودا ہوتا ہے، صوف پشمینہ یا اون، صفا بمعنی پاکیزگی، صفائی قلب، اہلِ صُفّہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ بزرگ تھے جو مسجدِ نبوی میں ہر وقت عبادت کرتے تھے، صوفہ ایک قدیم قبیلہ کا نام ہے جو کعبہ کا خادم تھا، صَفْ بمعنی جو لوگ ہمیشہ صفِ اول میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

صَوْفِی: بروزن **فَوْعِلٍ** کے ہے اور اس کو مصافات سے لیا ہے، صوفی اس کو کہتے ہیں جو کہ پاک ہوتا ہے یعنی نفس کی آفتوں اور مذموم باتوں سے اپنے دل کو صاف کرے اور خدا کے حقوق ادا کرے اور اس کے دل کو لوگوں کی صحبت میں چین اور آرام نہ آئے، خلوت خانہ میں حاضر ہو کر، خدا کی بارگاہ کی دہلیز پر بیٹھے اور وہاں لَو لگا کر آرام پکڑے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصوّف یہ ہے کہ خدا کے ساتھ صدق دل سے معاملہ کرے اور لوگوں کے ساتھ نیک خُلق ہو۔

اقسام بیعت صوفیہ

بیعت جس کا صوفیوں میں رواج ہے، وہ کئی طرح پر ہے۔

(۱) گناہوں سے توبہ کے لئے بیعت (۲) بیعتِ تبرّک، یعنی بقصد تبرّک

بزرگوں کے سلسلہ میں داخل ہونا، جیسا کہ ظاہری علم کے لئے حدیث شریف کے اسناد کے سلسلہ میں داخل ہونا ہے، کہ اس میں برکت ضرور ہے۔ (۳) عزیمت پر پابندی کے لئے بیعت یعنی خدا تعالیٰ کے احکام کو سچے دل سے پورا کرنے اور منع کئے ہوئے کاموں سے بچنے کے لئے پکّا ارادہ کرنا اور دل کا تعلق اللہ جل شانہ سے پیدا کرنا اور یہی تیسرا طریقہ، اصل ہے۔ پہلے اور دوسرے طریقے میں بیعت کا یہ مطلب ہے کہ کبیرہ گناہوں کو چھوڑ دے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور عبادتوں پر مضبوطی سے عمل کرے یعنی واجبوں اور تاکیدی سنّتوں کو بجالائے۔

تصوّف کی بِناء آٹھ خصلتوں پر

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح سخی ہونا۔
(۲) حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرح راضی رہنا۔
(۳) حضرت ایّوب علیہ السلام کی طرح صبر کرنا۔
(۴) حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح مناجات کرنا۔
(۵) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح غُربت اختیار کرنا۔
(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صُوف کا لباس پہننا۔
(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سیر کرنا۔(۱)
(۸) ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح فقر اختیار کرنا۔

ان سب پر ہمارا اسلام ہونا چاہئے۔
شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

ہمچو صفی در لباسِ صوف باش
در صفت ہائے خدا موصوف باش

(۱) سیر کرنے سے مراد سیر الی اللہ ہے۔

تصوّف کی حقیقت اور اس کا ماخذ

یہ مبارک فنِ تصوّف، حقیقت میں قرآن اور حدیث ہی کا ایک شعبہ ہے، تصوّف کو بعض ناواقفوں نے ظاہرِ شریعت کا مخالف نہیں تو علیٰحدہ ضرور بنا دیا، یہ غلو ہے، یا جہل، بلکہ تصّوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین ہونا اور اپنے ارادے کا فنا اور ختم کر دینا اور بندہ کا اللہ کی رضا میں مصروف ہو جانا ہے۔ صوفیہ کے اخلاق وہی ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلق ہے۔

حقیقی تصوّف

حقیقی تصوّف جس کا دوسرا نام ''احسان'' ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ شریعت ہی کی روح اور مغز ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس سوال پر کہ احسان کیا چیز ہے؟ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پاک ارشاد **اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ** (الحدیث) یعنی ''تو اللہ کی عبادت ایسی کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تو اُس کو نہیں دیکھ سکتا تو وہ یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے'' نے احسان کے معنی اور تصوّف کی حقیقت واضح کر دی۔ یہ تو حقیقت ہے کہ اس کے بعد جو چیزیں ذکر، شغل، مجاہدات و ریاضات بزرگانِ دین تجویز کرتے ہیں، وہ حقیقت میں سب علاج ہیں، چونکہ نبی علیہ السلام کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی قلوب میں گندگی اور امراضِ ردیّہ پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں اور جیسا کہ یونانی اطبّاء اور ڈاکٹر جدید امراض کے لئے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی دوائیں تجویز کرتے ہیں، اسی طرح روحانی اطبّاء، قلبی امراض کے لئے ہر شخص کے حال کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں۔

حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے اجلِّ خلفاء میں ہیں، ان کا ایک رسالہ ''تصوّف اور نسبتِ صوفیہ'' مختصر اور قابلِ دید ہے، اس میں آپؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل حدیثِ جبرئیل ہے جو حدیثِ احسان کے نام سے مشہور و معروف ہے، چنانچہ تصوّف، احسان ہی کا نام ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صوفی مقرّب اور محسن کو کہتے ہیں۔

صوفی، مقرّب اور محسن کو کہتے ہیں

امّت میں مختلف درجہ کے لوگ ہیں، بعض اُن میں سے اصحابِ یمین ہیں اور بعض کو مقرّبین کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اصحابِ یمین کہلاتے ہیں اور ان امور کے ساتھ ساتھ جس شخص کی غفلات (دنیوی) زیادہ ہوں، نوافل و طاعات کی کثرت ہو اور اس کے قلب پر ذکر اللہ کا استیلاء ہو جائے، حق تعالیٰ سے مناجات کا تسلسل اور دوام اس کو حاصل ہو گیا ہو، ایسے شخص کو مقرّب اور محسن کہتے ہیں اور اسی کو صوفی بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو محسن، مقرّب، متّقی اور مخلص بھی کہتے ہیں۔

تعریف تصوّف

وہ ایسا علم ہے، جس کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے۔

اب آپ خود غور فرمائیں کہ اس میں سے کونسی چیز غلط ہے، نفس کا تزکیہ غلط ہے یا اخلاق کا تصفیہ بُرا ہے، ظاہر و باطن کی تعمیر لغو ہے یا سعادتِ ابدیہ کی تحصیل بے کار ہے، اسی طرح تقویم اخلاق، تہذیبِ نفس، نیز نفس کو اعمالِ دین کا خوگر بنانا اور شریعت کو نفس کے حق میں وجدان بنالینا، ان امور میں کونسی چیز مقاصدِ شرع کے خلاف ہے؟

ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک چیز کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے۔

غرض ہم جس تصوّف کے اثبات کے قائل ہیں، وہ وہی ہے جس کو اصطلاحِ شرع میں احسان کہتے ہیں، یا جس کو علم الاخلاق کہا جاتا ہے یا تعمیر الظاہر والباطن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ ایک بانظم اور بااصول چیز ہے۔ اس میں مریدین کے لئے بھی شرائط ہیں اور شیخ کے لئے بھی اصول وآداب ہیں، جن کی رعایت کرنے کے بعد اس کو شریعت کا مغز اور دین کا لُبّ لباب کہنا بجا ہے اور جب ان شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ غیر تصوّف کو تصوّف قرار دے دیا جائے تو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں، وہ طریق اس بناء پر قابل انکار ہے کہ اس کا نام مُحدَث ہے، تو اُس میں تصوّف ہی منفرد نہیں۔ نہ معلوم کتنی چیزیں اس وقت ایسی موجود ہیں اور آپ کا ان سے تعلق بھی ہے۔ جو کہ ابتداء اسلام میں ان ناموں سے معروف نہ تھیں، اگر اس کا نام بدعت ہے تو مسمّٰی اس کا بدعت نہیں، آپ اس کو احسان سے تعبیر کر لیجئے، علم الاخلاق اس کا نام رکھ لیجئے اور جو اس سے متّصف ہوں اس کو محسن، مقرّب اور متقی اور مخلص کہہ لیجئے اور ان حضرات کے ذکر سے قرآن بھرا ہوا ہے۔ حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر آیا ہوا ہے۔

علامہ شامیؒ کی تحقیق

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ طریقت، شریعت پر عمل کرنے کا نام ہے اور شریعت اعمالِ ظاہرہ کا نام ہے اور یہ دونوں اور حقیقت، تینوں چیزیں آپس میں متلازم ہیں۔

تصوّف، اصلِ ایمان ہے

تصوّف کوئی زائد چیز نہیں، یہی ایمان جس کا ہر مسلمان مدّعی ہے، اصلِ سلوک ہے، بشرطیکہ اس کی اصلیت اور حلاوت قلب کو عطا ہو جائے، یہی جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے تمام عالم کو سکھائی ہے، اصلِ درویشی اور طریقت ہے، مگر اُس وقت جبکہ اعضاء سے متعدّی ہو کر قلب تک پہنچ جائے اور عمل و اکتساب، قلبی انس و تعلق کا ثمرہ بن جائے۔

تصوف، شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی نظر میں

حضرت علّامہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعّۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ علم حدیث بالذّات ہر چیز پر مقدم ہے، لیکن حقیقت میں تصوّف، کتاب اللہ اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرح ہے۔

طریقت، مولانا عاشق الٰہیؒ کی نظر میں

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے امام ربّانی حضرت گنگوہی قدس سرہ کی سوانح ''تذکرۃ الرشید'' حصۂ دوم میں طریقت کے عنوان کے تحت اس کی حقیقت اور اس کی ضرورت پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

سلوک نام ہے تعمیر الظّاہر والباطن کا یعنی اعضائے ظاہر اور قلب کا، اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی طاعت و خدمت میں مشغول رکھنا، بایں طور کہ ہادیٔ عالم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بتائے ہوئے طریق اور تعلیم فرمودۂ شریعت کی اتباع کی اس درجہ خو اور عادت پڑ جائے کہ سنّتِ نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خُلقی شعار بن جائے، تکلّف کی ضرورت نہ رہے۔

شیخ کا درجہ

شیخ مریدوں کے لئے الہام کا محافظ ہے، جس طرح حضرت جبرئیل وحی کے محافظ تھے کہ وہ وحی میں خیانت نہیں کرتے تھے اسی طرح شیخ بھی الہام میں خیانت نہیں کرتا۔ اور

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نفسانی خواہش کے مطابق گفتگو نہیں فرماتے تھے، اسی طرح شیخ بھی ظاہر و باطن کی پیروی کرتا ہے اور نفسانی خواہش کے مطابق کلام نہیں کرتا۔

مجلسِ شیخ کے آداب

مجلسِ شیخ میں مریدوں کے لئے بھی اسی قسم کے آداب مقرر ہیں۔ مرید، شیخ کے سامنے بالکل خاموش بیٹھا رہے، ان کے روبرو کوئی اچھی بات بھی نہ کہے، جب تک کہ وہ شیخ سے اجازت طلب نہ کرے اور اُس طرف سے اجازت نہ مل جائے، شیخ کی مجلس میں مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر کے کنارے بیٹھا خدا کی طرف سے رزق کا انتظار کرے مرید بھی گوش برآواز ہو کر سماعِ کلامِ شیخ کے ذریعہ روحانی رزق کا انتظار کرتا ہے، اسی طرح اس کی عقیدت مندی اور طلبِ حق کا مقام مستحکم ہوتا ہے، مگر جب وہ خود بات کرنے کا ارادہ کرے تو یہ جذبہ اسے مقامِ طلب سے لوٹا دیتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، یہ مرید کی بڑی زیادتی اور غلطی ہے۔

توحید مطلب

مریدین کے آداب میں ایک ضروری امر، توحید مطلب ہے جو کہ سُلوک کا بڑا رکن ہے۔ جسے یہ حاصل نہ ہوگا وہ پراگندہ حال پھرے گا۔ توحید مطلب کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے شیخ کے متعلق یہ یقین رکھے کہ دنیا میں اس کے علاوہ مجھے مطلوب تک کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر جائی ہمیشہ خراب ہوتی ہے، مرید، پیروں کی نظر سے گر جاتا ہے اور ہر گز منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتا۔ (یک در گیر محکم گیر)

چنانچہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرمایا

کرتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنیدؒ بھی ہوں اور حضرت حاجی صاحبؒ بھی ہوں تو ہم حضرت جنیدؒ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

آدابِ مریدین

ارشاد الملوک (ص: ۲۷) میں حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہئے کہ شیخ کے ظاہری و باطنی احترام میں کوتاہی نہ کرے، احترامِ ظاہری تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ مناظرہ نہ کرے اور جو کچھ اس سے سنے اگر چہ یقینا جانتا ہو کہ غلط ہے، تاہم اس کے ساتھ مناظرہ نہ کرے، کیونکہ اُس کی نظر اِس کی نظر سے اور اُس کا علم اس کے علم سے بہر حال بڑھا ہوا ہے اور کامل ہے۔ نیز شیخ کے سامنے جائے نماز پر نہ بیٹھے مگر بضرورتِ نماز اور نماز کے بعد فوراً جائے نماز اٹھالے اور زمین پر آبیٹھے اور نوافل بھی اس کے سامنے نہ پڑھے اور جو کچھ شیخ فرمائے اس کی تعمیل کرے اور حتی المقدور اس میں کوتاہی نہ کرے اور شیخ کی جائے نماز پر قدم نہ رکھے اور شیخ کے سامنے بلکہ دوسروں کے سامنے بھی ایسی حرکت نہ کرے، جو اہل معرفت کی خصلتوں کے خلاف ہو اور مشائخ کے چہرہ پر بار بار نگاہ نہ ڈالے اور ان کے ساتھ انبساط اور بے تکلفی کا برتاؤ نہ کرے، مگر یہ کہ وہی اجازت دیں اور کوئی کام ایسا نہ کرے جو شیخ کی گرانی کا سبب ہو بلکہ ہمیشہ گردن جھکائے رہے اور لوگوں کے منہ بھی نہ تکے کہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ غرضیکہ مرید اپنے شیخ کی طبیعت کا شناسا بنے۔

اور باطنی احترام یہ ہے کہ شیخ پر کسی امر میں انکار نہ کرے ظاہر کی طرح باطن میں قولاً و فعلاً اور ہر حرکت و سکون اور ہر انداز سے لحاظ قائم رکھے، ورنہ نفاق میں مبتلا ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت اور ان کی مجلس کا نمونہ ان

مذکورہ آداب کی دلیل ہے **کَاَنَّ الطُّیُوْرَ عَلٰی رُؤُوْسِهِمْ** کہ مجلس میں حاضری کے وقت پرندے صحابہ کرامؓ پر بیٹھ جاتے تھے ان کو پتہ تک نہ ہوتا یعنی اس قدر وہ باتیں سننے میں مستغرق ہوتے تھے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا ملفوظ

ضیاء القلوب میں سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب قدہ سرّہ (ص:۶۱ پر) فرماتے ہیں کہ مُرشد کے حکم وادب کو، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور ادب کی جگہ سمجھے کیونکہ مرشدین خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں۔

بوقتِ مراقبہ، تصوّرِ شیخ جائز ہے؟

بوقتِ مراقبہ تصوّرِ شیخ کے باب میں ہم، ہمارے علماء دیوبند کی کڑی کے ساتھ منسلک ہیں، کسی ایک نے بھی اِس کا انکار نہیں کیا، سوائے جہلاء کے۔ بطور ثبوت راقم، قطب الاقطاب، جامع شریعت وطریقت، ولی کامل، محدّثِ کبیر، شیخ العرب والعجم، حضرت العلامہ الحاج محمد زکریّاؒ کی کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' ص: ۱۹۰ تا ص: ۱۹۶ کا خلاصہ نقل کرتا ہے، جس میں آراء علماء دیوبند ملاحظہ فرماویں۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے مکتوبات (ج: ۴، ر ۸۳) میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی کی صورت کو ذہن میں جمانے اور حاصل کرنے کو لغت میں تصوّر کہتے ہیں، خواہ وہ صورت جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی، خواہ معمولی شخص کی ہو یا غیر معمولی شخص کی، کسی بزرگ اور ولی کی ہو یا اپنے مرشد اور ماں باپ کی، خواہ اس صورت سے نفع کی امید ہو یا نہ ہو، مگر عرف میں تصوّرِ شیخ کسی مقدس اور بزرگ کی صورت کو ذہن میں لانے اور جمانے کا نام ہے، بالخصوص اپنے مرشد کے شخص اور چہرے کو خیال میں جمانے اور حاصل کرنے کو ''تصورِ شیخ''

کہتے ہیں، ذہن میں اپنے مرشد کی تصویر اور تمثال کو جمانا اور حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے بلکہ مفید بھی ہے، صحابہ کرامؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا ہے، حضرت امام حسنؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمثال اور سراپا کو اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے بار بار پوچھ کر اپنے ذہن میں جمایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شکل وصورت اور لباس وغیرہ کو صحابہ کرامؓ کے سامنے ذکر فرمایا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی صورت اور شکل کو مخاطبین کے دماغ میں تمثّل اور جگہ دینا مقصود تھا۔ اس کے بعد حضرت مدنیؒ نے متعدد روایات ذکر کیں ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ، نقشہ وغیرہ ذکر فرمایا ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال میں وارد ہے کہ وہ گندمی رنگ، گھنگھریالے بالوں والے، سُرخ اونٹ پر، گویا میں اس وقت ان کو دیکھ رہا ہوں کہ وادی میں اتر رہے ہیں، اس قسم کی دیگر متعدد روایات نقل کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ اس قسم کی روایات صحاح میں بکثرت ہیں جن سے نہ صرف تصوّرِ شیخ کی اباحت نکلتی ہے، بلکہ اس میں بہتری اور اولویت بھی معلوم ہوتی ہے اور کسی نہ کسی قسم کے فیض اور نفع کا ترشّح ہوتا ہے، ورنہ شارع علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ نہ کیا جاتا بلکہ مخالفت ظاہر ہوتی۔ ان ہی منافع کی وجہ سے زمانۂ سابق میں اہل فراست اور مقدّس حضرات نے تصوّرِ شیخ کو معمول بہٖ قرار دیا اور مقصد سمجھ کر اس سے عظیم الشان منافع کی اسکیم بنائی۔

حضرت قطب الاقطاب مولانا الحاج امداد اللہ صاحب قدس سرہ اپنے خلیفۂ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو تحریر فرماتے ہیں (اصل خط فارسی میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے) اگر فرصت ہو تو نماز صبح یا مغرب یا عشاء کے بعد علیحدہ کسی حجرہ وغیرہ میں بیٹھیں اور دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے اس طرف متوجہ ہو اور تصوّر کریں کہ گویا اپنے شیخ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور فیضانِ الٰہی شیخ کے سینہ سے میرے سینہ میں آرہا ہے، اگر دل لگے،

اگر ذوق وشوق ہوتو ٹھیک ہے، ورنہ ذکر نفی و اثبات میں جہر متوسّط کے ساتھ مشغول ہو جائیں، ایک دو گھنٹہ کم زیادہ یہ شغل رکھیں۔

اور دوسرے والا نامہ میں حضرت نانوتویؒ کو لکھتے ہیں (یہ خط بھی فارسی میں ہے)
اگر صبح یا مغرب کی نماز کے بعد فرصت ہوتو لحہ دولحہ مراقب ہوں اور ایسا خیال کریں کہ گویا اپنے مرشد کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور مرشد کے قلب سے میرے قلب میں کوئی چیز آرہی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ادھر (یعنی حاجی صاحب کی طرف) سے بھی آپ کی جانب توجّہ ہوگی، اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہوا تو فائدہ ہوگا، اطمینان رکھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ''القول الجمیل'' میں ارشاد فرماتے ہیں: مشائخِ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ رکنِ اعظم، دل کو لگانا اور گانٹھنا ہے مرشد کے سامنے، محبت اور تعظیم کی صفت پر اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا۔

پھر آگے طویل کلام کے بعد حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں:
یہ طریقۂ تصوّرِ شیخ، اسلافِ کرام سے جاری اور مُثمر نتائجِ قویہّ چلا آتا تھا، مگر بعد کو لوگوں نے افراط اور غلو سے کام لیا اور ایسی چیزیں ملانی اختیار کیں جو کہ ضرر دینے والی اور صراطِ مستقیم سے دور کرنے والی ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے فتاویٰ رشیدیہ سے چار پانچ فتاویٰ اور حضرت نانوتویؒ کے چند مکاتیب نقل فرما کر تحریر فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ خطرات کے دور کرنے اور خیالات کو جمع کرنے اور ہمّت کو قوی بنانے کی عبادات میں جس قدر اہمیت ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں ہے اور چونکہ تصورِ شیخ کی تاثیر اس میں انتہائی درجہ پر مفید ہے، اس لئے تجربہ اور نصوص نے اکابرِ اُمّت کو اس طریقہ کے جاری کرنے پر آمادہ کیا تھا، امت کو اس سے بیشمار فائدے حاصل ہوئے، چونکہ متأخرین میں غلط کاروں نے اس میں محظورات اور ناجائز اشیاء داخل کر دیں مثلاً شیخ کو ہر جگہ حاضر و ناظر اعتقاد کرنا، اس کے تصوّرات، توجّہ الی الشیخ میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ مقصودِ حقیقی اور

محبوبِ حقیقی سے مستغنی اور غافل ہو جائے یا شیخ کو مثل کعبہ ہرنماز میں قبلہ اور متوجّہ الیہ بنانا یا باطنِ مرید میں شیخ کو متصرف سمجھنے لگنا یا اس کی صورت کی اور شیخ کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگنا یا اس سے ناعاقبت اندیشوں یا احمقوں کا صورت پرستی حقیقی اختیار کرنے لگنا جیسی مختلف چیزیں مبتدع پیروں کے یہاں رائج ہوگئیں ہیں، اس لئے سمجھدار اکابرین پر لازم ہوگیا کہ اس پر فکر فرماویں اور ذریعۂ شرک اور کفر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں۔

بہرحال یہ امر مطلقاً ممنوع ہے نہ مطلقاً ضروری ہے، فتویٰ دینے اور عمل کرنے میں غور و فکر اور سوچ سمجھ سے کام لینا چاہیئے۔

ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ جوش میں تھے اور تصوّرِ شیخ کا مسئلہ درپیش تھا، فرمایا کہ کہہ دوں؟ عرض کیا گیا فرمایئے، تو فرمایا کہ تین سال کامل، حضرت امداد اللہ کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا، پھر اور جوش میں آئے تو فرمایا کہہ دوں؟ عرض کیا گیا کہ فرمایئے، مگر خاموش ہوگئے، لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو، اگلے دن بہت شدید اصرار کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا اس پر حکیم الامت تھانوی حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بار بار استفسار فرمانا کہ کہہ دوں؟ امتحان و اشتیاق اور اہلیتِ مخاطب کے لئے ہوگا، کیونکہ ایسے اصرار کے تحمل کا ہر شخص اہل نہیں۔

درسِ قرآن ابدال کی نظر میں

حرم شریف میں حضرت شیخ اپنی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں دور سے ایک صاحب تشریف لائے، جو کہ سفید کپڑوں میں ملبوس اور چہرہ بہت پرانوار تھا معاً لوگوں کو چیرتے ہوئے حضرت شیخ کے پاس تشریف لائے اور حضرت شیخ بھی ان سے ملے پھر اس ابدال نے فرمایا کہ آپ کا درسِ قرآن مجھے بہت پسند اور مقبول ہے۔

کشف وکراماتِ حضرت شیخؒ

مشائخ کرام اور اولیاء اللہ کی سوانحِ حیات کا اہم باب کشف وکرامات بھی ہے، کشف وکرامات اگرچہ لوازمِ ولایت سے نہیں ہے، لیکن اگر کسی مقبول بندہ کو منجانب اللہ یہ چیز عطا ہو تو دلیلِ ولایت ہیں اور اعلیٰ مناقب میں شامل ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارے حضرت شیخ سے تو بے شمار ایسے واقعات وکرامات صادر ہوتے ہیں، جن کو حضرت اتنی اہمیت نہیں دیتے، تاہم بندہ (راقم الحروف) قدرے نقل کر کے قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، تاکہ یہ واقعات سالکینِ طریقت کے لئے نصیحت ثابت ہوں۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ وجودِ وحدت کے لئے حجت ہیں جن کو عالم کی اصلاح کے لئے خدا نے پیدا کیا ہے، آج ان کی روحانیت سے پوری دنیا مثلاً (۱) عربین گلف (۲) سری لنکا (۳) افریقہ (۴) زامبیا (۵) امریکہ (۶) یورپ (۷) ایشیا، انوار حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کے فیوضات کو جاری وساری رکھے (اور حضرت شیخ مدظلہ العالی کے سایۂ عطوفت کو تادیر ہمارے سروں پر سائبان بنادیں اور باری تعالیٰ حضرت مدظلہ العالی کو صحتِ دائمہ عطا فرمادیں) آمین

فقط خادم حضرت والا

احمد علی نقشبندی

خطیب دکھنی مسجد، پاکستان چوک، کراچی ۱ر

باغِ علی اور علی کا باغ

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین پور شریف میں بڑے حضرت، مولانا فضل علی قریشی نے جب حافظ غلام حیدر ولد محی الدین اور حضرت مولانا حافظ غلام حبیب، ولد محی الدین دونوں کو بیک وقت خلافت سے نوازا تو عام طور سے خلفاء مبشّرات بیان کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام حیدر صاحب قریشی نے کہا کہ حضرت میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے ساتھ جس کو خلافت ملے گی اس کا نام باغ علی ہوگا اور یہ تو غلام حبیب ہے، تو خواب کی تعبیر صحیح نہ ہوئی۔ حضرت قریشیؒ نے اسی وقت اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر حضرت شیخ غلام حبیب صاحب کی پشت پر مارا اور فرمایا کہ یہ ہے علی کا باغ۔ یہ ہے علی کا باغ۔ یہ ہے علی کا باغ۔ خواب میں باغ علی کے الفاظ تھے، حضرت قریشیؒ نے ان الفاظ کو الٹا کیا اور فرمایا کہ یہ ہے علی کا باغ۔ حافظ غلام حیدر کے والد ماجد کا نام محیّ الدین تھا اور ماشاءاللہ دونوں حضرات کے نام کے شروع میں غلام کا لفظ موجود ہے۔ اور ماشاءاللہ دونوں حافظ بھی ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن سے میری پوری زندگی کو پھل دار اور ثمر دار بنا دیا اور دنیا کے گوشے گوشے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علی کے باغ کے پھل اور ثمرہ پہنچ رہے ہیں۔

فرمایا کہ ہمارا سلسلۂ نسب اور شجرۂ نسب براہِ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچ جاتا ہے اور ہم علوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ رابطۂ شیخ اور اتباعِ سنّت کی وجہ سے دنیا کے آخری حدود تک میرا فیض پہنچ رہا ہے اور میرے مریدوں کی تعداد خدا ہی کو معلوم ہے، الحمدللہ ثم الحمدللہ مریدین اس قدر کثرت سے ہیں، جن کی تعداد کا مجھے بھی کلی طور پر علم نہیں۔

نوٹ: حضرت کا خاندان اعوان ہے، اعوان خاندان کے جدّ امجد حضرت امام محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے ہیں۔

سلطان باھوؒ اور تفسیر قرآن

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ ضلع جھنگ شورکوٹ میں سلطان باہو کا مزار ہے۔ دس ایام تک میں اس مزار میں مراقب رہا انہیں دنوں، انہوں نے مجھے عالم رؤیا میں ایک کتاب دی، (یعنی قرآن کی تفسیر) حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج کل سلطان باہو کے مزار پر لوگ شرک و بدعت کرر ہے ہیں۔

احمد خشان فلسطینی کا خواب

حضرت شیخ ۱/۵/۸۲ کو لاہور کے مریدین کی دعوت پر تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے اور غلام فاروق بھی حضرت کے ہمراہ تھے، حضرت شیخ، اسلامیہ پارک، لاہور میں ایک تقریب کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے، عشاء کی نماز کے بعد آپ نے وعظ فرمایا، کثیر تعداد میں مجمع تھا، شہر کے متفرق علاقوں سے پروانے جمع تھے، جن میں یونیورسٹی آف انجینئر نگ لاہور سے بھی مریدین، پروفیسرز اور ان کے علاوہ طلباء بھی تھے۔ وعظ ماشاء اللہ نہایت پُر تاثیر تھا اور اسی یونیورسٹی کے طلباء میں احمد یوسف خُشان فلسطینی ایک طالب علم بھی تھا۔ احمد خشان نے دوسال قبل خواب دیکھا تھا کہ میں نہ زمین پر ہوں اور نہ آسمان پر بلکہ کسی اور جگہ ہوں اور ایک بزرگ وعظ فرمار ہے ہیں اور ان کے سامنے کثیر تعداد میں مجمع ہے اور میں بھی ہوں، کچھ دیر بعد اس بزرگ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ بتاؤ ایمان کیا ہے؟ میں (احمد خشان) نے کہا **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ الخ** غرضیکہ تین دفعہ یہی سوال و جواب ہوا، اخیر میں اس بزرگ نے فرمایا کہ ایمان ایک نور کا نام ہے، یہ حروف، ایمان نہیں۔ اس کے بعد احمد خشان صاحب فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھل گئی، پروفیسر شیخ وجیہ الدین فرماتے ہیں کہ ہم

جب مسجد سے وعظ کے بعد باہر نکلے تو احمد خشان نے کہا کہ یہی وہ بزرگ (یعنی حضرت شیخ مدظلہ) ہیں جن کو میں نے دو سال قبل حالتِ منام میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد بیعت کی درخواست کی جو قبول ہوئی پھر تو احمد خشان یوسف فلسطینی پر عجیب کیفیات وارد ہوئیں کہ اس سے گریہ تھمتا ہی نہ تھا۔

راقم الحروف نے چکوال کے اجتماع ۲/ ۴/ ۸۳ کو احمد خشان کی زبانی بھی یہ واقعہ سنا۔

حضرت شیخ کی دیگر کرامت

۲/ جولائی ۱۹۷۸ء کو جناب حاجی محمد رفیع صاحب کپڑے والے کے صاحبزادے کی شادی کے سلسلہ میں حضرت شیخؒ چکوال سے کراچی تشریف لائے آپ کا قیام حاجی محمد رفیع صاحب کے ہاں تھا اور جس دن شام کو بعد نمازِ مغرب نکاح ہونے والا تھا، اسی دن ظہر کی نماز کے بعد حضرت مراقبہ میں بیٹھ گئے، اس وقت مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنّوری ٹاؤن سے کچھ علماء حضرات بھی حضرت سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ کافی دیر مراقبہ کے بعد جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ علماء حضرات انتظار کر رہے ہیں، چونکہ آپ کا گلہ بالکل بند تھا، اس لئے معمولی سی، اشاروں والی آواز سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو گلستان کلب میں وعظ کرنا ہے، لیکن آواز اتنی بیٹھی ہوئی ہے کہ وعظ کرنے کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی، مگر حضرت جب وعظ کے لئے بیٹھ گئے، خطبہ پڑھا اور آیتیں بھی پڑھ لیں تو کرامتاً آپ کی آواز صاف ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ سننے والا یہ محسوس بھی نہیں کرسکتا تھا کہ حضرت کی آواز پہلے بند تھی اور اب کھلی ہے۔ عاجز کے سامنے ہی حضرت سے یہ کرامت صادر ہوئی۔

دارالعلوم حقّانیہ اکوڑہ خٹک پشاور کے علماء کا اعتراف

حضرت شیخ ایک مرتبہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور تشریف لے گئے، وہاں آپ کا بیان اور وعظ ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت شیخ نے وہ باتیں بیان فرمائی کہ جن سے وہاں کے علماء حضرات حیران رہ گئے، حیرانی کا وہ عالم تھا کہ آپ کے بیان کے بعد وہاں کے بڑے بڑے علماء اور اساتذہ نے فرمائش کی کہ آپ ہمیں بتلائیں کہ آپ کہاں سے بول رہے ہیں حالانکہ قرآن کی تفسیریں اور احادیث کی شرحیں ہم ہر وقت دیکھتے اور پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں، مگر ایسی باتیں ہمیں معلوم نہیں یا یہ کہ آپ یہ باتیں ہمیں لکھوا دیں۔ حضرت نے جواب نہیں دیا، مگر بہت اصرار کیا تو آخر کار حضرت کو بتلانا پڑا، چنانچہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب میں بولتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہوتی ہے اور میرے قلب پر بطورِ الہام مضمون ڈالا جاتا ہے اور میں بولتا رہتا ہوں اور جب وہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو میں اپنا بیان ختم کر دیتا ہوں، یہ درحقیقت کتابی علم نہیں ہے بلکہ وجدانی اور الہامی علم ہے، جس کا تعلق براہ راست، اللہ والوں سے ہے۔

راقم الحروف نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے متعلق بھی علماء کرام سے سنا کہ بیان اور وعظ کے وقت ان کی زبان میں بھی یہی کیفیت ہوتی تھی کہ الہام ہوتا رہتا تھا اور اس علم کا تعلق ظاہری علم سے نہیں بلکہ اس علم کا تعلق علم باطنی سے ہے۔

فرمایا کہ یہ سب کچھ رابطۂ شیخ اور اتباعِ سنت کے خیر و برکات ہیں۔ پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا

دیں مجو از کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دین از نظر

ترجمہ: فرمایا کہ اے غافل، بے خبر علم دین کتابوں میں تلاش نہ کرنا، علم وحکمت کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور دین داری بزرگانِ دین کی نظر سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قطب زماں پیر عبدالمالکؒ کا علماء سے خطاب

حضرت پیر عبدالمالکؒ ہمیشہ مجلسِ علماء میں حضرت سے کچھ بیان کراتے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے اے مولویو! تم کو کیا ہوا کہ تمہارے قرآن پاک میں اثر نہیں ہے؟ اور حافظ غلام حبیب صاحب کا قرآن اثر سے بھرا ہوا ہے، اس جملہ کو پیر عبدالمالک صاحبؒ ہر مجلس میں دہراتے تھے۔

حضرت عبدالمالکؒ کی وفات کے بعد علماء اور خلفاء کا اجتماع

قطب زمان حضرت پیر عبدالمالک صاحب صدیقیؒ کی وفات کے بعد تمام خلفاء، علماء خانیوال میں اکٹھے ہوئے، ہمارے حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب، حضرت صدیقیؒ کی وفات کے وقت باہر سفر پر تھے، اجتماع کے وقت آپ پہنچ گئے، اجتماع کا انتظام پورا کا پورا آپ کے ہاتھ میں تھا، بیان کے لئے بڑی فہرست بنی ہوئی تھی کہ باری باری سے خلفاء اور صلحاء کو بیان کرنا ہے، مگر خدا کی شان کہ سب سے پہلے آپ کو بیان کے لئے کہا گیا۔ آپ نے پندرہ منٹ بیان کر کے بس کر دیا تا کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو مگر اس طرف حضرت کی بیویاں جو ہماری مائیں ہیں اور خلفاء کا کہنا تھا کہ حضرت حافظ غلام حبیب ہی بیان کریں گے۔ ماشاء اللہ بیان ایسا پُر اثر تھا کہ جس سے پورا مجمع رو پڑا، ایسا کہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ آپ نے سورۂ کہف کی آیتیں پڑھ کر وعظ فرمایا، اس وعظ میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب بلوچ، حضرت مولانا محمد علی صاحب بلوچ اور مولانا محمد فہیم صاحب سابق مدرس مدرسہ احرار الاسلام بھی موجود تھے، بندہ راقم نے یہ واقعہ ان مذکورہ حضرات کی زبان ہی سے سنا ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر اور مولانا محمد علی صاحبان فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ غلام حبیب صاحب نے مجمع پر وہ توجہ دی جس کا یہ اثر ہوا کہ پورے جلسے میں چیخیں مار مار کر لوگ رو رہے تھے، بلکہ بیہوش ہو رہے تھے، اس وقت خلفاء پر بھی وہ کیفیت طاری ہوئی جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنی پوری زندگی میں ایسی کیفیت نہیں دیکھی۔ آپ قرآن پاک کی یہ آیات پڑھتے رہے اور سناتے رہے۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحاً فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّ هُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْراً۔ (پ ۱۶/ع/۱)

اور رہی دیوار، سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا (جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا تھا) اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور یہ سارے کام میں نے بالہامِ الٰہی کئے ہیں (ان میں سے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا) لیجئے یہ ہے حقیقت اُن باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

اور جب آپ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ الخ پڑھتے اس وقت اشارہ حضرت صدیقیؒ کے دونوں بیٹے خواجہ عبدالواحد اور خواجہ عبدالماجد کی طرف فرماتے وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا سے قبر مبارک کی طرف اشارہ فرماتے اور وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحاً سے اشارہ حضرت پیر عبدالمالک صدیقیؒ کی طرف فرماتے۔ بعد میں جب حضرت سے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا مجھے بھی کوئی خبر نہیں کہ میں نے کیا کہا اور کہاں سے کہا۔ فرمایا یہ سب کچھ رابطۂ شیخ اور اتباعِ سنت کی برکت ہے۔

شیخ کی نظر میں آپ کا مقام

بندۂ عاجز، مرتّب نے حضرت مولانا فہیم صاحب مدّظلہ سابق مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ احرار الاسلام کراچی ا/اور حال خطیب جامع مسجد ابو بکر الصدیق، دوبئی (متحدہ عرب امارات) سے سنا ہے کہ جب بڑے حضرت شیخ صدیقیؒ نے خانیوال کے اجتماع میں تمام خلفاء کو شرکت کی دعوت دی، تو ان دنوں حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب سخت علیل تھے، ان کو بھی پیر عبدالمالک صدیقیؒ کا حکم تھا کہ آپ ہر حالت میں خانیوال تشریف لائیں، سخت حالتِ علالت میں بھی حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب خانیوال پہنچ گئے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو شفا ہوگئی۔

یہ ہے رابطہ شیخ اور اتباعِ سنت کے ثمرات

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شیخ کامل کی عقیدت و محبت اور لگاؤ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

مقدمہ ختم شد

آغازِ ملفوظات

۲۵/ربیع الثانی بروز پنج شنبہ ۱۳۹۵ھ

ذکر کے متعلق آیاتِ قرآنی

(۱) فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ (پ ۲/ رکوع ۱۸، آیت ۱۵۲) — ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایات سے) یاد رکھوں گا۔ اور میری نعمتوں کی شکر گزاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو۔

فائدہ: حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کرنے سے انسان کو دل جمعی حاصل ہوتی ہے اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

(۲) فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (پ ۲/بقرہ ع ۱۰/آیت ۱۹۸) — پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کر کے) خدا تعالیٰ کو یاد کرو اور اِس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے (نہ یہ کہ اپنی رائے کو دخل دو) اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ناواقف ہی تھے۔

فائدہ: حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر اس طرح کرنا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود بتلاتا ہے یعنی ذکرِ کثیر سے اس کو یاد کرنا چاہئے۔

(۳) اسی طرح سورۂ بقرہ میں ایک اور آیت میں ارشادِ باری ہے:

فَإِذَآ قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ	پھر جب تم اعمال حج پورے کر چکو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَ	کرو جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے
كُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ	ہو۔ بلکہ یہ ذکر اس سے بھی بدر جہا بڑھ کر ہے سو بعض
مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا	آدمی (جو کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے
وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ،	ہمارے پروردگار! ہم کو (جو کچھ دینا ہے) دنیا میں
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي	دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکار
الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت کے) کچھ حصہ نہ ملے گا اور بعض آدمی (جو کہ
حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔	مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا	پروردگار! ہم کو دنیا میں بہتری عنایت کیجئے اور آخرت
كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ•	میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذابِ دوزخ سے
(پ ۲ بقرہ ع ۲۵)	بچائیے۔

(۴) اسی رکوعِ بالا کی دوسری آیت میں ملاحظہ فرماویں:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ•	اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گئی روز تک۔
(پ ۲ بقرہ، رکوع ۲۵)	

فائدہ: یعنی اللہ تعالیٰ کو ایّامِ تشریق میں بھی کثرت سے یاد کرو۔ ایّام تشریق پانچ دن ہیں، ذی الحجہ کی نویں تاریخ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک۔ ذکر اللہ تو ہر وقت ہونا چاہئے مگر ان ایّام میں اور زیادہ کثرت سے ہونا چاہئے۔

(۵) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا	ترجمہ: اور اپنے رب کو (دل سے) بکثرت یاد کیجئے
وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔	اور (زبان سے بھی) تسبیح (و تقدیس) کیجئے دن
(پ ۳، آل عمران ع ۴)	ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی)

(۶) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (پ ۴/آل عمران ع ۲۰)

اہل عقل جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی، لیٹے بھی۔ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں؛ کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اِس کو لایعنی پیدا نہیں کیا، ہم آپ کو منزّہ سمجھتے ہیں، سو ہم کو عذابِ دوزخ سے بچا لیجئے۔

(۷) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (پ ۵ سورۂ نساء ع ۱۵)

پھر جب تم ادا کر چکو نماز تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔

(۸) وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلاً. (پ ۵/ سورۂ نساء ع ۲۱)

اور منافقین جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں، تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر۔

فائدہ: فرمایا کہ ذکر کے متعلق قرآن بھرا ہوا ہے۔

سورۂ اعراف ع ۲۴/ میں اسی طرح سورۂ انفال رکوع ۱/ میں اور سورۂ کہف رکوع ۴/ میں ذکر کے متعلق آیات ہیں:

(۹) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت، محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پاویں اور ایسے

اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَکَانَ اَمْرُهٗ فُرُطاً۔ (پ ۱۵/سورۂ کہف ع ۴)

شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گزر گیا ہے۔

(۱۰) اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلاَ تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔ (پ ۱۶/ سورۂ طٰہٰ ع: ۲)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے (سواب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔

(۱۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اللهَ ذِكْراً كَثِيْراً وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً۔ (پ ۲۲، سورۂ احزاب ع ۶)

اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہو۔

(۱۲) فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (۲۳/سورۂ زمر ع ۳)

سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متأثر نہیں ہوتے، سوان کے لئے بڑی خرابی ہے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۱۳) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَاناً فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (پ ۲۵/سورۂ زخرف ع ۴)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں، سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(۱۴) اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ (پ ۲۷/ سورۂ حدید ع ۲)

کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے آگے اور جو دینِ حق (منجانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں۔

(۱۵) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (پ۲۸ رس جمعہ ع۲)

پھر جب نمازِ جمعہ پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ذکر کے متعلق احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِيْ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعاً وَاِنْ تَقَرَّبَ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعاً وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً. (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں جو معصوم اور بے گناہ ہیں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوجاتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اُدھر متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلاَّ حَفَّتْھُمُ الْمَلاَئِکَۃُ وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

ہیں کہ جو جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ شرف آباد کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ میں فضائلِ ذکر سے احادیث پڑھوا کر ان کا خلاصہ بیان فرماتے رہے۔ فرمایا کہ شیطان قلبِ ذاکر سے ڈرتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مؤمن کے قلب پر رحمٰن بھی ہوتا ہے اور شیطان بھی بسیرا ڈالنا چاہتا ہے۔

شیطان گھٹنے جمائے دل پر مسلّط رہتا ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلط رہتا ہے، جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے، جب آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے، اسی لئے صوفیاء کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں، تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی، تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لئے اس مقوّیِ قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ، قوّت کا حاصل نہیں ہوتا؛ لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔

شیطان وسوسہ کس طرح ڈالتا ہے؟

ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہو جائے؛ کہ وہ کس طرح وسوسہ ڈالتا ہے؟ تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف، مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل میں بیٹھا ہے، ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے، جس کو سوئی کی طرح دل کی طرف لے جاتا ہے اور جب اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے سونڈ کھینچ لیتا ہے، جب اس کو غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ وساوس اور گناہوں کا زہریلا انجکشن دل میں بھر دیتا ہے۔

ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب بندہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہے:

اِذَا غَفَلَ الْاِنْسَانُ وَسْوَسَ لَهٗ وَاِذَا ذَكَرَ الْعَبْدُ رَبَّهٗ خَنَسَ ۰ (قرطبی ج ۲۰/ ص ۲۶۲ بحوالہ تفسیر جواہر القرآن)

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان ذکرِ الٰہی سے غافل رہتا ہے، تو شیطان اس کے قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے اور جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے، تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ولی وہ لوگ ہیں، جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ راقم کہتا ہے کہ حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں، کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ یاد آجائے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں، جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو، اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ یاد آسکتا ہے۔

حضرت شیخؒ نے مندرجۂ ذیل حدیث سامعین حضرات کے سامنے پڑھوائی جس میں حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی، ہر عبادت اپنی جگہ مستقل ایک درجہ رکھتی ہے، فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اس کے چھوڑنے پر اسی درجہ کی وعید، عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔ یہی وہ غور وفکر ہے جسے صوفیاء کرام مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

ذِکرِ خفی کا درجہ

مسند ابویعلی میں بروایتِ حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ذکرِ خفی جس کو فرشتے بھی سن سکیں، ستّر درجہ دو چند ہوتا ہے، جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرماویں گے اور کراماً کاتبین اعمالنامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ باقی ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ کی ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں، وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے نہ سن سکیں، وہ اس ذکر پر جس کو وہ سنیں ۷۰ رستّر درجہ بڑھا ہوا ہے۔یہی مراد ہے

اس شعر کی جس میں کہا گیا

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق کے درمیان ایسی راز دارانہ باتیں اور اشارے ہوتے ہیں جن کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی، یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا خواب

حضرت جنید بغدادیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دھڑنگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے اس طرح ننگا ہوتا ہے، وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں! آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں، جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں اسی خواب میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا، میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں، جب انہوں نے مجھے اپنے مراقبہ کی حالت میں دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔

حضرت کبیر مسوحیؒ کا خواب

ایک بڑے بزرگ مسوحیؒ سے بھی اس قسم کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے خواب میں شیطان کو ننگ دھڑنگ دیکھا، تو انہوں نے شیطان سے کہا کہ تجھے آدمیوں کے درمیان جس میں مرد عورتیں سب موجود ہیں، اس طرح چلتے شرم نہیں آتی؟ فوراً وہ خبیث

شیطان بول اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ تو آدمی ہی نہیں، اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا، جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا، یعنی صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔

ابوسعید خزارؒ کا شیطان کے ساتھ مقابلہ

ابوسعید خزارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا، میں نے اس کو لکڑی سے مارنا شروع کیا مگر میری مار کی اس نے ذرا بھی پروانہ کی، میں حیران ہو گیا کہ یا اللہ! یہ کیا بات ہے کہ اس کو جس قدر سخت اور زور سے مارا جائے یہ زیادہ اُچھلتا رہتا ہے، فرماتے ہیں کہ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا، یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے، یعنی یہ خبیث یوں نہیں ڈرتا بلکہ ڈنڈا لگانے سے اور زیادہ دلیر بن جاتا ہے۔ اس کو لفظ اللہ کی ضرب لگائی جائے۔ حضرت ابوسعیدؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے لفظِ اللہ کی ضرب لگائی تو وہ فوراً زمین پر گر پڑا اور کہا کہ تو نے میرا کلیجہ کباب کر دیا۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ لفظِ اللہ کی ضرب کی طاقت اور زور دیکھو کہ دشمن کو کس طرح ختم کیا۔ فرمایا یہ لفظ اللہ اسم ذات ہے، اس میں بڑی قوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ذکرِ خامل سے یاد کرو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر خامل سے یاد کرو، کسی نے پوچھا ذکر خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے۔

---

(۱) قیس بن حجّاج فرماتے ہیں کہ میرا شیطان مجھ سے کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس اونٹ کی طرح توانا آیا تھا، اب دُبلا پتلا ہوتے ہوتے چڑیا جیسا ہو گیا ہوں۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے ہر دم گھلاتے رہتے ہو۔ (مرتّب)

فوائد ذکر

(۱) حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر سے شیطان دفع ہوجاتا ہے اور ذکرِ الٰہی، شیطان کی قوّت کو توڑ دیتا ہے۔

(۲) ذکر، دل ودماغ سے غم وفکر کو دور کرتا ہے۔

(۳) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے، رزق کو کھینچ لاتا ہے۔

(۴) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہنایا جاتا ہے۔

یعنی اس کے دیکھنے سے دل میں رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۵) ذکر، دل اور روح کی غذا ہے دونوں کو اپنی اپنی غذا نہ ملے تو وہ ایسے کمزور ہو جاتے ہیں جیسے بدن کو اس کی غذا یعنی کھانا نہ ملنے سے کمزور ہوجاتا ہے۔

(۶) قلب کا زنگ صاف کرتا ہے۔

(۷) ذکر دلوں میں سکون ووقار پیدا کرتا ہے۔

(۸) راقم کہتا ہے کہ آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے پُر نہیں ہوتا، جب ذکر دل پر مسلط ہوجاتا ہے، تو وہ نہ صرف اُس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کُنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بناتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور خدانخواستہ اگر کوئی شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے، تو وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوجاتا ہے۔

(۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب اور قریب کو دور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم وغموم اور

تفکرات و پریشانیاں ہوتی ہیں، ان کو دور کر کے جمعیتِ خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں، ان کو پراگندہ کر دیتا ہے، اسی طرح جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا جو قریب ہے، دور کر دیتا ہے۔

(۱۰) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اُتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ اس پر پھل آئیں گے۔

(۱۱) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔

(۱۲) جو شخص **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ ؕ**

سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس وظیفہ کو صحیح سالم اپنے خلوص قلب اور دل کی صفائی کے ساتھ پڑھے اور وہ صحیح عقیدے کا ہو یعنی موحّد ہو اور اللہ اور رسول کی محبت کے ساتھ لے کر آئے، تب اس کے لئے جنت میں گنبد تعمیر کیا جاتا ہے۔ (رواہ البخاری) قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ؕ (پ ۸ سورہ انعام ع ۲۰) جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کے دس حصہ ملیں گے۔

تو اس میں فرمایا کہ جو شخص ایک نیکی صحیح سالم لے کر ہمارے پاس آئے، یہ نہیں کہا کہ جو شخص ایک نیکی کرے بلکہ لے کر آئے، یہ مشکل کام ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عقیدہ صحیح نہ ہو تو سارا عمل بیکار اور اگر اخلاص نہ ہو تو بھی سب کچھ بیکار۔

(۱۳) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے، ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے، ہر قسم کے بوجھ میں خفّت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۱۴) ذکر کی کثرت سے نفاق سے بَری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے، کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے **وَلاَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلاَّ قَلِیْلاً** یعنی نہیں ذکر کرتے مگر تھوڑا سا۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ذکر کثیر چاہتے ہیں، ذکرِ قلیل تو منافق اور مشرک بھی کرتے ہیں۔

سلاسل اربعہ کی ترویج

سلاسلِ اصفیاء کل چار ہیں، جو دنیا کے در و دیوار میں مشہور و معروف ہیں؛ مگر ان چاروں میں جس کی اس وقت ترویج کثرت سے ہورہی ہے وہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ ہے اور یہ سلسلۂ عالیہ، نقشبندیہ مجدّدیہ وہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری سنت ملحوظ ہے اور اس میں اتباعِ سنت پر خوب زور دیا جاتا ہے، ماشاء اللہ اس سلسلۂ عالیہ میں قرآن وسنت کے مطابق عمل ہورہا ہے، شرک وبدعت کا شائبہ تک اس سلسلہ میں نہیں پایا جاتا۔

تصوّف کا اصل سرمایہ عشقِ حقیقی ہے، اس لئے تمام سلاسلِ اربعہ کا منتہاء براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، اس کے بعد ہر سلسلہ کی کڑی کسی صحابی یا تابعی یا کسی بزرگ سے جاملتی ہے۔ اب ہر سلسلہ کا مختصر خاکہ ناظرینِ کرام کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ

سلسلۂ نقشبندیہ کی کڑی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتی ہے، اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ، امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ، حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی قدس سرہ، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ، امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری قدس سرہ، حضرت خواجہ محمد باقی

باللہ قدس سرہ، امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت فاروقی سرہندی قدّس سرّہ، یہ سب حضرات اس سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہیں۔

اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی مقبولیت کا سہرا، سب سے پہلے خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ المتوفی ۱۳۸۸ھ کے سر رہا؛ مگران کے بعد یہ سلسلۂ ''خواجگان سلسلہ نقشبندیہ'' کے نام سے موسوم ہو گیا۔

سلسلۂ قادریہ

اس سلسلۂ قادریہ کی کڑی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا ملتی ہے، اسی طرح اس سلسلہ کی کڑی سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسی طرح سید داؤد قدس سرہ، غوث الثقلین حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، حضرت شاہ فضیل قدس سرہ، حضرت شاہ سکندری قدس سرہ اور امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، یہ سب حضرات اس سلسلہ قادریہ سے منسلک ہیں۔ اس سلسلہ قادریہ کی نسبت حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی محبوبِ سبحانیؒ کی طرف ہے، آپ نے اپنی زندگی ہی میں سلسلۂ قادریہ کی بنیادوں کو مستحکم کر دیا تھا، آپ نے اپنے خلفاء کو تبلیغ اور اشاعتِ حق کے لئے دور دور تک بھیجا اور بہت سے تبلیغی مراکز قائم کئے۔

سلسلۂ سہروردیہ

اس سلسلۂ سہروردیہ کی کڑی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتی ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ، حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہ، حضرت شیخ کرخی قدس سرہ، حضرت شیخ ابوالقاسم جُنید بغدادی قدس

سرہ، اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ، یہ سب اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ اس سلسلہ سہروردیہ کے سب سے معروف بزرگ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی ہیں۔

آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''عوارف المعارف'' میں نظام خانقاہی کو امر بنایا، بڑی شرح و بسط کے ساتھ سلسلوں کی تنظیم پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب تقریباً تمام سلاسل میں بطور قانون مروّج ہے۔

سلسلۂ چشتیہ

اس سلسلۂ چشتیہ کی کڑی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتی ہے۔ اسی طرح یہ کڑی خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ سے جا ملتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہ، حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہ، حضرت شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہ، حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم قدس سرہ، حضرت شیخ ابواحمد چشتی قدس سرہ، حضرت شیخ ابومحمد چشتی قدس سرہ، خواجہ خواجگان امام الطریقہ حضرت معین الدین چشتی سنجری قدس سرہ، حضرت شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ، حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، یہ سب حضرات اس سلسلۂ چشتیہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ اس سلسلہ کی نسبت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہ المتوفی ۶۳۳ھ کی طرف ہے، آپ نے اس سلسلہ کو وسعت دینے کی سعادتِ ابدی حاصل کی۔

مجلس ۲۶ ؍جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵ ؍جون ۱۹۷۶ء

سلسلۂ نقشبندیہ کی فضیلت

حضرت نے فرمایا کہ ہمیں اس سلسلۂ نقشبندیہ پر فخر ہے کہ ہم نقشبندیہ مجددیہ، صدیقیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ وہ سلسلۂ عالیہ ہے، جہاں اور سلاسل کی انتہاء ہوتی ہے، وہاں سے اس سلسلہ کی ابتداء ہوتی ہے، یہ سلسلہ بدعت سے پاک ہے، اس سلسلے کے لوگ پوری سنت پر عمل کرنے والے ہیں اور اس سلسلہ کے لوگ لوجہ اللہ کام کرتے ہیں جن کا مقصد اللہ کی رضا ہے۔ حضرت شیخ نے یہ آیت **لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا** پڑھ کر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے اس کام کا نہ بدلہ چاہتے ہیں اور نہ واہ واہ چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** کے مطابق عمل کا دارو مدار نیت پر ہی ہے، اس سلسلہ میں جو کام کرنے والے ہیں ماشاء اللہ ان کی نیت درست ہے۔

اب فیض کے راستے آسان ہو گئے

الحمد للہ، ہمارا یہ سلسلہ مولانا باقی باللہ دہلوی سے چلا آرہا ہے۔ حضرت مولانا باقی باللہ کے پاس لوگ ملکِ چین سے بیعت ہونے کے لئے تشریف لاتے تھے، ایک سال آنے اور ایک سال جانے میں لگ جاتا تھا، حضرت پورے سال کا ان کو صرف ایک سبق دیا کرتے۔ اس زمانے میں سواری کا بھی کوئی صحیح انتظام نہ تھا، جیسے اس زمانے میں سواری کے سینکڑوں ذرائع موجود ہیں، سال بھر کے سفر کرنے کے باجود بعض لوگوں کے قلوب فوراً جاری نہیں ہوتے تھے۔ اب ہم کمزوروں پر رحم کھا کر جس طرح دنیا کے سفر کو آسان کر دیا ہے، اسی طرح رب کریم نے مزید رحم فرما دیا اور اب

الحمد للہ منٹوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قلوب جاری ہوتے ہیں۔ دراصل یہ سب کچھ شیخِ کامل کی توجہ سے ہوتا ہے۔

اسی طرح مولانا مظہر جانِ جاناںؒ کے پاس بھی دور و دراز سے لوگ بیعت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ آج کل فیض حاصل کرنے کے راستے آسان ہو گئے ہیں۔

شیخِ کامل کی توجہ کے برکات

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کامل کی توجہ سے انسان کے قلوب جاری ہوتے ہیں۔ قلب کے معنی پلٹنا ہے، یہ پلٹتا رہتا ہے۔

عجیب عجیب کیفیات اس پر آجاتی ہیں اور یہ اس وقت سکون اور اطمینان پر آجاتا ہے جب کہ اللہ والوں کی توجہ اس پر ہو۔

انابت الی اللہ کی اشد ضرورت

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قلب کو تم ہرگز جاری نہیں کرو گے، جب تک انابت الی اللہ نہ کرو گے۔ انابت کے معنی ہے ہر وقت، ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور جب تک قلب میں ڈر نہ ہو، اس کی اصطلاح مشکل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا **اَلْقَلْبُ ھٰھُنَا** کہ قلب کا مرکز اور محل یہ ہے، جو بائیں پستان کے تین انگل نیچے کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حدیثِ قدسی میں قلبِ مؤمن کو عرش اللہ کہا گیا ہے، اسی طرح قلبِ مؤمن کو عرش الرحمن کہا گیا ہے۔

الحمد للہ باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرشدِ کامل کی وجہ سے، ایک بدن سے دوسرے بدن تک فیض پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک قسم کا کرنٹ ہے جس طرح بجلی کا

بٹن جب کھول دیا جاتا ہے تو تیز رفتاری سے جلد کرنٹ چلا جاتا ہے، اسی طرح اللہ والوں کی توجہ سے ایک سے دوسرے کے بدن پر کرنٹ جاتا ہے، اگرچہ مرشد اور مرید میں دوری کا فاصلہ ہو یعنی دوری قریبی کا کوئی اعتبار نہیں، ہمیشہ اپنے مرشد کے پاس آمد ورفت، آنا جانا اور اس کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا از حد ضروری ہے، ورنہ اصلاح مشکل ہو جاتی ہے۔

فیض، عقیدت کے ساتھ

فرمایا: جب اولیاء اللہ کے ساتھ محبت و عقیدت نہ ہو، تو اس وقت اصلاح مشکل ہے۔

فرمایا: اگرچہ لوگ اس کو امر زائد کہتے ہیں، مگر قرآن وحدیث سے صاف واضح ہے کہ علم دین کا دار و مدار، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ نفس پر ہے اور یہ چیز اولیاء کرام، بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور نبیٔ اکرم سے چلی آرہی ہے۔

مجلس بروز یکشنبہ ۲۱/ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۷/ جون ۱۹۷۶ء

ڈاڑھی[1] کے متعلق ارشاد

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھی رکھنا شعائرِ اسلام میں سے ہے، سارے انبیاء علیہ السلام کا شعار ہے، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین کا بھی شعار ہے۔ تمام مذاہب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ڈاڑھی ایک مشت کی مقدار رکھنا سنتِ مؤکدہ ہے، حتی کہ شیعوں کے علماء بھی اس امر میں ہمارے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ ڈاڑھی ایک مشت رکھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

---

[1] ڈاڑھی قبضہ سے کم رکھنا حرام ہے بلکہ دوسرے کبیرہ گناہوں سے بھی بدتر ہے، اس لئے کہ علانیہ ہونے کی وجہ سے اس میں دینِ اسلام کی کھلی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کا اعلان ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد **كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافىً إِلاَّ الْمُجَاهِرِيْنَ** یعنی میری امّت لائق عفو ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے گناہ کسی خاص وقت میں ہوتے ہیں مگر ڈاڑھی کٹانے کا گناہ ہر وقت ساتھ لگا ہوا ہے۔ سو رہا ہو تو بھی ساتھ ہے حتی کہ نماز وغیرہ عبادات میں مشغول ہونے کی حالت میں بھی اس گناہ میں مبتلا ہے۔ قومِ لوط کے اسبابِ عذاب میں ڈاڑھی کٹانا بھی ہے۔ (درمنثور) غرضیکہ ڈاڑھی کٹانے یا منڈانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا چاہے پانچ وقتہ نمازوں کے لئے ہو یا کہ صرف تراویح کے لئے بالکل ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی ایسا شخص جبراً امام بن گیا یا مسجد کی منتظمہ کمیٹی نے بنا دیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو، تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کرے۔ اگر میسر نہ ہو تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ فاسق کے پیچھے ہی نماز پڑھ لے، اس کا وبال اور عذاب مسجد کے منتظمین پر ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ جدید جلد ۳/ ص ۲۶۰)

ڈاڑھی منڈانے والا فقہاء کی اصطلاح میں فاسق ہے، اگر ڈاڑھی منڈانے والا کوئی امام یا خطیب ہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا اعادہ واجب اور ضروری ہے یعنی امام اور مقتدی سب کی نمازیں مکروہ تحریمی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی ڈاڑھی نہیں اس کو آگے سبق نہیں ملے گا، فرمایا کرتے کیا ہوا تمہیں کہ روزانہ تمہاری ڈاڑھی چھوٹی بنتی جا رہی ہے۔ (یاد رکھو) جس کی ڈاڑھی نہیں اس کے چہرہ پر نورانیت نہیں آئے گی۔ اس کے بعد آپ نے قرآن کی آیت تلاوت کی:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُوْنَ۔ (پ۶/سورۂ مائدہ ع۱۰)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی، داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے، یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔

ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ اپنے نبیوں کے لعنت بھیجی، جن لوگوں نے فسق و فجور سے اجتناب نہ کیا، بلکہ فسق و فجور پر مزید مُصر رہے۔ فرمایا کہ ڈاڑھی کٹوانے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کرام کو روحانی ایذا پہنچتی ہے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو خطاب ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ (پ۲۳/ سورۂ صٰفّٰت ع۱)

اور وہ وقت قابلِ ذکر ہے جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو؟ حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو کاٹ کر گٹروں میں پھینک دیتے ہو اور گندی نالیوں میں ڈالتے ہو۔ تم کو چاہئے تو یہ تھا کہ تم اس کی حفاظت کرتے اور اگر بدبختی سے کٹوا دی، تو اس کو گلے کی تعویذ بناتے اس لئے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی اس پر عمل کیا اور دکھایا۔

فائدۂ بیعت

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ بیعت سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ملتی ہے اور تقویٰ پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ قلب گناہوں سے صاف ہوجاتا ہے، اس لئے کثرت سے ذکر کے ساتھ مراقبہ کیا کرو۔ مراقبہ کے معنی رحمتِ الٰہی کا انتظار کرنا ہے، آنکھیں بند کر کے یہ تصور کیا جائے کہ رحمتِ الٰہی میرے قلب پر موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہے اور میرا قلب اُس کو چوس رہا ہے۔ جب وہ بن گیا تو بس انسان بادشاہ بنا۔

طریقۂ بیعت[1]

حضرت شیخؒ بیعت کے وقت مریدوں کو سامنے بٹھاتے اور مندرجۂ ذیل خطبہ پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ•

---

(۱) بیعت کا طریقہ، صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں مختلف ہے۔ ہمارے حضرت شیخ کا معمول یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے باادب دوزانو بیٹھ جانے کا حکم فرماتے۔ (از مرتب)

خطبہ کے بعد آیتِ قرآنی تلاوت فرماتے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ[1] اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ۔ (پ۲۶/س فتح ع۱/آیت۹)

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، تو وہ واقع میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اس خطبہ سے قبل حضرت حاضرین سے ارشاد فرماتے کہ ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ اور درود شریف پڑھ لو، پھر خطبہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ اس کے بعد پھر بیعت کرنے والوں سے فرماتے کہ تم سب میرا ہاتھ پکڑ لو، یہ اس وقت فرماتے جبکہ بیعت ہونے والے بہت سارے ہوتے، ورنہ اگر ایک دو ہوتے تو ہر ایک کا ہاتھ الگ الگ پکڑ لیتے اور ان کو بیعت سے مشرف فرماتے۔

فرماتے کہ تم نے اپنے اپنے ہاتھ میری خدمت میں پیش کیا ہوا ہے میں نے بھی اسی طرح اپنا ہاتھ اپنے شیخ پیر محمد عبد المالکؒ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ جاتا ہے اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق براہِ راست ذاتِ احد سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ گویا ذاتِ احد کا ہاتھ ہے۔ ماشاء اللہ اس وقت اچھے توسّلات قائم ہو رہے ہیں۔

بیعت کے بعد فرماتے: اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اپنے معاملات کی صفائی کرو اور قرآن وحدیث کے مطابق اپنی زندگی بنا کر اپنے اعمال درست کرو۔

---

[1] تصوّف میں بیعت اس معاہدے کو کہتے ہیں، جو انسان گناہوں سے بچنے، اپنے غلط خیالات سے تائب ہونے اور اطاعتِ حق پر کمر بستہ رہنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کے کسی برگزیدہ بندہ کی وساطت سے کرتا ہے جس کے انعام میں اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی سے اپنے طالب کو نوازتا ہے۔ ۱۲ (مرتب)

طریقۂ بیعتِ مستورات

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مستورات کو پردہ کے پیچھے بیعت کی جاتی ہے۔ جو لوگ مستورات کو سامنے بٹھا کر بیعت کرتے ہیں، وہ طریقہ، سراسر خلافِ شریعت وسنت ہے اور غلط طریقہ ہے۔

عورتوں کی بیعت خط وکتابت کے ذریعہ بھی ہوتی ہے اور یہ جائز ہے۔

یہ صورت بھی جائز ہے کہ شیخ کسی کو وکیل بنا کر عورتوں کے پاس بھیج دے، بشرطیکہ وکیل، مَحرَم ہو۔

مستورات کی بیعت کے وقت سب سے پہلے یہ آیت پڑھتے۔ بعض اوقات آپ خطبہ پڑھ کر اور اس کے بعد ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ اور درود شریف پڑھواتے جیسا کہ شروع خطبہ میں لکھا جا چکا ہے، اس کے بعد ایمان مفصّل اور ایمان مجمل پڑھتے اور ان کو بھی آہستہ آہستہ پڑھنے اور آمین کہنے کو فرماتے۔ ایمانِ مفصل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ•

ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ•

حضرت شیخؒ بسا اوقات کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت مریدین سے پڑھواتے اور تین مرتبہ استغفار بھی پڑھواتے، اس کے بعد ایمانِ مفصّل اور ایمان مجمل پڑھ کر ارشاد فرماتے کہ تم بھی ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پڑھو۔

اور کبھی خطبہ پڑھتے وقت بیعت ہونے والوں سے فرماتے کہ جہاں پر میرا سانس

پڑھتے وقت رُک جائے، تم وہاں آہستہ آہستہ آمین کہا کرو۔ اور اس وقت یہ دھیان کرو کہ ہم صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے اپنے گناہوں سے توبہ تائب ہوکر از سرے نو مسلمان ہو رہے ہیں اور دل میں یہ کہو، یا اللہ! جب سے ہم بالغ اور عاقل ہوئے، جو گناہ ہم سے سرزد ہوئے؛ ان گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما۔

کلمات بیعت میں کلمۂ توحید ایسا کلمہ ہے کہ ایک کافر کا سو برس کا سیاہ قلب جب اس کو ایک مرتبہ پڑھ لے گا تو یہ کلمہ اس کو پاک وصاف کر کے منوّر بنا دے گا، تو پھر مؤمن کے گناہ کی سیاہی تو اس سے خود صاف ہو جائے گی، پھر اس کے بعد ایمانِ مفصّل اور ایمانِ مجمل اس لئے مریدوں سے پڑھواتے ہیں؛ تاکہ ان کا تجدیدِ ایمان ہو جائے۔

مستوارت کے لئے ہدایات

بیعت کے بعد آپ مستورات کے بارے میں باری تعالیٰ کا ارشاد پیش فرماتے:

يَاۤيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَ كَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(پ ۲۸، سورۃ الممتحنہ، ع ۸)

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لادیں گی، جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفۂ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے۔ اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت وترجمہ کے بعد آپ ان کے سامنے پردے سے متعلق شوق دلانے والی ترغیبی باتیں کرتے، اولاد کی تربیت اور شوہر کے حقوق سمجھاتے، اسی طرح چوری اور چغل خوری کے بارے میں وعظ ونصیحت فرمائے۔

بیعت کی آیت

کبھی آپ بیعت ہونے والوں کے سامنے یہ آیت بھی تلاوت فرماتے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْباً.

(پ ۲۶/سورۃ الفتح ع ۳/آیت ۱۷)

بالتحقیق اللہ تعالیٰ اُن مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا، اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم تھا اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور لگے ہاتھ ان کو ایک فتح دی۔

بوقتِ بیعت شیخ کا ہاتھ

کبھی آپ اس طرح بیعت فرماتے کہ آیتِ مذکورہ پڑھ کر ارشاد فرماتے کہ تم بیعت کرنے والو! میرا ہاتھ پکڑے رہو، گویا یہ ہاتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہے، اس لئے کہ یہ کام تو ہم بذاتِ خود نہیں کرتے، بلکہ وکالۃً کام کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے دین کا کام علماء اور صلحاء نے سنبھالنا ہے، اس لئے یہ کام ہم وکالۃً کرتے ہیں۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اور قائم مقام ہو کر یہ کام کر رہے ہیں اور نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اسباق ومعمولات

بیعت کے بعد حضرت ارشاد فرماتے کہ اپنے اعمال درست کروا ور ہمارے نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے چھ اسباق ہیں، جواز حد ضروری ہیں۔ان میں سے دو اسباق سلسلہ کے رکن ہیں:

(۱) ذکر خفی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، ہمہ وقت دھیان اللہ کی طرف ہونا چاہئے۔

(۲) ذکر قلبی یا ذکرِ روحی

یہ ذکر صرف انسانی تصوّر میں ہوتا ہے کہ انسان اپنے شیخ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا تصوّر اپنے خیال میں لائے کہ باری تعالیٰ کی رحمتیں میرے قلب پر اتر رہی ہیں اسی کو مراقبہ کہتے ہیں۔

(۳) تلاوتِ قرآن مجید

کم از کم آدھ پارہ۔ورنہ ایک پارہ ضرور تلاوت ہو، تاکہ مہینہ بھر میں پورا قرآن مجید ختم ہو سکے۔

(۴) استغفار

نقشبندیہ کے یہاں دو تسبیح ہونی چاہئے یعنی دوسو دفعہ ضرور پڑھ لے،سو دفعہ صبح، سو دفعہ شام۔

استغفار کے کلمے یہ ہیں: **اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ•**

(۵) درود شریف

ہمارے نقشبندیوں کے یہاں ان کلمات سے پڑھا جاتا ہے: **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔**[1]

(۶) رابطۂ شیخ

یعنی اپنے شیخ کے ساتھ رابطہ اور تعلق قائم کرنا، جس وقت فرصت ملے اس کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور اس کے پاس اپنی آمد و رفت جاری رکھے۔ رابطۂ شیخ ایک ایسا نسخہ ہے کہ سالک اور طالبِ صادق کو جلد واصل الی اللہ کر دیتا ہے۔

ذکرِ خفی کا درجہ، ذکرِ جلی پر

ارشاد فرمایا کہ ذکرِ خفی، ذکرِ جلی سے ستّر درجہ زیادہ ہے اور پھر ایک ساعت کا مراقبہ ساٹھ (۶۰)، یا اسّی (۸۰) برس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

طریقۂ اصلاحِ قلب

قلبِ مؤمن کے اندر خدائے رحمان ہے۔ حدیث قدسی میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نہ میں زمینوں میں سماتا ہوں اور نہ آسمانوں میں **اِلاَّ قَلب المؤمن** کہ اگر میں سماتا ہوں، تو قلبِ مؤمن میرے سمانے کی جگہ ہے۔

---

[1] میرے شیخ، محدّثِ کبیر علامہ بنوری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جہاں سے کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے گا، وہاں سے لے کر مزارِ اقدس تک پوری فضاء فرشتوں سے بھر جائے گی اور وہ درود پڑھنے والے کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (مرتب)

قلبِ مؤمن بیت اللہ ہے، اسی طرح یہ قلبِ[۱] مؤمن بیت الرحمن بھی ہے اور عرش اللہ بھی ہے۔ اس قلبِ مؤمن کے اندر ایمان بھی ہے، اسی کے اندر رحمان بھی ہے اور اسی کے ساتھ شیطان مردود بھی لگا ہوا ہے۔

غرضیکہ سب اس میں موجود ہیں، اگر اس کی اصلاح ہوگئی تو پورے بدن کی اصلاح ہوجائے گی اور اگر اس کی اصلاح نہ ہوئی بلکہ اس میں خدانخواستہ فساد آیا تو، پورے بدن میں فساد پیدا ہوگا۔ حدیث کے الفاظ دیکھئے۔

اَلاَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلاَ وَهِیَ الْقَلْبُ۔ (بخاری)

کثرتِ ذکر اور پابندی احکام سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کے بغیر اصلاح ناممکن ہے۔

خوش گوار زندگی

اچھی زندگی وہ ہے، جو خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق ہو، خدا کے ہاں عقلمند وہ ہے جو اس کے احکام پر چلے۔ آج کل لوگ اپنی سلطنت پر ناز کرتے ہیں کہ ہم قوم اور ملک کے خادم ہیں، مگر ان لوگوں نے کبھی یہ بھی کہا کہ ہم خدا اور رسول کے خادم ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم اِن لوگوں کو قیامت کے دن معلوم ہوگا جب خدا کا حکم ہوگا کہ لاؤ اپنی سلطنت، جو تم کو میرے عذاب سے بچائے، تو اس وقت یہ کہیں گے **ضَلُّوا** یا اللہ وہ سارے گم ہوگئے۔ اس دن ان لوگوں کے سارے وزراء اور سلطنت تہس نہس ہوجائیگی۔

---

[۱] ''قلب المؤمن'' والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں **لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلاَ سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ** (ترجمہ) میں نہیں سمایا آسمان اور زمین میں لیکن مؤمن بندے کا قلب میری گنجائش رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نور کا محل، قلب ہے۔ (مرتب)

فاروق اعظم کی سلطنت اور درویشی

تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے دورِ سلطنت میں عید کے دن پیدل چل رہے تھے اور آپ کے کُرتہ میں سترہ ٹکڑے پیوند کے لگے ہوئے تھے، جن میں سے ایک چمڑے کا تھا۔ دیکھنے والا امیر المؤمنین کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گیا اور زور سے چیخ مار کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ فرمایا یہ ہے حضرت عمر فاروقؓ کی سلطنت اور درویشی۔

قبر میں ذکر کا اثر

فرمایا کہ کثرت سے ذکر کرنا چاہئے۔ کثرت سے ذکر کرنے سے رفتہ رفتہ وہ زمانہ آئے گا کہ بدن کے بال بال سے ذکر جاری وساری ہوگا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میت کے اوپر کفن پڑا ہوا ہے اور اس کا قلب کفن کے نیچے حرکت کرتا ہے، اس میّت کا قلب ذکرِ الٰہی میں مستغرق ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ذکر میں اس قدر مستغرق ہو جاؤ کہ ذکر کی وجہ سے قلب پر رنگ چڑھ جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قلب پر رنگ چڑھ جائے گا۔

دست بکار، دل بیار

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت، ہر آن کثرت سے ذکر کرنا چاہئے۔ ذکر کرنے کے لئے طہارت شرط نہیں، اگر غسل کی حاجت ہو تو بھی ذکر کر سکتے ہیں، دن میں رات میں جب بھی موقع ملے۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں رطب اللسان ہو جاؤ کہ ہر وقت ہر آن اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے؛ حتیٰ کہ ’’دست بکار، ہو دل بیار ہو کہ ہاتھ تو کام کر رہا ہو اور دل ذکرِ الٰہی میں مست ہو، فرمایا کہ ’’جو دم غافل سو دم کافر‘‘ اپنا مذہب بناؤ۔

ذکر کے لئے طہارت شرط نہیں

ذکر کرنے کے لئے طہارت شرط نہیں؛ البتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لئے ذکر کرنے کو خلافِ اولی کہتے تھے۔ مگر حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اگر غسل کی حاجت ہوتو بھی ذکر کر سکتے ہیں، کوئی خلافِ اولی نہیں۔

مذکّرہ اپنے پاس رکھو

ارشاد فرمایا کہ مذکّرہ اپنے پاس رکھو یعنی تسبیح اپنے پاس رکھو، اس لئے کہ یہ ذکرِ الٰہی کی یاد دلانے والی چیز ہے۔

ہر کجا باش باخدا باش

فرمایا کہ بوقتِ مراقبہ ادھر ادھر دیکھنا جائز نہیں، اس سے نقصان ہوتا ہے۔ ذکرِ لسانی کا تعلق انسان کی زبان سے ہے اور ذکرِ قلبی کا تعلق انسان کے دل سے ہے، یہ محض تصوّر اور خیال میں ہوتا ہے۔ انسان حالتِ نشست و برخاست بلکہ ہمہ وقت، ہمہ تن من وعن اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس تصوّر و خیال میں ہو کہ میرا قلب ''اللہ اللہ'' کر رہا ہے۔

معمولات پر عمل کا عظیم فائدہ

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب ان معمولات پر عمل شروع ہو جائے گا، تو انشاء اللہ شریعت پر عمل آسان اور سہل ہو جائے گا اور شریعت کے راستے کھل جائیں گے۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى. (پ ۳۰، سورۃ اللیل)

سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی (یعنی ملتِ اسلام) کو سچّا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے آسانی دے دیں گے۔

فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں دے دیا اور تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کی اور سچ بات کی تصدیق کرتا رہا، بھلائی اور نیکی کے ساتھ، تو فرمایا کہ ہم اس کے لئے شریعت کے سارے راستے آسان کریں گے۔ فرمایا کہ یہ تو سخی کا ذکر تھا، اس کے مقابلے میں بخیل کے بارے میں سنئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى. (پ ۳۰، سورۃ اللیل)

اور جس نے (حقوقِ واجبہ) سے بخل کیا (اور بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام) کو جھٹلایا تو ہم تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے۔

جس نے بخل اختیار کیا اور بے پرواہی کی اور ہر بھلائی کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس کے لئے تنگی ہی تنگی پیدا کر دیں گے۔ غرضیکہ نیکی کے اندر اتنی برکت خدا نے رکھی ہے کہ ایک نیکی کی وجہ سے کئی مشکل نیکیاں آسان ہو جاتی ہیں اور ایک برائی اور گناہ کی وجہ سے ہزاروں مشکل ترین گناہ آسان ہو جاتے ہیں۔

جسمانی وروحانی طریقۂ علاج

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جسمانی امراض کا علاج ڈاکٹر اور طبیبوں سے کیا جاتا ہے؛ مگر روحانی امراض کا علاج سوائے اللہ والوں کے اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا؛ اس لئے کہ روحانی امراض کا تعلق باطن سے ہے۔ یاد رکھو! جسمانی امراض انسان کی زندگی تک ساتھ رہیں گے، جب انسان مر جاتا ہے تو وہ امراض بھی ختم اور دور ہو جاتے ہیں؛ مگر روحانی اور

باطنی امراض مرنے کے بعد قبر میں بلکہ روزِ نشر وحشر تک بھی ساتھ رہیں گے۔ روحانی امراض کا علاج قبر والے میڈیکل ہسپتال میں ہوگا اور اس سے بڑا ہسپتال جہنم کا سول ہسپتال ہے۔ اگر دنیا میں امراضِ روحانی مثلاً بغض، حسد، کینہ، عُجب خود پسندی کا علاج نہ کیا گیا، تو پھر قبر میں ان امراض کا علاج ضرور ہوگا، ورنہ جہنم میں پورا علاج ہوگا۔ (۱)

جہنم میں مختلف شعبے ہیں:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ. (پ ۱۴/ سورۃ الحجر ع ۳)

جہنم کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ میں جانے کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر ایک دروازہ الگ الگ سزا دینے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرمادیں۔

فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں میں مستورات کا خیال کیا کروتا کہ وہ بھی اپنے قلبی امراض کی اصلاح کی کوشش کریں۔ قلبی امراض اور روحانی امراض بڑے خطرناک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان امراضِ مہلکہ سے بچائیں۔ (آمین)

مُطَفِّفِین کون لوگ ہیں؟

فرمایا کہ تم مطفِّف نہ بنو، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ. (پ ۳۰/ سورۂ مطففین)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کرلیں پورا لیں۔

۱۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امراضِ جسمانی کا علاج سنتِ مؤکدہ بتلایا ہے اور امراضِ روحانی کا علاج فرضِ عین تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر عمل کی توفیق دے۔ آمین (مرتب)

وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔
(پ ۳۰/سورۂ مطففین)

ویل، جہنم میں ایک بہت گہرے کھڈے کا نام ہے۔ یہ آیت اگر چہ تجارت پیشہ لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا حکم عام ہے، جو شخص بھی اپنا حق تو دوسرے سے پورا وصول کرے، اور دوسرے کا حق پورا نہ دے بلکہ کمی کوتاہی کرے، وہ اس ویل کا مصداق بنے گا۔

مطفّف ہر ایسا شخص بن سکتا ہے مثلاً اگر میاں، بیوی سے گھر بار کے تمام کام لیتا ہے اور اپنی خواہشات بھی اس سے پوری کرتا ہے مگر اس کا حق ادا نہیں کرتا، نہ لباس میں اس کا حق پورا کرتا ہے، نہ کھلانے پلانے میں حتی کہ جب بازار میں گوشت بند ہو تو میاں اپنے گھر میں دال سبزی پہنچاتا ہے اور خود بڑی ہوٹلوں میں جا کر مرغّن غذا کھاتا ہے، تو ایسے میاں کے لئے جہنم کا ویل ہے۔

اسی طرح ہر وہ مہتمم اور مدیر مدرسہ جو اساتذہ سے پورا کام لے؛ مگر ان کا حق ادا نہ کرے، اسی طرح وہ مدرس جو مدرسہ سے پوری اُجرت اور تنخواہ لے اور بلا مطالعہ طلباء کو پڑھائے اور طلباء کے سوالات کرنے سے ان کو مارے یا زیادہ ناغہ کرے۔ غرضیکہ اپنا پورا حق لے مگر طلباء کا حق ادا نہ کرے، تو ایسے مدیر اور اساتذہ کے لئے بھی جہنم کا ویل ہے۔

کشف المغیبات کوئی کمال نہیں

حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو، اللہ والوں کے پاس بیٹھا کرو۔ میرے شیخ پیر عبد المالک صدیقی مجددی نقشبندی کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب کسی شخص کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تو فرماتے کہ یہ شخص دن میں دو وقت کی نماز پڑھتا ہے یا تین اوقات کی نماز پڑھتا ہے، تحقیق کے بعد بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا۔ یہاں تک بتلاتے

تھے کہ یہ شخص تہجد گزار ہے یا نہیں۔ فرمایا یہ ان کا کشف تھا، تقویٰ کے بعد یہ چیزیں بسااوقات پیدا ہوتی ہیں؛ مگر یہ کوئی کمال نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا کشف دیکھئے کہ وہ وضو فرمارہے ہیں دوسری طرف کوئی دوسرا شخص وضو کررہا ہے، اس کا مستعمل پانی آپ کے سامنے سے گزرتا ہے، آپ اس کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ فلاں گناہ کا یہ مرتکب ہے مثلاً یہ شخص والدین کا نافرمان ہے۔ اللہ والوں کو تقویٰ کی وجہ سے یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں، مگر نہ مطلوب ہے اور نہ ہی مدارِ ولایت۔

شیخ کے علم کے بغیر بھی فیض پہنچ جاتا ہے

فرمایا کہ بسااوقات شیخ کے علم کے بغیر بھی سالکین کو شیخ کا فیض پہنچ جاتا ہے۔ افریقہ میں میرے بہت سارے مریدین ہیں اور وہ مجھے ہر وقت خط لکھتے ہیں کہ آپ کا فیض ہمیں یہاں پہنچ رہا ہے، حالانکہ مجھے بالکل علم نہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

اصل سیاست کیا ہے؟

فرمایا کہ لوگ نفسِ سیاست کو بُرا کہتے ہیں۔ اصل سیاست یہ ہے کہ پوری دیانت وامانت، خوف وخشیت کے ساتھ قوم وملک کی خدمت کی جائے، قوم وملک کی کسی خدمت میں عار محسوس نہ ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ مالِ غنیمت اور رعایا کے اونٹوں کو چَرانے کے لئے جنگل کی طرف لے جاتے، ایک دفعہ باہر سے ایک وفد آکر صحابہؓ سے پوچھتا ہے کہ تمہارا کوئی امیر ہے؟ صحابہؓ جواب دیتے ہیں ہاں! ہے۔ وفد نے پوچھا کہاں ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ غنیمت کے اونٹوں کو چَرانے کے لئے جنگل کی طرف گئے ہیں، وفد کے لوگ سن کر حیران ہوجاتے ہیں، پھر صحابہؓ سے دریافت کرتے ہیں کہ اپنے امیر

کے احوال بتلاؤں۔ صحابہؓ جواباً بتلاتے ہیں **لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ** کہ نہ وہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہ کسی کے دھوکہ میں آتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً یہ ہے اصل سیاست، کیسا عمدہ جواب دیا۔ سیاست یہ نہیں کہ صبح وشام دھوکہ بازی اور دغابازی سے کام کیا جائے۔ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ۔**

فاروق اعظمؓ کی تواضع وفروتنی

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ حضرت فاروق اعظمؓ اپنے دورِ خلافت میں بذاتِ خود رات کے وقت بازاروں میں، گلیوں میں پبلک کی پاسبانی کے لئے گشت لگاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اسی گشت میں تھے کہ کسی کے گھر سے بچّے کے رونے کی آواز آئی، آپ کھڑے ہو گئے اور سننے کے بعد بچّہ کی والدہ سے دریافت کیا کہ تمہارا بچہ اس قدر کیوں روتا ہے؟ بچّے کی ماں نے جواب دیا کہ حضرت گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، میں اس وقت دیگچی میں پانی ڈال کر جوش دے رہی ہوں، پانی ابل رہا ہے اور میں بچوں کو تسلّی دے رہی ہوں۔ فاروق اعظمؓ اس عورت اور بچّہ کی حالت پر رحم کھا کر فوراً واپس تشریف لائے اور بیت المال سے ایک بوری گندم سر پر اٹھا کر اس عورت کے گھر پہنچائی۔ اس کے باوجود ایک دن حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جو منافقوں کی فہرست تھی اس میں دیکھو میرا نام تو نہیں؟ اللہ اکبر کبیراً۔ اصل چیز یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے اور تکبّر نہ کرے۔ نبی علیہ السلام ہمیشہ یہی دعا فرماتے تھے، **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْراً وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْراً** کہ یا اللہ مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا بنا دے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا کر دے؛ تاکہ وہ میری نبوت کی قدر ومنزلت کو جان لیں اور منصبِ نبوّت کو سمجھ لیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کرو، ورنہ بروز قیامت سختی پیش آئے گی۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری جملے یہ تھے **اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ** اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقوق اللہ کو پہلے ذکر فرمایا کہ نماز کی پابندی زیادہ کرنا اور دوسرے نمبر پر حقوق العباد کا ذکر فرمایا کہ جن غلاموں کے تم مالک ہو یا جو تمہارے ماتحت ہیں اپنے بال بچّے وغیرہ سب کے حقوق کی رعایت کرو اور آخری دم تک ان دونوں حقوق کو ادا کیا کرو۔

فاروق اعظمؓ کی فکرِ آخرت

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ کھڑے تھے، فاروقِ اعظمؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا جو عمل ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کیا تھا، ان کے بارے میں قیامت کے دن بہ طفیل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری مغفرت ہوگی، مگر آپ کے بعد جو عمل ہم نے کیا ہے مجھے یقین ہے کہ قیامت میں ضرور گرفت ہوگی۔ یہ فاروق اعظم کے فکر آخرت کی حالت تھی۔

تقویٰ کے دنیوی، اخروی فوائد

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۰ (پ ۱۴ / سورۂ نحل ع ۱۳ /)

جو شخص نیک کام کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالُطف زندگی دیں گے (اور آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں، ان کو اجر دیں گے۔

فرمایا کہ جس شخص نے عملِ صالح کیا چاہے مذکر ہو یا مؤنث، بشرطیکہ مؤمن ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کو دنیا میں پاک زندگی عنایت کی جائے گی، قیامت کے دن اس کے نیک اعمال کی جزاء اور بدلہ اس کو پورا دیا جائے گا یعنی بہتر اور احسن طریقہ سے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ انسان کے بیان میں اثر اُس وقت پیدا ہوگا جب کہ وہ انسان خود شریعت کا عامل ہو، ایسا کبھی نہ ہوگا کہ انسان شریعت پر عمل کرے اور اس کے بیان میں اثر نہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں انگارہ مُنہ میں ڈالنے کی وجہ سے لُکنت پیدا ہوئی، مگر اُن کا بیان مؤثّر تھا، حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجمع میں تقریر و وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ آپ اس قدر فصیح و بلیغ ہیں، کیا آپ سے زیادہ کوئی اور فصیح و بلیغ اس وقت ہوگا یا نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جملہ خدا کو پسند نہ آیا، اس لئے خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ مجمع البحرین ایک جگہ ہے، وہاں پر میرا ایک بندہ رہتا ہے، اس کے شاگرد بن جاؤ، وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ اس واقعہ کا ذکر مستقل طور پر قرآن میں بالتفصیل موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لُکنت ہونے کے باوجود بات میں وہ اثر تھا کہ فصیح سے فصیح اور بلیغ سے بلیغ شخص کی زبان میں وہ اثر و تاثیر نہیں پائی جاتی تھی۔

بے عمل اور باعمل عالم کی مثال

حضرت شیخؒ نے عالم بے عمل کی مثال میں فرمایا:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاراً کہ گدھے کی پشت پر اگر بہت ساری دینی کتب رکھ دی جائیں، تو اس کو پتہ نہیں لگتا کہ میرے اوپر کیا لادا گیا ہے۔

اور عالم باعمل کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا ہے **مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ**

عَلَّمَهُ اللهُ مَالَمْ يَعْلَمْ کہ جس نے جو کچھ جانا اُس پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ اس کو علوم و معارف سکھائیں گے اور وہ چیزیں بتلائیں گے کہ نہ اس نے کتابوں میں پڑھا ہوگا نہ اس نے سنا ہوگا۔

کِبر، حَسد اور عُجب کا انجام

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ تین چیزیں بڑی خطرناک ہیں۔

(۱) تکبُّر (۲) حسد (۳) عُجب

عُجب خود پسندی کو کہا جاتا ہے۔

حسد کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا۔

تکبر کا مطلب اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر جاننا؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسی چیز چاہتے ہیں جو خدا کے پاس موجود نہیں اور وہ ہے عجز و انکساری۔ تکبّر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بندے کی صفت نہیں۔

ان تینوں کا خاتمہ، خدا ترسی اور نیک اعمال سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تکبّر سے حفاظت میں رکھے۔ (آمین) تکبّر اُمّ الامراض ہے، بڑے سے بڑے کو بھی گرا دیتا ہے۔ بہت سے مشائخِ سلوک کو بھی اس مہلک مرض کی وجہ سے گرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

نوٹ: مرتب، شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے رسالہ اُمّ الامراض ص ۲۵ سے شیخ ابو عبداللہ اُندلسی کا واقعہ نقل کرتا ہے۔

شیخ ابو عبداللہ اُندلسی کا واقعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ اندلسیؒ کا واقعہ میرے دل میں ایسا جما ہوا ہے اور چُبھا ہوا ہے کہ اکثر بے اختیار

زبان پر آجاتا ہے، میں سالکین اور تصوّف سے ذرا سا تعلق رکھنے والوں کے متعلق بھی یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک کے دل میں یہ واقعہ اترا ہوا ہو۔

شیخ ابوعبداللہ مشہور شیخ المشائخ، اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں ہیں، ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد تھیں، ہزاروں مدارس ان کے فیوض سے جاری، ہزاروں شاگرد، ہزاروں مریدین۔آپ کے مریدوں کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔

ایک دفعہ بارادۂ سفر تشریف لے گئے، ہزاروں مشائخ و علماء ہمرکاب ہیں، جن میں حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت شبلیؒ بھی ہیں۔حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات و برکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گزر ہوا، نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا، بستی میں پانی نہ ملا، بستی سے باہر ایک کنویں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں، حضرت شیخ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی، حضرت کی نگاہ اس پر پڑتے ہی تغیّر ہونے لگا۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے، تین دن کامل گزر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ کسی سے بات کرتے ہیں۔حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ سب خدّام پریشان حال تھے، تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا حضرت! آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں، شیخ نے ان لوگوں کی طرف متوجّہ ہو کر کہا میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں، پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء و جوارح پر اس کا تسلّط ہے، اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں۔حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ اے میرے سردار! آپ اہل عراق کے پیر و مرشد، علم و فضل، زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے، بہ طفیل قرآنِ عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے، شیخ نے فرمایا میرے عزیز! تمہارا نصیب، تقدیر خداوندی ہو چکی ہے، مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں۔ یہ

کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا اے میری قوم! قضا وقدر نافذ ہوچکی ہے، اب کام میرے بس کا نہیں۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا، شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے، یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے اُمنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہوگئی۔ اس کے بعد ہم مجبور ہوکر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے، جب ہم نے واپس آکر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا۔ چند آدمی تو اُسی وقت غم وحسرت میں عالمِ آخرت کو سِدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلّب القلوب! شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہوگئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت وافسوس میں شیخ کے فراق میں تڑپتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا، اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سُوَر چَرا رہا ہے۔ ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟ گاؤں والوں نے بتایا کہ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی، اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کرلیا اور وہ جنگل میں سُوَر چَرانے کی خدمت پر مامور ہے۔ ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے، آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان اُمنڈنے لگا، بمشکل دل تھام کر اُس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سُوَر چَرا رہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر پر زنّار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں۔ جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے، جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جُھکا لیا، ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا شیخ نے کسی قدر دبی آواز سے وعلیکم السلام کہا۔ حضرت شبلیؒ نے عرض کیا حضرت اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟

شیخ نے فرمایا میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کر دیا اور اس قدر مقرّب بنانے کے بعد جب چاہا مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دیا تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے۔

اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو، اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو، اِس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ اے میرے مولا! میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا، یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ اور رونا شروع کر دیا اور فرمایا اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر۔

شبلیؒ نے روتے ہوئے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے، ہم سے یہ مصیبت دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفع کرنے والا نہیں، خنزیر ان کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی انکے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے بھی رونا اور چلّانا شروع کر دیا۔ ادھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے۔ حضرت شبلیؒ نے عرض کیا کہ شیخ آپ حافظِ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأتوں سے پڑھا کرتے تھے اب بھی کوئی اس کی آیت یاد ہے؟

شیخ نے کہا اے عزیز! مجھے قرآن میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا۔ ایک تو یہ ہے

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۔ (پ۱۷/ع۹)
جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اور دوسری یہ ہے:

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (پ۱/ع۱۳)
جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔

حضرت شبلیؒ نے عرض کیا حضرت! آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے زبانی یاد

تھیں، اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟ شیخ نے کہا صرف ایک حدیث **مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ** یاد ہے۔ یعنی جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر ڈالو۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور بہ آوازِ بلند شہادتین **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ** پڑھتے جاتے ہیں۔ اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو۔ بعد میں شیخ سے ہم نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس ابتلاء کا کوئی سبب تھا؟ تو شیخ نے فرمایا: ہاں! جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبّر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مؤمن موحّد ہیں اور یہ کم بخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس وشعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں، یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے، کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو؟ اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں گے اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پردہ میرے قلب سے نکل کر اُڑ گیا جو درحقیقت ایمان تھا۔ فقط

راقم نے اس واقعہ کو شیخ الحدیثؒ کی کتاب ''اکابر کا احسان وسلوک'' میں بالتفصیل پڑھا ہے۔ شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ یہ تکبّر ایسی بری بلا ہے کہ شیخ المشائخ تک کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی محض اپنے فضل وکرم سے اس مصیبت عظمیٰ سے بچائے۔ آمین

حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ چند ہی روز کے بعد شیخ اندلسیؒ اس عالمِ فانی سے رخصت فرما گئے، کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پر فضاء باغ

میں مقیم ہیں اور ستّر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے، جن میں پہلی عورت، جن کے ساتھ نکاح ہوا یہی لڑکی ہے۔ چونکہ یہ لڑکی شیخ کے ہاتھ ہی پر مشرف باسلام ہو چکی تھیں شیخ نے اس کو اپنے پڑوس کے ایک حجرہ میں ٹھرا دیا تھا اور وہاں عبادت کرتی رہی اور وہ لڑکی زہد وعبادت میں اپنے اکثر اقران سے سبقت لے گئی، دن بھر روزہ رکھتی اور رات بھر اپنے مالکِ بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی، اب شیخ اور وہ لڑکی دونوں ابد الآباد جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش وخرّم ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

کتاب ''انفاس عیسیٰ'' میں مصنفؒ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات محفوظ کئے ہیں۔ اس میں نقل کیا ہے کہ جب یہ حال ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت جو ہماری حالت درست ہے، وہ ہمارے مستقل اختیار سے ہے، علاوہ اس کے یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص بہت حسین ہو، مگر وہ اپنے چہرہ پر کالک مل لے تو اس کا قدرتی حسن حقیقتاً زائل نہ ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص بدشکل ہو مگر وہ پاؤڈر مل لے تو کیا وہ حسین ہو جائے گا؟ تو بعض لوگوں کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے، جیسا پاؤڈر والے کا، اسی طرح بعض لوگوں کا کفر ایسا ہی ہوتا ہے، جیسے کالک لگانے والا، جب ذرا ہٹا اصل رنگ عود کر آیا اور اس کا ہٹ جانا اپنے مستقل اختیار میں نہیں ہے، یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ تو پھر کیا زیبا ہے! کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔

حضرت نانوتویؒ کا نکاح نواب زادی سے

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور مولانا محمد علی جالندھریؒ دونوں جب دار العلوم دیو بند گئے تو مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی زبانی ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی شادی اُس زمانہ کے ایک بڑے نواب کی لڑکی سے ہوئی۔ اپنی لڑکی کو، والد نے اس زمانہ میں ایک لاکھ روپیہ کا زیور پہنایا جو کہ اِس زمانہ میں

ایک کروڑ روپئے بن جاتے ہیں۔حضرت نانوتویؒ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اِس وقت ترکی مسلمانوں کی لڑائی انگریزوں کے ساتھ ہورہی ہے۔اور تُرک مسلمانوں کو اِس وقت فنڈ کی اشد ضرورت ہے،اپنے زیورات کو ان غریب لوگوں کو بطور فنڈ پیش کردو اور تم اس وقت ایک منٹ کے اندر مجھ جیسی غریب بن سکتی ہو،مگر میں ایک منٹ کے اندر تم جیسا مالدار نہیں بن سکتا، مالدار بننے کے لئے بڑی مدتِ مدید کی ضرورت ہے۔اس نواب زادی نے اپنے تمام زیوارت مسلمانوں کو فنڈ میں دے دیئے، جب ان کے والد کو پتہ چلا تو انہوں نے دوبارہ رقم کثیر کا زیور پہنایا،حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دوبارہ بیوی سے کہا کہ دیکھو میں تیری وجہ سے گناہ سے بچا ہوا ہوں اور تم میری وجہ سے گناہ سے بچی ہوئی ہو، یہ زیورات کیا ہے؟ ان کی حقیقت کچھ نہیں، دنیوی زینت ہے،ان سانپوں اور بچھوؤں کو اپنے بدن سے ہٹادو،کل میں نے تجھے ترغیب دی تھی اور تم نے فنڈ میں سارا زیور دے دیا تھا،مگر تمہارے والد مجھ سے ناراض ہوگئے اور انہوں نے دوبارہ ایک لاکھ کا زیور پہنایا۔مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا یہ جملہ کہ ''ان سانپوں اور بچھوؤں کو اپنے بدن سے ہٹادو''بس اتنا کہا اور اپنا دستِ مبارک اپنی زوجہ نواب زادی کے کندھے پر رکھا اور ان پر توجہ دی، اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا کہ اس توجہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ اثر دکھایا کہ اسی وقت وہ نواب زادی کہنے لگی کہ میرے بدن سے سانپوں اور بچھوؤں کو ہٹادو، میرے بدن سے سانپوں اور بچھوؤں کو ہٹادو، مجھے ڈر لگ رہا ہے، میرے پورے بدن پر سانپ اور بچھو نظر آرہے ہیں اور وہ مجھے کاٹ رہے ہیں۔اسی وقت اس نواب زادی نے اپنے بدن کے سارے زیوارت نکال کر تُرک مسلمانوں کے فنڈ میں پیش کردیئے۔

نوٹ: اس واقعہ کی تفصیل بہت ہی دلچسپ انداز میں حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کے قلم سے ''سوانح قاسمیؒ''(ص:۵۰۷،ص:۵۱۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

عورتوں میں علم دین کا جذبہ[۱]

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے مشکوٰۃ شریف سبقاً سبقاً اپنی دادی سے پڑھی ہے، فرماتے ہیں کہ میری دادی بڑی عالمہ تھی، حالانکہ اس زمانہ میں اور بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے۔ قاری طیب صاحب، حافظ محمد احمد صاحبؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے صاحبزادے ہیں۔ اسی طرح مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے پوتے ہیں۔ قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کے والد صاحب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم خامس تھے اور قاری صاحب، مہتمم سادس ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، حضرت قاری صاحبؒ ۱۳۴۳ھ سے لے کر ابھی تک دارالعلوم دیوبند کے مہتمم و مدیر رہے۔

پُوت، سَپُوت اور کَپُوت کی تشریح

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ اولاد تین قسم کی ہوتی ہیں۔

(۱) پوت: وہ بیٹا ہے جو اپنے باپ کا صحیح جانشین بن جائے۔

(۲) سَپُوت: وہ بیٹا ہے جو اپنے باپ کی عزت پر چار چاند لگائے اور اس کی عزت بڑھائے۔ ایسا نیکوکار بنے کہ اپنے باپ کا نام بلند کرے اور باپ سے بڑھ جائے۔

(۳) کپوت: وہ بیٹا ہے جو اپنے باپ کا نااہل، نالائق اور نافرمان بن جائے اور باپ کی عزت گھٹائے۔

---

[۱] حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ قصبہ کاندھلہ کی اکثر عورتیں مشکوٰۃ شریف اور درِّ مختار تک پڑھی ہوئی ہیں اور بہت کم عورتیں ہیں جو حافظ القرآن نہ ہوں اور رمضان میں تمام رات سوتی ہوں۔ (مرتّب)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے پوت تھے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ م بَعْدِىْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهاً وَّاحِداً وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (پ ا، سورۂ بقرہ ع ۱۶)

کیا تم خود اس وقت موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا اور جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے مرنے کے بعد کس کی پرستش کرو گے؟ انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہ معبود جو **وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ** ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔

یہ ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے۔ ہمارے حضرت شیخؒ اس طرح ترجمہ کرتے: ”کیا تم موجود تھے جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آنے لگی، جبکہ اس نے اپنے حاضر باش اولاد سے فرمایا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ سب نے فرمایا کہ تیرے اِلٰہ کی اور باپ دادے ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے اِلٰہ کی، صرف اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور ہم خاص ان کے فرمان بردار اور مخلص بندے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کپوت تھا، جو اپنے باپ کا نااہل، نالائق اور نافرمان جانشین بنا۔ اس نے اپنے خاندان کا نام گمنام کر دیا۔

راقم اس بارے میں شیخ سعدی شیرازیؒ کے دو شعر گلستان سے نقل کرتا ہے۔

پسرِ نوح بابدان بنشست — خاندانِ نبوّتش گم شد

حضرت نوح کا بیٹا بروں کے ساتھ بیٹھا — اور اس کا نبوت کے خاندان سے سلسلہ ختم ہوگا

سگِ اصحابِ کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحابِ کہف کا کتّا تھوڑے دنوں تک — نیکوں کے ساتھ ساتھ رہا آدمی بن گیا

حضرت کا اپنے شیخ کو خواب میں دیکھنا

ایک مرتبہ حضرت نے مولانا محمد فہیم صاحب کی موجودگی میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنے شیخ حضرت پیر محمد عبدالمالکؒ کو اکثر و بیشتر خواب میں دیکھتا ہوں۔ حضرت نے اس واقعہ پر فرمایا؛ جبکہ آپ کی اہلیہ محترمہ جو ہماری والدہ ہیں وہ جنّاح ہسپتال میں زیرِ علاج تھیں۔ آپ نے مولانا فہیم صاحب سے دریافت کیا کہ مولانا! اس کی کیا وجہ ہے کہ میں بار بار شیخ کو خواب میں دیکھتا ہوں؟ مولانا محمد فہیم صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ کے تعلقات، بڑے حضرت سے بہت زیادہ تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ پیر عبدالمالکؒ کو دیکھا کہ اپنے کفن کے ساتھ لیٹے ہیں اور کفن پر گردوغبار پڑا ہے، میں نے گرد وغبار صاف کرنا شروع کیا اور دل میں کہا کہ گردوغبار کہاں سے آیا؟ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت شیخؒ کے گھٹنے کھڑے ہیں اور خود سو رہے ہیں، میں نے ان کے گھٹنوں کو پکڑا اور بوسہ دینا شروع کیا، پھر میں نے ان کے گھٹنوں کو سیدھا کر کے کہا کہ حضرت آپ تو زندہ ہیں؟ بس اتنا ہی دیکھا اور آنکھیں کھل گئیں۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی میرے خیال میں آتا ہے کہ میرے شیخ پیر عبدالمالک بالکل زندہ ہیں، مرے نہیں ہیں۔

مجلس بروز یکشنبہ ۷ ر جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ ر جون ۱۹۷۶ء
بمقام جنّاح ہسپتال بوقت شام ساڑھے ۶ بجے

فرمایا انسان پر جو کچھ عذاب اور مصیبت آتی ہے، شامتِ اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: **وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ** کہ جو مصیبت اور تکلیف انسان پر آتی ہے، ان کے اسباب اپنے کئے ہوئے اعمال ہوتے ہیں۔

خدا کے حکم کا توڑنا بڑا گناہ ہے، زمین و آسمان کے ٹوٹنے کا اتنا نقصان نہیں، جتنا قانون خداوندی کے توڑنے کا ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا مرتبہ

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ میرے شیخ حضرت مولانا پیر عبدالمالکؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے مزار پر جا کر مراقبہ کیا، مراقبہ میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے گفتگو ہوئی، شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ علم میں برابر ہیں، مگر ان کا درجہ مجھ سے بڑھ کر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں پوری زندگی حدیث پڑھاتا رہا یعنی قال اللہ و قال الرسول پڑھاتا رہا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پوری زندگی تزکیۂ نفس بھی پورے اہتمام سے کرتے رہے، اس لئے ان کا درجہ میرے درجہ سے بڑھا ہوا ہے۔

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ والوں کا درجہ خدا کے یہاں بہت بڑا ہوتا ہے۔

جمعہ کا دن، ذکر اللہ کا دن

جمعہ کا دن، ذکر اللہ اور عبادت کا دن ہے جس طرح دوسری قوموں کے لئے خاص ایام عبادت کے ہوتے تھے۔ اسی طرح جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عبادت کا دن ہے۔ اصل میں چاہئے تو یہ تھا کہ ہم پورے دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے، یہ احسن طریقہ ہے، ہاں! قبل از نماز اور بعد از نمازِ جمعہ کام کاج کرنا جائز ہے، مگر تھوڑے وقت میں کام کاج کرنا ناجائز ہے اور وہ نمازِ جمعہ کا وقت، اذانِ اوّل سے لے کر نمازِ جمعہ کی فراغت تک ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ • (پ ۲۸/سورۂ جمعہ)

جب نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اپنے لئے ذریعۂ معاش تلاش کرو یعنی روزی، رزق تلاش کرو (رزقِ حلال تلاش کرنا، ہر مسلمان پر فرض اور ضروری ہے)

صحابۂ کرامؓ کا قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ دینِ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔ آپ نے ایک آدمی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب غزوۂ بدر میں ستّر کفّار قتل کر دیئے گئے اور ستّر اسیر و قیدی ہو کر بند کر دیئے گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا کہ جو کچھ تم کھاتے ہو ان اسیرانِ بدر کو کھلاؤ اور جو کچھ تم پیتے ہو، پہنتے ہو ان کو بھی پلاؤ اور پہناؤ۔ صحابۂ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا اور اسی طرح اسیرانِ بدر کے ساتھ برتاؤ کیا۔ یہی وجہ کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کے اس اخلاقِ عالیہ کو دیکھ کر میں مشرف باسلام ہوا۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ کے فوراً بعد غزوۂ بدر کا واقعہ ۲ھ رمضان

المبارک کے مہینہ میں پیش آیا، جبکہ اس غزوہ سے قبل ایرانی اور رومیوں کی لڑائی ہوئی تھی، غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو بڑی فتح ہوئی اور کفّارِ مکہ کو بری طرح شکست ہوئی۔

انتخابِ خلافت میں صدیق اکبرؓ کا انتخاب

حضرت نے ارشاد فرمایا: تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد، حضرات صحابہ اختلاف کرنے لگے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے اور کس قبیلہ سے منتخب کیا جائے؟ قریش چاہتے تھے کہ ہم میں سے ہو اس لئے کہ ہم زیادہ اس چیز کے مستحق اور حقدار ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قریشی تھے اور انصار کہتے تھے کہ ہم میں سے ہونا چاہئے، گویا مہاجرین چاہتے تھے کہ ہم میں سے ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلافت کے لئے منتخب کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگرچہ بطریقۂ صراحت، صدیق اکبرؓ کو خلافت نہ دی اور نہ زبانی طور پر ان کو مقرر فرمایا، البتہ اشارہ دے دیا کہ یہ ہے خلیفہ، وارث وہ ہو جس کو ہم نے خود اپنے مصلّے پر کھڑا کر دیا ہو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام نے اپنے مصلّے پر بذاتِ خود اور باجازتِ خود کھڑا کر کے ان سے نماز پڑھوائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیقِ اکبرؓ کی امامت میں بعض نمازیں ادا بھی کی، انہوں نے سترہ (۱۷) نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل کہ ان کو امام بنائیں اور بعض نمازیں ان کی امامت میں ادا کریں، صحابہ کرامؓ سترہ نماز میں ان کے پیچھے ہیں، یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میرے بعد خلیفۂ اول، صدیق اکبرؓ ہوں گے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خلیفہ بنانا نہ چاہتے، تو ان کی امامت میں بنفسِ نفیس نمازیں ادا نہ کرتے۔

مناجات بجناب مجیب الدعوات

.... از شیخ فریدالدین عطّار ....

بادشاہا جرمِ مارا در گزار
اے بادشاہ! ہمارے گناہ معاف فرما
ما گنہگاریم و تو آمر زگار
ہم گنہگار ہیں اور تو بخشنے والا ہے

تو نکوکاری و ما بدکردہ ایم
تو اچھا کرنے والا اور ہم نے بُرا کیا ہے
جرم بے انداز و بے حد کردہ ایم
بے اندازہ اور بے حد قصور کئے ہیں

سالہا در بندِ عصیان گشتہ ایم
ہم سالوں تک گناہوں کی قید میں رہے ہیں
آخر از کردہ پشیمان گشتہ ایم
آخر اپنے کئے سے پشیمان ہوئے ہیں

دائما در فسق و عصیان ماندہ ایم
ہم ہمیشہ فسق اور گناہ میں رہے ہیں
ہم قرینِ نفس و شیطان ماندہ ایم
ہم نفس اور شیطان کے ساتھی رہے ہیں

روز و شب اندر معاصی بودہ ایم
دن رات گناہوں میں مبتلا رہے ہیں
غافل از امر و نواہی بودہ ایم
امر ونواہی سے غافل رہے ہیں

بے گنہ نگذشت برما ساعتے
ہم پر بغیر گناہ کے کوئی گھڑی نہیں گزری
با حضورِ دل نکردم طاعتے
میں نے حضورِ دل سے کوئی بندگی نہیں کی

بر در آمد بندۂ بگریختہ
تیرے دروازے پر بھاگا ہوا غلام آیا ہے
آبروئے خود بعصیان ریختہ
اپنی آبرو گناہوں سے ضائع کردی ہے

مغفرت دارد امید از لطفِ تو
میں تیری مہربانی سے مغفرت کا امیدوار ہوں
زانکہ خود فرمودہ **لاَ تَقْنَطُوْا**
کیونکہ تو نے خود فرمایا ہے ’’ناامید مت ہو‘‘

بحر الطاف تو بے پایاں بود
تیری مہربانیوں کا سمندر بے پناہ ہے
ناامید از رحمتت شیطان بود
تیری رحمت سے ناامید شیطان ہوتا ہے

نفس و شیطان زد کریما راہِ من	رحمتت باشد شفاعت خواہِ من
اے کریم! نفس و شیطان نے میرا راستہ روک رکھا ہے	تیری رحمت میری بخشش چاہنے والی ہوئے
چشم دارم از گنہ پاکم کنی	پیش ازیں کاندر لحد خاکم کنی!
میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے گناہوں سے پاک کردے	اس سے پہلے کہ لحد میں مجھے مٹی کردے
اندر آن دم کز بدن جانم بری	از جہاں بانورِ ایمانم بری
جس وقت تو میرے بدن سے جان لے جاوے	دنیا سے مجھ کو ایمان کے نور کے ساتھ لے جائیو

حضرت شیخؒ اس دعا کو مراقبہ کے وقت بڑے گریہ وزاری کے ساتھ پڑھتے تھے۔

بر در آمد بندۂ بگریختہ	آبروئے خود بعصیان ریختہ

اس شعر کو بار بار پڑھتے تھے اور لفظ ''ریختہ'' کو بہت عاجزانہ اور گریہ وزاری کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

خواجہ عثمان دامانیؒ کا روحانی حال

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ خواجہ عثمان دامانیؒ اپنے زمانہ کے یکتا عالمِ دین ہونے کے باوجود بڑے اللہ والے بھی تھے، جب حج کے لئے تشریف لے جاتے اور مدینہ منورہ جانے کی نوبت آتی تو پندرہ سترہ ایام رہنے اور ٹھہرنے کا ارادہ فرماتے، ان ایام میں نہ ان کو کھانے کی ضرورت پڑتی اور نہ پینے کی، حضرت مولانا حسین علیؒ، خواجہ عثمان دامانی کے خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ کا واقعہ

حضرت نے فرمایا کہ میرے مرشد حضرت مولانا فضل علی قریشی بڑے اونچے اللہ والے تھے، ہل چلا کر کھیتی کرتے اور اسی میں اپنا گزارہ کرتے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قریشی صاحبؒ سے ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک مسلسل عرض کرتا رہا اور اصرار کرتا رہا کہ حضرت میرے ساتھ حج کے لئے تشریف لے چلیں۔ تو فرمایا کہ میں معذور

ہوں اور مقروض ہوں، زیادہ اصرار نہ کرنا، شریعت مجھے اس حالت میں حج ادا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ مزید فرمایا کہ پوری زندگی کبھی مجھ پر زکوٰۃ فرض نہ ہوئی؛ اس لئے کہ کبھی صاحبِ نصاب نہ ہوا۔

مجلس ۱۲/ بروز شنبہ ۲۷/ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ
مطابق ۲۶/ جون ۱۹۷۶ء

اولاد کی محض دنیوی تعلیم کا وبال

فرمایا کہ آجکل لوگوں نے دنیوی زندگی کے لئے اپنی آخرت تباہ کر دی ہے۔ دنیوی زندگی کے لئے سب کچھ کرتے ہیں، مگر آخرت کی فکر نہیں کرتے۔

ایسی اولاد بھی بے باک ہے، جو یہ کہتی ہے کہ والد نے صرف اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے شادی کی تھی اور کوئی مقصد نہ تھا، ایسی نالائق اولاد کے لئے والدین کوشش کرتے ہیں کہ ان کی دنیوی زندگی بن جائے، گویا وہ اس فکر میں لگ کر اپنی قبر کو انگاروں سے بھرتے ہیں۔

سلاسلِ اربعہ کا مقصود اصلی

فرمایا کہ ان سلاسلِ اربعہ سے اور خصوصاً سلسلۂ نقشبندیہ سے دل کی آنکھیں کھلوانا مقصود بالذات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ	سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (قبول کرنے) کے لئے کھول دیا ہے، وہ اپنے پروردگار

رَّبِّهٖ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ. (پ ۲۳ر سورۂ الزمر، ع ۳) کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے، (کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں) سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذِکر سے متاثر نہیں ہوئے سو ان کے لئے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

چونکہ چاروں سلاسل میں ذکر پر زور دیا جاتا ہے، اور ذکر سے دل کی گرہیں کھلتی ہیں، نور آتا ہے، دل کی آنکھ کھلتی ہے۔

اسی سورۂ زمر کی آیت ۲۱ر سے آگے نمبر ۲۲ والی آیت ملاحظہ فرمائیں، اس میں بھی ذکر کا تذکرہ ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ. (پ ۲۳ر سورۂ الزمر ع ۳ر آیت نمبر ۲۲) اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے، جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جُلتی ہے، بار بار دُھرائی گئی ہے، جس سے ان لوگوں کے، جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، بدن کانپ اٹھتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

حصولِ انابت الی اللہ کا ذریعہ

آگے حضرت نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ انابت الی اللہ کی اشدّ ضرورت ہے اور یہ انابت، ذکر کثیر سے حاصل ہوتی ہے، گویا ذکرِ کثیر، عذاب کے ٹلنے کا بھی ذریعہ ہے۔

وَاَنِيۡبُوۡآ اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ اور تم رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس

قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا	کی حکم برداری کرو، پہلے اس سے کہ آئے تم پر
تُنْصَرُوْنَ۔ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ	عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کے لئے نہ آئے گا
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ	اور چلو بہتر بات پر جو اُتری تمہاری طرف
اَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ	تمہارے رب کی طرف سے، پہلے اس سے
لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ	کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو،
يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ	کہیں کہنے لگے کوئی جی ہائے افسوس اس بات
اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ۔ اَوْ	پر کہ کوتاہی کرتا رہا اللہ کی اور میں تو ہنستا ہی رہا
تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ	یا کہنے لگے اگر اللہ مجھ کو راہ دکھاتا تو میں ہوتا
الْمُتَّقِيْنَ۔ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى	ڈرنے والوں میں سے یا کہنے لگے جب
الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ	دیکھے عذاب کہ کسی طرح مجھ کو پھر جانا ملے تو
الْمُحْسِنِيْنَ۔ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ	میں ہو جاؤں نیکی کرنے والوں میں، کیوں
فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ	نہیں، پہنچ چکے تھے تیرے پاس حکم، پھر تو نے
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (سورۂ الزمر آیت ۵۴ رع ۳)	اُن کو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو تھا منکروں میں۔

دارالامتحان میں رہ کر گناہ سے بچنا

فرمایا کہ انسان اس دارالامتحان، دنیا میں رہ کر بھی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فارسی کے دو شعر پڑھے۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

....

دلا تو رسمِ تعلق زمرغابی جو!
گرچہ غرق بدریا است خشک پر برخاست

یعنی جس طرح پانی کا پرندہ جس کو (مرغابی) کہا جاتا ہے، پانی کے تہہ میں جا کر غوطہ لگاتا ہے، مگر جب پانی سے باہر نکل آتا ہے تو اس کے پروں پر پانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے پر خشک نظر آتے ہیں۔ فرمایا کہ اسی طرح اللہ والے اس دنیا میں رہ کر بھی گناہ سے محفوظ رہتے ہیں، دنیا کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔

مجلس حضرت شیخ بمقام جامع مسجد شرف آباد

مؤرخہ ۲۸ ررمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

ابدال کی بشارت

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ پچاس سال قبل کا واقعہ ہے، کہ میں اپنے شیخ پیر عبدالمالک صاحبؒ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھا، میرے پیر ومرشد مولانا عبدالمالکؒ بیت اللہ شریف کے اندر جانا چاہتے تھے جبکہ چوکیدار اس زمانہ میں پانچ ریال لے کر چھوڑتے تھے، حضرت شیخ پیر عبدالمالکؒ نے فرمایا کہ چوکیدار کو پیسہ دے کر اندر جانا ایک قسم کی رشوت ہے، علماء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ بیت اللہ شریف کے دروازے کے قریب میرے پیر ومرشد عبدالمالکؒ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی اور کہا کہ یا اللہ اگر میں نالائق اور نااہل ہوں تو مجھ میں اہلیت پیدا فرما، اتنے میں بیت اللہ شریف کے چوکیدار نے دروازہ کھولا، حضرت داخل ہوئے اور میں بھی حضرت کے ساتھ داخل ہوا، ایک اور صاحب بھی ہمارے ساتھ داخل ہوئے، بیت اللہ شریف کے اندر میں نے اپنے شیخ سے تجدیدِ بیعت کی، حضرت شیخ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا، اس دوسرے شخص نے بھی اپنا ہاتھ حضرت شیخ پیر عبدالمالکؒ کی طرف بڑھایا، حضرت نے اسے بیعت کرنے کی اجازت نہیں دی، اس نے بہت اصرار کیا مگر اس کو اجازت نہ ملی، بہر حال

پھر حضرت پیر عبدالما لکؒ مراقب ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں ہی مراقب ہوئے، حالانکہ چوکیدار تھوڑی دیر کے بعد اندر سے نکال دیتے ہیں مگر میرے مرشد پیر عبدالما لکؒ کافی دیر تک مراقبہ میں رہے۔

اسی مراقبہ میں میرے ساتھ اس شخص نے کچھ باتیں کیں اور مُٹھی بھر مٹّی اٹھا کر رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان پھینکی، پھینکنے کے بعد ایسا لگا کہ رکنِ یمانی اور حجر اسود کے مابین والا حصہ پھٹ گیا اور وہ مٹی جہاں تک نظر پڑی دور جا کر گری۔ اسی مراقبہ میں اس شخص نے یہ بھی کہا کہ حافظ غلام حبیب تم جانتے ہو کہ یہ مٹی اتنی دور کیوں گری؟ میں نے کہا نہیں، اس نے جواب دیا کہ تیرا فیض اس قدر دنیا کے دور دراز اور طول وعرض تک پھیلے گا۔

راقم کے حضرت (غلام حبیب صاحبؒ) نے فرمایا کہ میرے پیر عبدالما لک صاحبؒ نے فرمایا کہ حافظ صاحبؒ آپ نے ابدال کے ساتھ کیا باتیں کیں؟ میں نے جواب دیا کہ حضرت جو باتیں ہوئیں وہ تو آپ کو معلوم ہو گئی ہونگی، پھر میں نے تمام باتیں اپنے مرشد پیر عبدالما لکؒ کو سنائیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب! یہ شخص ابدال[1] ہے۔ جس نے تیرے ساتھ باتیں کی ہیں اور تیرا فیض میرے ذریعہ دنیا کے دور و دراز مقامات تک پھیلے گا۔

راقم کے مرشد (پیر غلام حبیب صاحبؒ) فرماتے ہیں کہ پینتیس برس تک اس واقعہ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، پینتیس برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں باہر دور دراز ان ممالک کا سفر کرایا جہاں تک عام دنیا والوں کی رسائی مشکل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اُس حصہ تک رسائی فرمائی جو کہ دنیا کا آخری حصہ ہے۔

---

[1] دنیا میں اسّی (۸۰) ابدال ہیں، چالیس ملک شام میں ہیں اور چالیس دیگر ممالک میں ہیں، اسی لئے ملک شام کو برکت والا کہا جاتا ہے۔

لَوْ لاَ الصَّالِحُوْنَ لَهَلَکَ الطَّالِعُوْنَ • بِهِمْ یُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ یُمْطَرُوْنَ

واقعی انہی لوگوں کے طفیل سے دنیا قائم ہے۔

ابدال بھی شریعت کے پابند ہوتے ہیں

فرمایا ابدال[۲] دنیا کے کسی گوشہ میں ہوں وہ حج کے وقت بیت اللہ پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے زمین کی رگوں اور طنابوں کو سمیٹ کر طویل مسافت کو ان کے لئے کوئی ڈھائی میل کا فیصلہ بنا دیتے ہیں اور یہ ہر سال حجِ بیت اللہ ادا کرتے ہیں، یہ گناہوں سے دور رہتے ہیں اور لوگوں سے بہت ہی کم ملتے جلتے ہیں، لوگوں کے ساتھ ان کا ملنا جلنا کم ہوتا ہے، اگر ان پر کوئی زیادتی کرے تو وہ درگزر سے کام لیتے ہیں، ان لوگوں کی پہچان بہت مشکل ہے، ان کو صرف اللہ والے پہچانتے ہیں، وہ ظاہراً و باطناً شریعت کے پابند ہوتے ہیں۔ ولی وہ ہوتا ہے جس کو خدا اور رسول ولی کہہ دے ورنہ غلط کار قسم کے لوگ ولی نہیں بن سکتے۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت

فرمایا: تلاوتِ قرآن پاک کا بہت بڑا ثواب ہے۔ یہ آلۂ رحمت ہے، یعنی رحمتِ الٰہی کے کھینچنے کا آلہ ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ مابینِ عصر و مغرب، روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے تھے، یہ در اصل بزرگانِ دین کی کرامت اور کمال ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب اپنا قدم گھوڑے کی رکاب پر رکھنا چاہتے تو رکھنے سے قبل پورا قرآن پاک ختم فرماتے۔ یہ صحابی کی کرامت ہوسکتی ہے، صحابۂ کرام میں قرآن پاک کے ختم کرنے کی تین کلاسیں ہوتی تھیں۔ (۱) فرسٹ (اعلیٰ کلاس) (۲) سیکنڈ (درمیانی کلاس) اور (۳) تھرڈ کلاس۔ فرسٹ کلاس والے تین ایام کے اندر اندر قرآن پاک ختم فرماتے۔ سیکنڈ کلاس والے ایک ہفتہ میں اور تھرڈ کلاس والے پورے پندرہ دن میں ختم فرماتے تھے۔

---

[۲] حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ میرے مرشد پیر عبدالمالکؒ نے فرمایا کہ میں نے اس ابدال کو بیعت ہونے نہیں دیا اور فیض کو محدود کیا، ورنہ میرا فیض بھی دنیا کے آخری حصہ، دور دراز تک پہنچ جاتا۔

قرآن پاک کی سات منزلیں ہیں، اس لئے صحابہ ہفتہ بھر میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے، روزانہ ایک ایک منزل پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ اب فرسٹ کلاس اور سکینڈ کلاس تو درکنار تھرڈ کلاس میں بھی کوئی داخل ہونے کو تیار نہیں۔

بعض صحابہ دس ایام میں ختم فرماتے تھے، امام شافعیؒ رمضان کے علاوہ روزانہ ایک ایک قرآن پاک ختم فرماتے تھے اور پورے رمضان مبارک میں ساٹھ قرآن ختم فرماتے۔ امام ابوحنیفہؒ[1] کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ عام راتوں میں ایک رکعت کے اندر پورا قرآن ختم فرماتے تھے اور چالیس برس تک مسلسل عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ نے ایک سو مرتبہ عالمِ رؤیا یعنی خواب میں ربّ العالمین کی زیارت کی۔

انسان بنانا بہت مشکل ہے

فرمایا: اس دنیا کے مادی نظام چلانے کے لئے ایمان کی کوئی شرط نہیں، اس مادی نظام کو بے ایمان مشرک و کافر بھی چلا سکتا ہے، فاسق و فاجر[2] بھی چلا سکتے ہیں، لیکن انسان بننے اور بنانے کے لئے ایمان شرط ہے، بے ایمان مشرک کسی کو انسان نہیں بنا سکتا۔ یہ سب سے بڑا مشکل کام ہے، اس کو ہر کس و ناکس نہیں کر سکتا، اس کے لئے کامل کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد حضرت نے علامہ شعرانیؒ کا قول بیان فرمایا: وہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی دیہات میں رہ کر محض اللہ ہی کے لئے دین کی خدمت کرتا رہے اور اللہ اللہ کرتا رہے، تو اس ذاکر پر وہ زمانہ آئے گا کہ وہ اپنے زمانے کا غوث و قطب بن جائے گا۔

---

[1] نور الایضاح کا مقدمہ ملاحظہ فرمادیں۔

[2] بسا اوقات اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کی وجہ سے، ان پر ظالم بادشاہ مسلط کرتے ہیں کہ تم نے میرے قانون پر عمل نہ کیا اور خداوندی قانون کو توڑ ڈالا اب اس کا مزہ چکھ لو۔

اساتذہ اور کتابوں کا ادب

فرمایا: علم دین، ادب کرنے سے آتا ہے۔ جو آداب نہیں جانتا وہ ہمیشہ علم دین سے محروم رہتا ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا جب انتقال ہوا تو مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے درس دیتے وقت طلباء سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ شاہ صاحبؒ کو یہ اونچا مرتبہ کیسے نصیب ہوا؟ بعض طلباء نے کہا اس لئے کہ وہ بڑے پایہ کے عالم تھے، بعض نے کہا اس لئے کہ وہ شیخ الحدیث تھے، کسی نے یہ جواب دیا کہ وہ بڑے بزرگ تھے، غرضیکہ مختلف جوابات سامنے آئے۔ مگر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کوئی جواب صحیح نہیں۔ حضرت شاہ صاحب کو یہ رُتبہ اس لئے ملا کہ وہ طالب علمی کے دوران اپنے اساتذہ کا ادب وعزت اس طرح کرتے تھے کہ کوئی نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ خصوصاً اِس زمانہ کے طلباء اس لئے علم دین سے محروم اور بے بہرہ ہوجاتے ہیں کہ وہ کتبِ دین کے آداب اور اساتذہ کا احترام جانتے نہیں، اس زمانہ کے طلباء بستر پر لیٹ کر مطالعہ کرتے ہیں، جبکہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ علم دین بغیر ادب کے حاصل ہی نہیں ہوتا، جو طلباء کتبِ حدیث اور کتبِ فقہ کو سر کے نیچے رکھ کر سوتے ہیں، وہ علم دین قطعاً حاصل نہیں کرسکتے۔

قاری محمد طیب صاحبؒ اور پیر عبدالمالکؒ کا آپسی احترام

فرمایا: ایک مرتبہ قاری محمد طیب صاحبؒ میرے شیخ پیر عبدالمالک صاحبؒ سے ملے اور ان کے سامنے اس طرح ہاتھ باندھ کر ادب کے ساتھ بیٹھے کہ ہم بالکل حیران رہ گئے، جب میرے شیخ نے ان کے بیٹھنے کی کیفیت دیکھی تو فوراً اٹھے اور ان سے الگ ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ حضرت آپ اتنی جلدی کیوں اٹھ گئے؟ فرمایا کہ حافظ صاحب تم نے

دیکھا کہ وہ کس طرح میرے سامنے بیٹھے تھے؟ میں قاری محمد طیب صاحب کے سامنے کیا ہوں؟ ان کو پوری دنیا جانتی ہے اور ہر جگہ ان کے مریدین ہیں، مجھے تو کوئی نہیں جانتا وہ اس طرح میرے سامنے بیٹھے کہ میں برداشت نہ کر سکا، اس لئے مجھے جلدی اٹھنا پڑا۔ یہ ہے آداب بجالانا۔

مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کیا لے کر آئے؟

حضرت شیخؒ نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا ذکر فرمایا کہ مرزا مظہر جان جاناں فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے کہ تم نے اپنی زندگی میں کس کو بنایا؟ تو میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو پیش کروں گا کہ یا اللہ! میں نے اسے بنایا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ فرماتے تھے کہ اگر بروزِ قیامت، مجھ سے سوال کیا جائے کہ عبدالعزیز تو دنیا سے کیا لے کر آیا تو میں اپنی ''تفسیر قرآن مجید'' بغل میں دبائے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر کہوں گا یا اللہ! میں نے یہ لکھی ہے اور یہی تفسیر عزیزی لے کر آیا ہوں۔ اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ ان حضرات نے تو جواب دے دیئے، مگر ہم کیا لے کر جائیں گے اور کس کو پیش کریں گے؟
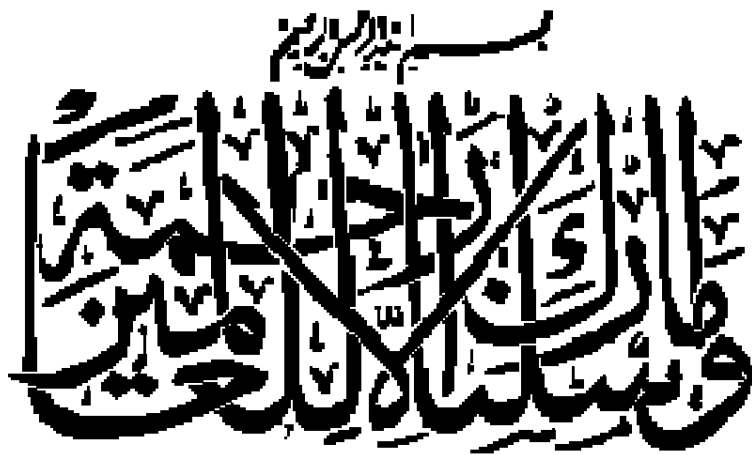
وعظ بروز پنجشنبہ ۵ رشوال ۱۳۹۶ھ
نزد مکی مسجد بخانہ محمد رفیق صاحب

ناقص اور کامل انسان

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ • بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ •

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ • (پ ۲ رسورۂ بقرہ ع ۲۰)

اور ایک آدمی (وہ بھی) ہے جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک (خدائی) قرار دیتے ہیں، اُن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے اور جو مؤمنین ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانُ•

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور بغض بھی رکھے اللہ تعالیٰ کے لئے، اور کچھ دے اللہ ہی کے لئے اور نہ دے اللہ ہی کے لئے، (یعنی سب کچھ اس کا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو) پس اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔

باری تعالیٰ اس آیت کے اندر دو لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں:

(۱) کامل انسان (۲) ناقص انسان، یا بالفاظِ دیگر مسلمِ کامل اور مسلمِ ناقص۔ میں نے مسلم اس لئے کہا کہ مسلم کے معنی منقاد اور فرمانبردار کے ہوتے ہیں اور مسلمان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

ناقص انسان یا مسلمِ ناقص وہ ہے جو غیر اللہ سے اس طرح محبت رکھتا ہے، جس

طرح خدا کے ساتھ ہونی چاہئے اوران کو مال و دولت خدا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے جبکہ ناقص کے مقابلہ میں کامل مسلم خدا کے ساتھ اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ کسی اور کے ساتھ اتنی محبت نہیں رکھتے اور یہی کامل لوگ، اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہیں، حلال کو اپنائے ہوئے اورحرام سے بچتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اور یہی محبتِ الٰہی کی دلیل ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (پ ۳/ سورۂ آل عمران ع ۴)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اور ان کی صفات کے مظہر ہیں، جہاں قرآن وحدیث بیان ہو، سامعین یعنی سننے والے حضرات چپ چاپ سنتے رہیں؛ تاکہ قرآن وحدیث کا اثر قلب پر پڑے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں بڑا خطرناک دور ہے، لوگ دنیوی لذّات کے درپے لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ الخ (پ ۳/ سورۂ آل عمران ع/ ۲)

لوگوں کے لئے عورتوں کے ساتھ شہوات کی لذّتیں مزیّن کر دی گئیں اور اولاد کی محبت مزیّن کر دی گئی اور سونے اور چاندی کے ڈھیر اور نشان دار گھوڑے، سارے کے سارے انسان کے لئے مزیّن اور خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ ہم اپنی زندگی گزارتے ہیں اور

جن کے ساتھ ہماری محبت ہے، یعنی بیوی، بچے وغیرہ یہی لوگ قیامت کے روز ہمارے دشمن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ۔

(سورۂ تغابن پ ۲۸)

فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ ہم ہر وقت محبت کرتے ہیں اور یہ وہی بیوی ہے جو بوقتِ نکاح، تین چار آیتیں پڑھ کر حلال طریقہ سے آپ نے نکاح میں قبول کرلیا، وہ منکوحہ بن گئی، مگر اس منکوحہ کا حال یہ ہے کہ وہ خاوند کی دشمن بن جاتی ہے اور جو غیر منکوحہ ہو، اس کا کیا حال ہوگا؟ اسی طرح جن کو ہم اپنا دوست سمجھتے ہیں، وہ درحقیقت ہمارے دشمن ہو سکتے ہیں، اس لئے ہر دم خدا کی مرضی پر چلیں۔

عزت اوپر سے آتی ہے نیچے سے نہیں

عزت اوپر سے آتی ہے، نیچے سے نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ** کہ عزت اوپر سے آتی ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اللہ کے رسول کے لئے ہے اور مؤمنینِ کاملین کے لئے ہے۔ لوگ بادشاہوں اور وزیروں سے عزّت طلب کرتے ہیں، حالانکہ عزّت ان کے پاس نہیں، عزّت عُہدوں کے اندر نہیں، جسے ڈھونڈھا جائے۔

سورۂ فاطر (پ ۲۲ / ع ۱۴) میں ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعاً اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ الخ۔

جو شخص عزّت حاصل کرنا چاہے، تو تمام تر عزت خدا ہی کے لئے ہے، اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچتا ہے اور جو لوگ اس کے خلاف بڑی تدبیریں کررہے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اوپر والی عزت دائمی ہوتی ہے اور نیچے والی عزت ناپائیدار، جس کے پیچھے ذلّت اور رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اوپر کی عزّت سے نوازے۔ آمین

حضرت عائشہؓ سے صدیقِ اکبرؓ کے سوالات

فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ان کے والدِ بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ سوالات کرتے تھے اور ان سے علمی معلومات حاصل کرتے تھے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو امّاں کے لفظ سے پکارتے تھے۔ یہ ہیں عائشہ صدیقہؓ جن سے ان کے والد بھی فتویٰ پوچھا کرتے تھے۔

اولاد کو دین پر لگانا، ورنہ وبالِ جان ہوگا

فرمایا: اولاد کو دین پر لگانا چاہئے، ورنہ ان کی زندگی تباہ ہوگی اور یہی اولاد قیامت کے دن والدین کے خلاف دعویٰ دائر کریں گی اور وہ عدالت بھی خداوندی عدالت ہوگی، اولاد اس وقت آواز اٹھائے گی کہ یا اللہ ہم نے اپنے بڑوں کا کہنا مانا، انہوں نے ہم کو گمراہ کیا جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا۝ (پ ۲۲/ع ۵)

اے اللہ! ہم نے اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور سرداروں کی اطاعت کی جن لوگوں نے ہم کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر گمراہ کر دیا، اے اللہ! ہمارے بڑوں کو اور سرداروں کو اور ہمارے لیڈروں کو اور ہمارے والدین کو بھی ڈبل عذاب دیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت یہی ارشاد فرمائے گا کہ سب کو ڈبل عذاب دیا جائے گا۔

پردے کی اہمیت

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ • (پ۱۸ ر سورۂ نور ع ۴)

آپ مسلمان مردوں سے کہئے کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

آج کل عورتوں کو پردہ سے چھٹی ہے۔ معرفتِ الٰہی اس وقت حاصل ہوگی جب آنکھ، کان اور منہ پر قابو ہو۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

ترجمہ: یہ تین کام کرلو حقیقت نظر آئے گی اور معرفتِ الٰہی نصیب ہوگی۔ منہ بند کرو سوائے ذکرِ الٰہی کے، آنکھ نامحرم کی طرف نہ دوڑاؤ اور بُری باتوں کے سننے سے اپنے کان بند کرو۔ پھر دیکھو کہ خدا کا بندے کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، اگر معرفت حاصل نہ ہو تو ہم پر ہنسنا۔

برگزیدہ ہر زمانہ میں

اللہ تعالیٰ کے جتنے فرمانبردار اور تابعدار بندے ہوتے ہیں، ان پر مشکلات آتی ہیں۔ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور چنے ہوئے بندے ضرور ہوں گے، بلکہ ہر زمانہ میں چالیس ابدال بھی ضرور ہوں گے، چنانچہ ان میں سے ایک کا انتقال ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بھیج دیتے ہیں، تاکہ وہ اس کی مسند سنبھال لے۔

نبی کی زندگی کا نصب العین

فرمایا کہ نبی کی زندگی کا نصب العین یہ ہے، قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ میرے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، قربانی، زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ وہی خالق اور رازق ہے، اخلاص وللّٰہیت، رضاء الٰہی اور ذکرِ الٰہی ان کا شیوہ ہے، اولیاء کرام کا ہر دن، ہر لمحہ ذکرِ الٰہی میں گزرتا ہے۔

پورے قرآن اور پوری کائنات کا نچوڑ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کے پورے تیس (۳۰) پاروں کا خلاصہ اور نچوڑ صرف لفظ ''اللہ'' ہے، بس اللہ اللہ کرنے سے انسان کا قلب ذاکر بن جاتا ہے اور ساری مخلوقات وکائنات کا خلاصہ لبّ لباب اور نچوڑ ''قلبِ انسان'' ہے۔ یہی محنت کا میدان اور تجلی کا محور ہے۔

نورِ قلبی اور سورج کی روشنی

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح کلام اللہ، مقناطیس ہے، رحمتِ الٰہی کو کھینچ لیتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر جب انسان کے پورے بدن یعنی ظاہر و باطن میں رچ جاتا ہے، تو اس وقت یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

حضرت شیخ کا بیان مدرسہ اسلامیہ، احرار الاسلام ریگسر لین، لیاری، کراچی میں ہوا۔ خدا کا کرنا کہ اس دن بلیک آؤٹ ہوا، تمام بتیاں بُجھ گئیں، حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بھی حضرت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپؒ نے مولانا

عبدالرحیم صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: عبدالرحیم اپنے بوڑھے باپ کے لئے چراغ کا انتظام کرو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے تمہاری بتیوں اور چراغوں کی ضرورت نہیں، جب میں اپنی قلبی روشنی کی طرف دیکھتا ہوں، تو قلبی روشنی کے مقابلہ میں سورج کی روشنی کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی۔

کوشش کرو قلبی روشنی پیدا کرو، ورنہ یہ دنیوی روشنیاں دنیا ہی تک رہتی ہیں، مگر جو قلبی روشنی ہوگی وہ ہمیشہ کے لئے ساتھ رہے گی۔ قلبی روشنی، قبر میں، پل صراط میں اور اس سے آگے بھی جائے گی، یہ گیس والی بتّیاں یہیں رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ۔ (پ ۲۳/س زر ع ۳) — جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب کے نور اور روشنی میں ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ۔ — تمہارے پاس منجانب اللہ ایک نور اور ایک کتاب آئی۔ لہٰذا ان کے احکام پر عمل کرو۔

اسی طرح مؤمن کو حکم ہے کہ پڑھے **اَللّٰهُمَّ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا** ایک اور جگہ نور کے بارے میں ارشاد ہے **فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ** کہ جب مؤمنین پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور منافقین چلتے چلتے پل صراط کے درمیان رہ جائیں گے، تو وہ اپنے سے آگے والے لوگوں کو ندا کریں گے کہ کیا ہم تمہارے دوست اور ساتھی نہیں؟ تم کیوں ہمیں اپنے ساتھ نہیں لے جاتے؟ اس وقت مسلمان اپنی قلبی روشنی کے ساتھ نکل جائیں گے، تو اس نور سے کیا یہ گیس والا نور یا بجلی والا نور مراد ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ قلبی ایمانی نور مراد ہے، لہٰذا ہمیں قلبی نور چاہئے، قلبی نور کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے۔ پل صراط پر منافقین کا نور بُجھ جائے گا، وہ

نہ آگے چل سکیں گے اور نہ پیچھے ہٹ سکیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا فَضُرِبَ بَیۡنَہُمۡ بِسُوۡرٍ لَّہٗ بَابٌ بَاطِنُہٗ فِیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَظَاہِرُہٗ مِنۡ قِبَلِہِ الۡعَذَابُ۔ (پ ۲۷/ حدید ع ۱۸)

جس روز منافق مراد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں گے۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، (وہاں) روشنی تلاش کرو، پھر ان منافقین کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا، جس کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔

امرد اور اجنبیہ دونوں برابر

اَمرد کہتے ہیں اس لڑکے کو جس کے داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو، اس کا چہرہ اس وقت چونکہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے، اس لئے نفس کا میلان اور بڑی خواہش پیدا ہوتی ہے، اسی سبب سے ایسے لڑکوں کو نفسانی خواہش کے ساتھ دیکھنا، اسی طرح حرام ہے جس طرح اجنبیہ عورت کو دیکھنا حرام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ جب امام محمدؒ کو پڑھاتے تھے اور ان کو جب تک ڈاڑھی نہیں نکلی تھی، بجائے سامنے بٹھانے کے پیچھے بٹھاتے تھے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے تصنیف والے حجرے میں، ایک تیرہ سالہ طالب علم کو کسی کام سے مولوی شبّیر علی صاحبؒ نے بھیجا، حضرت فوراً بالا خانہ سے نیچے اُتر آئے اور مولوی شبّیر علی صاحب کو تنبیہ فرمائی کہ خبردار! میرے تنہائی کے کمرے میں کسی امرد

کومت بھیجا کرو، خلوت کسی امرد کے ساتھ جائز نہیں۔

حضرت شیخ ؒ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو مولانا تھانویؒ جیسی ہستی، جو اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتے اور اپنے نفس سے بدگمان ہو کر امردوں سے احتیاط کرتے ہیں، پھر ہم اپنے اوپر کیا اعتماد کر سکتے ہیں؟ حالانکہ مولانا تھانویؒ اپنے زمانے کے غوث اور قطبِ وقت تھے پھر بھی ان کا یہ حال تھا۔

امرد کا فتنہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ امرد کا فتنہ عورت کے فتنہ سے زیادہ سخت ہے، کیونکہ نامحرم عورت سے، کوئی دیندار آدمی بات چیت، میل جول کا راستہ نہیں پاتا اور مخلوق کے خوف سے اُس کو ہمت نہیں ہوتی، برعکس امرد سے بات چیت، میل جول میں وہ لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے کہ یہ ہمارا شاگرد ہے یا ہمارا بھائی ہے، اس لئے دیندار حضرات کو شیطان اس خبیث عمل میں بآسانی پھنسا کر، خدا تعالیٰ کی رحمت اور قرب سے دور کر دیتا ہے۔

بے پردہ عورت کا حال

حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو لڑکیاں اور جو عورتیں گھروں سے بے پردہ نکل کر بازاروں میں چلتی، پھرتی ہیں، وہ قطعاً بچ نہیں سکتیں۔

یہ بے حیائی کا دور ہے، عورتیں آزاد ہو چکی ہیں، غیرت اُٹھ گئی ہے، آج کل عورتیں کما کر مردوں کو کھلاتی ہیں۔ اللہ بچائے وہ کیسی عورت ہوگی جو دفاتر میں غیر مَردوں نو جوانوں کے ساتھ جا کر کام کرے اور کما کر اپنے شوہر کو کھلائے، اس عورت کی کیا عزت ہوگی اور اس کی عصمت کا کیا حال ہوگا۔ حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ

ملاحظہ فرماویں:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا• قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا • قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا• قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا• قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا • (پ ۱۶/ سورۂ مریم)	اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کتاب میں مریم علیہا السلام کا بھی ذکر کیجئے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا غسل کے لئے گئیں۔ پھر ان لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال دیا، پس اس حالت میں ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ جبرئیلؑ کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک خوب رو آدمی بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اپنے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ خدا ترس ہے تو یہاں سے ہٹ جا فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں وہ تعجباً کہنے لگیں بھلا میرے لڑکا کس طرح ہوگا، حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ نے کہا یوں ہی اولاد ہو جائے گی، تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات ہمارے لئے آسان ہے اور اس طور پر اس کو پیدا کریں گے تا کہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی اپنی قدرت کی بنا دیں اور باعثِ رحمت بنائیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہوگی)۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا: مائی مریم علیہا السلام کا واقعہ دیکھا کہ وہ کس طرح باحیا اور پردہ میں رہا کرتی تھیں۔ جنگل کی طرف جاتی تھیں تو بھی پردہ کرتی تھیں۔ حضرت جبرئیل آئے، بچہ کی خوشخبری دینے کے لئے، تو مائی مریم علیہا السلام نے کہا کہ مجھے کس طرح بچہ ہوگا

اس لئے کہ **وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ** کہ کبھی کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں ہے۔

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ اجنبی مرد کا مائی مریم علیہا السلام کو ہاتھ لگانا تو درکنار، وہ اس قدر مردوں سے حجاب میں رہیں کہ مائی مریم علیہا السلام کو کسی کے بدن کے کپڑے نے بھی نہیں چھوا۔

مؤمنینِ کاملین کے اعمال

فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کے اعمال اوپر کی طرف پرواز کریں، البتہ مؤمنین کاملین کے اعمال یقینا پرواز کریں گے۔ مشرک اور منافق کے اعمال کے پرواز کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بعض مؤمنین بھی ایسے ہیں کہ ان کے اعمال زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں، حاجی حج کو جاتے ہیں بعض حاجی حج سے واپس ہوکر مردود[1] وملعون ہوکر آجاتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ہر حاجی کا حج قبول ہو، آج کل لوگ حج کے لئے جاتے ہیں تو واپسی پر اپنی شہرت کے لئے تعارفی کارڈ چھپواتے ہیں، پورے خاندان والے اس کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالنا ضرور سمجھتے ہیں، ریکارڈنگ بھی ہوتی ہے، کیا کیا خرافات نہیں ہوتے۔

ہمارے پنجاب میں بلکہ اور بھی بعض جگہ یہی رواج ہے کہ حاجی کی واپسی کے وقت ریکارڈنگ بجانا اور دکھاوے کے لئے جو کچھ ان کے بس میں ہوتا ہے کرتے ہیں، اب ظاہر ہے کہ جو عمل دکھاوے اور ریا کے لئے ہو اس میں قبولیت کہاں سے آئے گی۔

---

[1] سعودیہ کے منتظمین کا کہنا ہے کہ چند برس سے ایسے لوگ حج ادا کرنے آتے ہیں کہ جمرات پر کنکری مارتے وقت ان کی ماری ہوئی کنکریاں، وہاں پڑی رہتی ہیں، فرشتہ ان کو اٹھاتے نہیں ہیں۔ اتنی کثیر تعداد میں کنکریاں جمع ہوتی ہیں کہ ان کا اٹھانا ہمارے لئے دردِ سر ہے، معلوم نہیں یہ کیسے لوگ ہیں، اور کس طرح حج ادا کرتے ہیں؟

روضۂ پاک کا ادب

حضرت شیخ نے فرمایا کہ قاری محمد طیّب صاحب مدیر دار العلوم دیو بند نور اللہ مرقدہ کو میں نے حج ادا کرتے دیکھا، کہ وہ روضۂ اطہر پر اس طرح سے جاتے تھے کہ ان کے پیروں کی آہٹ کی آواز بھی کوئی نہ سنتا تھا اور اسی طرح مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کو میں نے دیکھا کہ وہ باب جبرئیل سے اس طرح جاتے تھے کہ لنگڑے پن کے ساتھ چلتے تھے۔ فرمایا کہ یہ ہیں آدابِ حرمین شریفین۔

امام مالک کا ادب

علماء صلحاء کو دیکھ کر حج ادا کرنا چاہئے، وہاں کے مقامات کے آداب بجالا نا نہایت ضروری ہے۔ امام مالکؒ کو جب بول و براز کی حاجت ہوتی تو آپ حدودِ حرم سے کافی دور جا کر اپنی حاجت پورا کر کے تشریف لاتے اور فرماتے کہ جہاں تک تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشاب فرمایا ہے، میں وہاں پیشاب کروں، اس کو میں سوءِ ادب سمجھتا ہوں، امام مالکؒ حدودِ حرم میں کبھی جوتا نہ پہنتے تھے۔

آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی قربانی

پیغمبرِ اول، حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کیں، مگر ایک بیٹے کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی مردود قرار دی گئی۔ قرآن میں اس کا تذکرہ کیوں کیا گیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ	اور آپ ان اہل کتاب کو حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے، جب کہ دونوں

مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ• (پ۶/س مائدہ ع۹/ آیت ۲۷)

نے ایک ایک نیاز پیش کی اور اُس میں سے ایک کی تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا، اس پہلے بیٹے نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول فرماتے ہیں۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ مقبولیت کا دارومدار ہی تقویٰ پر ہے، اس لئے فرمایا:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ•

اس کے بعد حضرت شیخ نے سورۂ بقرہ کی آیت پڑھی:

الٓمٓ • ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ • الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ• (پ۱/ع۱)

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو اور وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چُھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ دیا ہے ہم نے ان کو اس سے خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا یہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت کا باعث ہے اور ہدایت خاصہ کا بھی ذریعہ ہے، مگر اس میں شرط ہے کہ وہ انسان متقی ہو اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ تمام اعمال کی مقبولیت کا دارومدار تقویٰ پر ہی ہے۔

انسانوں کے ذمہ کوشش ضروری ہے

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ انسان ہمیشہ نیک اعمال کرنے کی کوشش کرے، محنت کرے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہوگا جس کی وہ کوشش کرے گا،

عنقریب، ضرور اس کی کوشش کا پھل اس کو مل جائیگا۔ جس طرح حدیث میں ہے **اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ** کہ ہر عمل کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ** کہ میں اپنے بندہ کے ارادہ کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں، جو کچھ وہ نیت یا ارادہ کرتا ہے، میں بندہ کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرتا ہوں۔ نیکی کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کے وجود سے نیکیاں ہی ہوں گی، اگر وہ بندہ بُرائیوں کا ارادہ کرے گا تو اس سے بُرے افعال سرزد ہوں گے۔ کوشش انسان کے بس کی بات ہے، لہٰذا کوشش، انسان پر ضروری ہے، نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا مکان میں لے گئیں، تو سات قفل سات دروازوں میں ڈال دیئے تھے، تا کہ نکلنے نہ پائیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کیفیت دیکھی تو سوچا کہ مجھے اپنا کام کرنا چاہئے۔ پھر حق تعالیٰ اپنا کام کریں گے، دروازہ کھولنا نہ کھولنا میرا کام نہیں، بس خدا پر توکّل کرکے دروازہ کی طرف بھاگے، دروازے کی طرف پہنچنے نہ پائے تھے کہ دروازے کھلتے چلے گئے، یہاں تک کہ ساتوں دروازوں سے باہر نکل گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ گو بھاگنے کا راستہ تو نہیں ہے، لیکن بھاگنا تو میرا کام ہے اور میرے قبضہ میں ہے، چنانچہ اس قصد سے بھاگے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ باہر نکل گئے۔ اسی کو مولانا رومیؒ نے ایک شعر میں بیان فرمایا ہے۔

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
تا نگرید ابر کے خندد چمن

اگر حضرت یوسف علیہ السلام نہ بھاگتے تو دروازے نہ کھلتے، اسی طرح اگر بچہ نہ روئے تو والدہ کے پستان کا دودھ کس طرح جوش میں آئے گا اور اگر بادل نہ گرجے اور نہ برسے تو زمین پر چمنستان کیسے ہوگا اور باغ و بہار کس طرح لہلہائے گا۔

اسی طرح انسان خدا کے سامنے گڑ گڑائے، جب تک خدا کے سامنے گڑ گڑا کر نہ روئے اور جیسی اس کی استطاعت ہے کوشش نہ کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت کس طرح جوش میں آئے گی۔ بندوں کا رونا اس طرح ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دلانا مقصود ہو۔

لمحوں میں وصول الی اللہ کی مثال

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے، بادشاہ نے کچھ دریافت کرنے کی غرض سے انہیں بلانا چاہا، بادشاہ محل کے اوپر تھا، یہ نیچے سے گزر رہے تھے، بادشاہ نے اوپر سے کمند پھینک دی جس سے وہ فوراً محل پر پہنچ گئے، بادشاہ نے پوچھا کہ بندہ کی رسائی خدا تک کیسے ہوسکتی ہے؟ کہاں خدا اور کہاں بندہ۔ انہوں نے برجستہ فرمایا ایسے ہوسکتی ہے جیسے میری رسائی آپ تک ہوگئی، اگر میں دروازے سے آتا تو کتنے مرحلے طے کرنے پڑتے، کہیں دربانوں سے واسطہ پڑتا، کہیں مصاحبین سے کہنا پڑتا، کتنے درجے طے کرنے پڑتے، اس کے بعد کہیں آپ تک رسائی ہوتی، اور شاید نہ بھی ہوتی اگر دربان روک دیتا۔ غرضیکہ ایک صورت تو آپ تک پہنچنے کی یہ تھی کہ میں آپ کی تلاش کرتا اور سو دقّتیں اٹھا کر آپ تک پہنچتا اور ایک صورت یہ ہے کہ آپ نے خود مجھے کھینچ لیا، پس جیسا آپ نے اس وقت کیا، اسی طرح خدا بھی کھینچ لیتے ہیں، اس طرح خدا تک رسائی ہوسکتی ہے؛ مگر طلب، شرط ہے، کیونکہ خدائے تعالیٰ کھینچتے اسی کو ہیں جو طلب رکھتا ہے اور جو اعراض کرتا ہے، اس سے وہ بھی اعراض کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ	نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! بھلا یہ تو بتلاؤ
كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ	کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں
وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ	اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوّت) عطا
فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ	فرمائی ہو پھر وہ (نبوّت یا اس کی محبت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو

اَنُلۡزِمُکُمُوۡهَا وَاَنۡتُمۡ لَهَا کٰرِهُوۡنَ• (پ ۱۲/ سورۂ ہود ع ۳/ آیت ۲۸) میں کیا کروں! مجبور ہوں! کیا ہم اس (دعویٰ یا دلیل) کو تمہارے گلے منڈ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ یعنی تم کراہت کرو تو ہمیں کیا غرض اور پڑی ہے کہ خوامخواہ اپنی رحمت کو تم پر لادیں، لیکن اگر بندہ طلب کرے تو اس کی طرف باری تعالیٰ نہایت توجّہ اور رحمت فرماتے تھے۔

کھینچنے میں طلب کا دخل

اس کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ ماں کی آغوش میں دوڑ کر آنا چاہتا ہے، مگر گھٹنوں سے چلا نہیں جاتا، اگر وہ ہمت کر کے کھڑا ہوا اور گر پڑے تو اس کا گرنا تھا کہ ماں نے دوڑ کر خود اٹھالیا۔ بس اس کا کام اتنا ہی ہے کہ اپنی ہمّت کے موافق چلے اور گر پڑے، جب وہ اپنا کام کر چکتا ہے تو فوراً ہی آغوش میں اٹھالیا جاتا ہے، اگر بچہ ایسا نہ کرے تو اس کی طرف ماں کو ایسا تقاضا پیدا نہیں ہوتا۔

پھر بھی کوشش شرط ہے

یہ بات تو مسلّم ہے کہ انسان کی کوشش سے سب کچھ نہیں ہوتا ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے، مگر پھر بھی کوشش شرط ہے جیسے وضو، نماز کے لئے شرط ہے، گو تنہا وضو سے کچھ نہیں ہوتا، جب تک نماز نہ پڑھے، لیکن بدون وضو کے نماز بھی نہیں ہوتی، ایسے ہی خدا تعالیٰ محض آدمی کی کوشش سے نہیں ملتے، وہ اپنی مرضی سے ملتے ہیں مگر کوشش شرط ہے۔ قرآن پاک میں ہے جَزَآءً بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ یعنی عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل کی ضرورت ہے۔

اور یہ جو حدیث میں ہے کہ بدون رحمت کے کوئی جنت میں نہ جائے گا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل، علّتِ تامہ نہیں ہے، مگر شرط ہے۔

عزم پر بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں درجہ

فرمایا کہ انسان صرف یہ عزم وارادہ کرے کہ میں یہ نیکی کروں گا، تو بھی اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ ملے گا۔ انسان جس قدر عزم وارادہ بلند رکھے گا۔ اتنا ہی رب العالمین اس کو توفیق عنایت فرمائیں گے اور وہ روز بروز اپنے عزم اور ارادے سے بلند ہوتا جائے گا۔ فرمایا تم بھی ایسے اونچے عزائم بناؤ اور انابت الی اللہ کی کوشش وارادہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اونچا فرمادیں گے۔

مؤمنین کاملین کون ہیں؟

فرمایا: تم جانتے ہو کہ مؤمنین کاملین کون لوگ ہیں؟ ان کی پوری زندگی شریعت کے مطابق ہوتی ہے، ان کا عزم وارادہ اپنا نہیں ہوتا، ان کا کوئی بھی فعل اپنے اختیار سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان کی خواہش اپنی خواہش نہیں ہوتی، بلکہ ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے پر موقوف ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نے بہادر آباد میں جہاں آپ قیام پذیر تھے، علامہ اقبالؒ کا ایک شعر پڑھوا کر اس کی تشریح مجھ سے دریافت فرمائی، میں نے جواباً عرض کیا کہ حضرت یہ مؤمنین کاملین کے لئے ہے، مجھ جیسوں کے لئے نہیں ہے۔ شعر یہ ہے

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اس کے بعد حضرت نے اس شعر کا خلاصہ قرآنی آیات کی روشنی میں واضح کر دیا، جس سے ایمان تازہ ہوا۔ فرمایا کہ جب انسان کثرت سے ذکر اللہ کرتا رہے گا اور اسی طرح انابت الی اللہ حاصل کرے گا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی زمانہ میں انشاء اللہ اس انسان کی بوٹی بوٹی اور ہڈی ہڈی سے ذکر اللہ جاری وساری ہو جائے گا۔

نہ کرنے پر بھی ثواب

اگر کوئی شخص ہمہ تن تلاوت کی طرف مشغول ہے اور نماز با جماعت کا پابند ہے، اگر کسی وقت عذر کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے تلاوت نہ کر سکے یا جماعت سے رہ جائے یعنی مسجد میں نہ جا سکے، تو بھی اس کے معمولات کی وجہ سے پورا ثواب ملے گا۔

آدمی، نیکی کرنے سے فتح پاتا ہے

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ نیکی کرنے سے آدمی فتحیاب ہو جاتا ہے یعنی ایک نیکی کرنے سے بہت ساری نیکیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور گناہوں کا سدِّ باب ہو جاتا ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تم کو اونچا کرنا چاہتے ہیں۔

بلعم بن باعُور کا واقعہ سنئے: **وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ،** فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس کو یعنی بلعم بن باعور کو اور اونچا کرتے اور اس کے درجے اور بلند و بالا کرتے، اس کے برعکس اس کو نیچے گرایا، اس لئے کہ وہ خواہشِ نفسانی کا غلام بنا اور اپنی خواہشات کے تابع ہو گیا۔ یہ بات اگرچہ بلعم بن باعور کے حق میں اتری ہے، مگر اس کا حکم تا قیامت عام ہے۔

بلعم بن باعُور، بنی اسرائیل میں بہت اونچے بزرگ اور بڑے اللہ والے تھے، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اِدھر اُدھر کی باتیں بنائیں اور پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا، تو باری تعالیٰ نے اتنے بڑے ولی اور بزرگ کی زبان کتّے کی طرح باہر نکال دی۔

عدم ذکر اللہ فساد و معصیت کی جڑ

فرمایا: آج کل ہر طرف فسادات پھیلتے جا رہے ہیں اور معصیت از حد بڑھ چکی ہے، اس کی وجہ دراصل عدم ذکر اللہ ہے، بلکہ آج کل مدارس کے مدرسین بھی اس کا اہتمام نہیں کرتے، اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ذکر اللہ بھی اس انداز میں جس کا طریقہ خود خدا نے بتلایا ہے، جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے **وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ** کہ تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح وہ خود فرماتے اور بتلاتے ہیں اور وہ ہے **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** تم خدا کو کثرت سے یاد کرو، ورنہ ذکرِ قلیل کا کوئی ثمرہ اور فائدہ مرتب نہیں ہوتا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا** کہ وہ (منافقین) بہت ہی کم خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اس لئے ذکرِ قلیل سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ مرتب نہ ہوا۔

علم نافع، وہ جو دینی رہنمائی کرے

اصل علم وہ ہے جس سے انسان آخرت کے دن کا ڈر محسوس کرے اور اس علم سے دین کی رہنمائی اور روشنی حاصل کر سکے، اگر کوئی علم گمراہی کی طرف لے جائے تو درحقیقت وہ علم نہیں۔ ایک علم قارون والا ہے، جسے قرآن پاک اس طرح بیان کرتا ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ۔ (پ۲۰ رسورۃ القصص ع۱۱ر)

قارون، موسیٰ کی برادری میں تھا، سو وہ کثرتِ مال کی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلے میں تکبّر کرنے لگا اور اس کے مال کی کثرت یہ تھی کہ ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں، جبکہ اس کو اس کی برادری نے سمجھانے کے طور پر کہا کہ تو اس مال و حشمت پر مت اِترا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قارون کے علم کے مقابلے میں، ایک اور علم ہے جس سے دین کی روشنی حاصل ہوتی ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام کا علم، مندرجہ ذیل آیت میں جس کا ذکر ہے۔ قارون کا علم گمراہ کن علم تھا، جبکہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم، دین کی روشنی دکھانے والا علم تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَوَجَدَا عَبْداً مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً ۔ (پ ۱۵ ر سورۂ کہف ع ۲۱)

سو وہاں (پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت یعنی مقبولیت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک قسم کا علم سکھایا تھا۔

خلاصہ: یہ کہ قارون کے پاس جو علم تھا وہ سراسر گمراہ کن علم تھا، قارون کو اپنے گمراہ کن علم پر فخر تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ فساد مچانے کے درپے تھا۔ قارون کے متعلق ارشاد ہے: وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۔

فرمایا کہ دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

قارون نے اس مال کو اپنا کمال سمجھ لیا کہ میں نے اپنے علم و کمال سے یہ کمایا ہے، چنانچہ کہا کرتا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ الخ قارون یہ سب کچھ سن کر کہنے لگا کہ مجھے یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔

اگر تم کو اس قدر ناز ہے تو ایسا ہی ناز تم سے پہلے لوگوں کو بھی تھا جن کا حال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعاً وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۔

فرمایا کہ کیا اس قارون نے خبرِ متواترہ سے نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوّتِ مادّی میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع بھی ان کا اس سے زیادہ تھا اور مجرمین سے ان کے گناہوں کا (تحقیق کرنے کی غرض سے) سوال نہ کرنا پڑے گا۔

اس طرح کی نصیحت کے باوجود وہ اتراتا رہا، ارد گرد کے لوگ بھی اس کی دولت کو دیکھ کر للچاتے رہے۔ قرآن میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ۖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

پھر ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنی آرائش اور شان سے اپنی برادری کے سامنے نکلا تو جو لوگ اس کی برادری میں دنیا کے طالب تھے (گو مؤمن ہوں) کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملا ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے، واقعی وہ بڑا صاحبِ نصیب ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝

جن لوگوں کو دین کی فہم عطا ہوئی تھی، وہ ان حریصوں سے کہنے لگے ارے تمہارا ستیاناس ہو! تم اس دنیا پر کیا للچائے ہو، اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب اس دنیا سے ہزار درجہ بہتر ہے اور پھر وہ ثواب کامل طور پر انہی کو دیا جاتا ہے، جو دنیا کی حرص و طمع کے مقابلہ میں صبر کرنے والے ہیں۔

فائدہ: اب یہاں لفظ علم ہے جس سے دین کا فہم مراد ہے۔

دیکھئے علمِ نافع نے ان کی رہنمائی کی، یہی علم ذریعہ بنا، خشیتِ الٰہی کا، مگر قارون کا انجام کیا ہوا، قرآن سے سنئے۔ **قارون "علیه اللعنة"** کے علم کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ (پ ۲۰ / قصص ع ۸)

پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرائے کو (اس کی شرارت بڑھ جانے سے) زمین میں دھنسا دیا سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی، جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا۔

[1] قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران اور قارون کا والد یُصہر یہ دونوں بھائی تھے، جو قاہت بن لاوی بن یعقوب کے بیٹے تھے۔ (روح، جواہر القرآن ج ۳ / ص ۸۶۸)

علم کے باوجود گمراہی

بسا اوقات علم کے ہوتے ہوئے انسان گمراہ ہو جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً۔ (پ ۲۵ / جاثیہ ع ۳)

بعض مرتبہ علم، انسان کے لئے رہنما نہیں بنے گا، بلکہ گمراہی کا راستہ بتلائیگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ•**

اس حدیث کو علماء نے موضوع قرار دیا ہے، مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے، جیسا کہ استاذِ محترم حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اپنی کتاب احسن الفتاویٰ جدید (ج ۳ /) میں اس کی پوری بحث کی ہے۔

اس علم سے مراد علوم دنیوی اور علوم عصری نہیں، بلکہ مراد علم دین ہی ہے، باقی **وَلَوْ بِالصِّيْنِ** یہ شرطِ **صِيْن** بُعدِ مسافت کے لئے ہے، یعنی تحصیل علم کے لئے اگر تمہیں چین تک جانا پڑے تو جانا چاہئے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ علم دین حاصل کرنے کے لئے لوگ دور دراز سے سفر کر کے دہلی حاضر ہوتے اور حضرت باقی باللہ صاحبؒ سے بیعت ہوتے جبکہ وہ سفر بھی پیدل ہوتا تھا۔

غرضیکہ علم سے مراد، علم دین ہے جو کہ انسانی زندگی کے لئے مشعل راہ ہے اور جو صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقاً نَّبِيًّا اِذْ قَالَ

اور اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیجئے، وہ راستی والے پیغمبر تھے۔ جبکہ انہوں نے

لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا۔ (پ۱۶رسورۂ مریم ع ۳رآیت ۴۰)

اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ! تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کسی بھی کام آ سکے۔ اے میرے باپ! میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا، تو تم میرے کہنے پر چلو میں تمہیں سیدھا راستہ بتلادوں گا۔

اب اس مندرجۂ بالا آیت میں **جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ** سے مراد گمراہ کن علم نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور روشنی ہے۔ ایک اور علم کا ذکر، مندرجۂ ذیل آیت میں آرہا ہے جو سراسر گمراہ کن علم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۲۴رزمرع ۵)

پھر جس وقت اس مشرک آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے (میری) تدبیر سے ملی ہے بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

مسجد میں بوقتِ ذکر، سلام منع ہے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں بآوازِ بلند سلام جائز نہیں یعنی جب مسجد میں داخل ہو اور لوگ ذکر میں، نماز میں، تلاوت میں مصروف ہوں، تو ایسے وقت میں اس طرح سلام کرنا کہ خلل ہو، جائز نہیں، اسی طرح جب کلام پاک کی تلاوت ہو رہی ہو تو ایسے وقت میں بھی بآوازِ بلند سلام جائز نہیں۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی النَّاسِ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَقَدْ عَلَتْ

اَصْوَاتُهُمْ فَقَالَ اِنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ اللهَ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یُنَاجِیْهِ وَلاَ یَجْهَرْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ بِالْقُرْآنِ• (مسند احمد ج ۱/)

دعا کے وقت ہاتھ کس طرح ہو؟

فرمایا کہ دعا کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو سینے کے سامنے ہونا چاہئے اور ہتھیلیوں میں تھوڑا فصل ہونا چاہئے۔فتاویٰ شامی اور فتاویٰ عالمگیری میں اس کی پوری تصریح موجود ہے۔(شامی، عالمگیری)

حقیقی اہلِ علم کون ہیں؟

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو علماء کون لوگ ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ دراصل علماء وہ لوگ ہیں جن کو قرآن، علماء کہے، جس طرح اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو قرآن اچھا کہے اور اچھے لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں یوں بیان فرمائی **نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ•** کہ لوگوں میں بہترین وہ لوگ ہیں جو کہ انابت الی اللہ کرتے ہیں یعنی رجوع الی اللہ کرتے ہیں۔اسی طرح علماء وہ ہیں جن کے قلوب میں خدا کا خوف ہو جیسے ارشادِ ربّانی ہے **اِنَّمَا یَخْشَی اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں وہ ہی حقیقی علماء ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ ڈرنا یہ علماء ہی کی صفتِ خاصّہ ہے۔

اہل علم اور اہل خشیت کون؟

فرمایا علماء کرام وہ لوگ ہیں جو ہر وقت خدا سے ڈریں اور جن کے قلوب میں ہر وقت خوفِ خدا پایا جائے۔

راقم الحروف اس بارے میں حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتا ہے۔

’’حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس لفظ کا تعلق اگلے جملے سے ہے یعنی جس طرح ثمرات پہاڑ، حیوانات اور انسان مختلف رنگوں پر منقسم ہیں، اسی طرح خشیت اللہ میں بھی درجات مختلف ہیں، کسی کو اس کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے، تو کسی کو کم اور مدار اس کا علم پر ہے، جس درجہ کا علم ہے، اسی درجہ کی خشیت بھی ہے۔ (روح المعانی)

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ خشیت اللہ، علماء کی صفتِ خاص اور لازم ہے، یہ ضروری نہیں کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو، آیت میں لفظ علماء سے مراد وہ لوگ ہیں، جو اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی ذات وصفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں اور مخلوقات عالَم میں اس کے تصرفات پر اور اس کے احسانات وانعامات پر نظر رکھتے ہیں۔

صرف عربی زبان یا اس کے صرف ونحو اور فنون و بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالِم نہیں کہا جاتا، جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، مذکورہ طریق پر حاصل نہ ہو۔

حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عالم وہ شخص ہے، جو خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ نے ترغیب دی ہے، وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے، اس کو اس سے نفرت ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيْثِ وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ یعنی بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں، بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔ حاصل یہ ہے کہ جس قدر بندہ میں خدائے تعالیٰ کا خوف ہے، وہ اسی درجہ کا عالم ہے۔

اور احمد بن صالح مصریؒ نے فرمایا کہ خشیۃ اللہ کو کثرتِ روایت اور کثرتِ معلومات سے نہیں پہچانا جا سکتا، بلکہ اس کو کتاب وسنت کی اتباع سے پہچانا جا سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں۔ (مظہری)

اس کی تصدیق اکابر سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ربیع بن انسؓ نے فرمایا **مَنْ لَمْ یَخْشَ فَلَیْسَ بِعَالِمٍ** یعنی جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہے اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں **اِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَشِیَ اللّٰہَ** یعنی عالِم تو صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

پردہ کے ضروری مسائل

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ•

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ•

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ الخ•(پ ۲۲ر سورۃ الاحزاب ع ۸)	اے نبی آپ اپنی ازواجِ مطہرات اور بنات طاہرات کو اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ اپنی جلباب استعمال کریں۔ (جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے استعمالِ جلباب کی صورت یہ نقل کی ہے کہ عورت سر سے پاؤں تک اس میں لپٹی ہوئی ہو چہرہ اور ناک بھی اس سے مستور ہو، صرف آنکھ، راستہ دیکھنے کے لئے کھلی ہو۔ یہاں صرف یہ بتلانا منظور ہے کہ ضرورت کے وقت جب عورت گھر سے نکلنے پر مجبور ہو، تو اس کو پردہ کا یہ درجہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ جلباب وغیرہ کے ذریعہ سر سے پاؤں تک مستور ہو اور چہرہ بھی بجز آنکھ کے چھپا ہوا ہو۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ آج کل عورتوں کو کھلی چھٹی مل چکی ہے، دوپٹے سروں سے گر گئے ہیں، مردوں کو گناہوں کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

عورتوں اور مردوں کا اختلاط کب سے؟

راقم حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے کہتا ہے کہ عورتوں اور مردوں میں بے محابا اختلاط کو دنیا کی پوری تاریخ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی زمانہ میں درست نہیں سمجھا گیا۔ اور صرف اہلِ شرائع ہی نہیں، دنیا کے عام شریف خاندانوں میں بھی ایسے اختلاط کو روا نہیں رکھا گیا، پردہ کا حکم ہجرتِ مدینہ منوّرہ کے بعد ۵ھ میں ہوا ہے۔ ہندوستان میں ہندو، بدھ مت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب والوں میں عورتوں، مردوں کے درمیان بے محابا اختلاط گوارہ نہ تھا، یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازاروں اور سڑکوں پر پریڈ کرنے اور تعلیم سے لے کر ہر شعبۂ زندگی میں مرد و زن کے بے تکلّف اختلاط، ضیافتوں اور کلبوں میں بے تکلّف ملاقاتوں کا سلسلہ صرف یورپین اقوام کی بے حیائی اور فحّاشی کی پیداوار ہے، جس میں دوسری اقوام بھی اپنے ماضی سے ہٹ جانے کے بعد مبتلا ہوئی ہے، قدیم زمانہ میں ان کی بھی یہ صورت نہ تھی، حق تعالیٰ نے جس طرح عورت کی جسمانی تخلیق کو مَردوں سے ممتاز رکھا ہے، اسی طرح ان کی طبیعتوں میں ایک فطری حیا کا جوہر بھی رکھا ہے، جو اُن کو فطری طور پر عام مَردوں سے الگ تھلگ رہنے اور تستّر پر آمادہ کرتی ہے اور یہ فطری اور طبعی حیا کا پردہ، عورتوں مَردوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے حائل رہا ہے۔

مائی مریم کا پردہ

اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کتاب میں مریمؑ کا بھی ذکر کیجئے، جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب تھا، غسل کے لئے گئیں،

مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَاباً فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيًّا • قَالَتْ اِنِّىٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا • قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰماً زَكِيًّا • قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنَ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا. قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْراً مَّقْضِيًّا • (پ ۱۶/ سورۂ مریم رکوع ۲)

پھر ان گھر والوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال دیا، پس اس حالت میں ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک خوبصورت نوجوان بن کر ظاہر ہوا۔ کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اپنے خدائے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو کچھ خداترس ہے تو یہاں سے ہٹ جا، فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں، وہ تعجباً کہنے لگیں کہ بھلا میرے لڑکا کس طرح ہو جائے گا! حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں، فرشتہ نے کہا یونہی اولاد ہو جائے گی تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے تا کہ اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی قدرت کی بنادیں اور باعثِ رحمت بنائیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ (جو ضروری ہوگی)

مائی مریمؑ کے اوپر مخالفین کی طرف سے طعن وتشنیع ہوئی کہ اے مریم! بغیر شوہر کے یہ بچہ کہاں سے آیا؟ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ فرشتہ کے ذریعہ سے ان کو حمل قرار پایا اور ان کے اعتراضات دفع کردیئے گئے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مائی مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ غیر کا میرے پاس آنا تو درکنار **وَلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ** میرے بدن کو کسی کا ہاتھ لگنا تو درکنار بلکہ میرے بدن کے کپڑے پر بھی کسی اجنبی کا ہاتھ نہیں لگا ہے اور نہ میں ایسی ویسی عورت ہوں کہ بازاروں میں

پھرا کروں، قَالَ كَذٰلِكِ اس فرشتہ نے کہا کہ بات اسی طرح سے ہے جس طرح تو کہتی ہے میں تیری تائید کرتا ہوں کہ تو بالکل پاکدامن ہے، کسی اجنبی کا ہاتھ تیرے کپڑے کو بھی نہیں لگا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ مائی مریمؑ کی کیا شان ہے کہ آسمان سے فرشتہ، حضرت جبرئیلؑ ان کی پاک دامنی پر گواہ ہے، فرشتہ کہتا ہے کہ اے مریم! جو کچھ تو کہہ رہی ہے وہ سو فی صد درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی مائی مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کی تائید فرمائی کہ بات ایسی ہی ہے جو تو کہہ رہی ہے۔

دختران شعیبؑ کا پردہ اور نکاح

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ٭

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٭

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ٭ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ٭ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ٭ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ

ترجمہ: اور جب مدین کے پانی یعنی کنویں پر پہنچے تو اس پر مختلف آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے تھے اور ان لوگوں سے ایک طرف الگ کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ اپنی بکریاں روکے کھڑی ہیں، موسیٰؑ نے ان سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ وہ دونوں بولیں کہ ہمارا معمول یہ ہے کہ ہم اپنے جانوروں کو اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک یہ چرواہے پانی پلا کر جانوروں کو ہٹا نہ لے جاویں اور ہمارے باپ بہت

الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ • قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ • قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ • فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ • سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ • (پ ۲۰/سورۃ القصص ع ۳)

بوڑھے ہیں، یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے پانی کھینچا اور ان جانوروں کو پلایا، پھر وہاں سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے، پھر جناب باری تعالیٰ سے دعا کی اے میرے پروردگار اس وقت جو نعمت آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجتمند ہوں، سو موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لڑکی آئی جو کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی اور آ کر کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں، تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر ہمارے جانوروں کو پانی پلایا تھا، سو جب ان کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا تو انہوں نے تسلی دی اور کہا کہ اب اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے، پھر ایک لڑکی نے کہا کہ ابّا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانت دار بھی ہو، وہ بزرگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں، اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو، پھر اگر دس سال پورے کرو تو تمہاری طرف سے احسان ہے اور میں اس معاملہ میں تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا اور تم مجھ کو انشاء اللہ خوش معاملہ پاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رضامند ہو گئے۔

جب موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف ہو لئے، کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے کسی مقام کا سیدھا راستہ چلا دیگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مدین جا پہنچے۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خیال و وہم بھی نہ تھا

کہ میں یہاں پر آ جاؤں گا، یہ ہوگا اور شادی ہو جائے گی، مگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا، کس طرح سے انتظام فرمایا اور سب کچھ کر دیا۔ فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اپنی بکریاں لئے ہوئے دور کھڑی ہیں، سامنے آتی نہیں تھیں تاکہ اجنبی مردوں کی نگاہ نہ پڑے۔ **قَوِیٌّ اَمِیْنٌ** قوی اس لئے کہا کہ وہ لوگ جب کنویں سے ہٹ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ڈول کو پانی سے بھر کر نکالا اور **اَمِیْنٌ** اس وجہ سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کی طرف التفات کر کے بھی نہ دیکھا، اس اعتبار سے ان کو امین فرمایا۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ماشاء اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ہوئی، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے، حالانکہ اس زمانہ میں پردے کا حکم نہ تھا، مگر اس کے باوجود عورتیں بے پردگی کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

اس زمانہ میں باوجودیکہ پردہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا، تو بھی عام شریف خاندانوں میں ایسے اختلاط کو روا نہ رکھا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفرِ مدین کے وقت جن عورتوں کا، اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے روکے ہوئے کھڑے ہونے کا ذکر ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان عورتوں نے مردوں کے ہجوم میں گھسنا پسند نہ کیا، سب کے بعد بچے ہوئے پانی پر قناعت کی۔

حضرت زینب بنت جحشؓ جن کے نکاح کے وقت پہلی آیت حجاب اتری ہے، اس کے نازل ہونے سے پہلے بھی جامع ترمذی کی روایت میں گھر میں ان کی نشست کی یہ صورت بیان کی ہے **وَهِيَ مُوَلِّيَةٌ وَجْهَهَا إِلَى الْحَائِطِ** یعنی وہ اپنا رُخ دیوار کی طرف پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں۔

ذکر غلبۂ فارس بر روم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ •

الٓمّٓ • غُلِبَتِ الرُّوۡمُ • فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ • فِیۡ بِضۡعِ سِنِيۡنَ، لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ وَيَوۡمَئِذٍ يَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِنَصۡرِ اللّٰهِ يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ • وَعۡدَ اللّٰهِ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ • يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ • (پ ۲۱ ٫ سورۃ روم ع ۲)	الٓمّٓ • اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے (مراد ملکِ شام ہے) اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب (تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر) غالب آ جاویں گے، پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے، وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے رحیم ہے، اس نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جس دن ایرانیوں اور رومیوں کی جنگ ہوئی، اسی روز جنگِ بدر بھی پیش آئی اور ۲ ھ رمضان مبارک کا مہینہ کا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام مکہ مکرمہ کے زمانہ میں فارس نے روم پر حملہ کیا۔ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے قول کے مطابق ان کی یہ جنگ ملکِ شام کے مقام آذرعات اور بُصریٰ کے درمیان واقع ہوئی، اس جنگ کے دوران مشرکین مکہ یہ چاہتے تھے کہ فارس غالب آ جائے کیونکہ وہ بھی شرک و بُت پرستی میں ان کے شریک تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ روم غالب آئے کیونکہ وہ دین و مذہب کے اعتبار سے

اسلام کے قریب تھے، مگر ہوا یہ کہ اس وقت فارس یعنی ایرانی لوگ روم پر غالب آ گئے۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ بھی فتح کرلیا اور وہاں اپنی عبادت کے لئے ایک آتشکدہ تعمیر کیا اور یہ فتح، کسریٰ پرویز کی آخری فتح تھی۔ اس کے بعد اُس کا زوال شروع ہوا اور پھر مسلمانوں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس واقعہ پر مشرکینِ مکّہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو عار دلائی کہ تم جس کو چاہتے تھے وہ ہار گیا اور جیسا کہ روم اہل کتاب کو، بمقابلہ فارس شکست ہوئی، ہمارے مقابلہ میں تم کو شکست ہوگی، اس سے مسلمانوں کو رنج ہوا۔ اس آیت میں بشارت مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ رومی چندسال کے اندر اندر فارس پر غالب آئیں گے، حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ آیتیں سنیں تو مکہ کے اطراف میں مشرکین کے مجامع میں اعلان فرمایا کہ تمہارے خوش ہونے کا کوئی موقع نہیں، چندسال میں پھر روم، فارس پر غالب آئیں گے۔ مشرکینِ مکّہ میں سے اُبَی بن خلف نے مقابلہ کیا اور کہنے لگا کہ تم جھوٹ بولتے ہو ایسا نہیں ہوسکتا، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کے دشمن تو جھوٹا ہے اور میں تو اس واقعہ پر شرط کرنے کو تیار ہوں، اگر تین سال کے اندر روم والے غالب نہ آ گئے تو ایک سو اونٹ میں تمہیں دوں گا، ورنہ اسی قدر تم مجھ کو دو گے۔ یہ معاملہ قمار کا تھا۔ مگر اس وقت قمار حرام نہیں تھا، غرضیکہ پورے سات سال ہونے پر غزوۂ بدر ۲ھ کے وقت رومی دوبارہ فارس پر غالب آ گئے۔ اس وقت اُبَی بن خلف مر چکا تھا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے وارثوں سے اپنی شرط کے مطابق سو اونٹ کا مطالبہ کیا، انہوں نے دے دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس سورۂ روم کے اندر فتح کے شرائط کا ذکر فرماتے ہیں، اس کے بعد سورۂ لقمان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جارہا ہے کہ **وَاصْبِرْ** کہ میرے نبی آپ صبر و استقامت سے کام لیں، آپ پر ہر طرف سے تکلیفیں آجائیں گی، آپ صبر و استقامت سے کام لیں، پھر دیکھ لینا کہ خدا کی امداد کس طرح اپنے بندوں کے شامل حال ہوں گی۔

غلبہ کے شرائط

شرطِ اوّل (۱) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً • تم یک سو ہو کر اپنا رُخ اس دین کی طرف رکھو۔

(۲) مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ۔ خدا کی طرف انابت اور رجوع ہو۔

(۳) وَاتَّقُوْهُ۔ اور اس خدا سے ڈرو۔

(۴) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز کی پابندی کرو۔

(۵) وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور شرک کرنے والوں میں مت رہو۔

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعاً كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ •

(پ۲۱ر ۷)

ترجمہ: مشرک وہ لوگ ہیں، جن لوگوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور بہت سے گروہ ہو گئے، ہر گروہ، اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے، جو اُن کے پاس ہے یعنی ہر گروہ اپنے مذہب پر خوش ہے۔

(۶) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ پھر قرابت دار کا حق ادا کرو۔

(۷) وَالْمِسْكِيْنَ۔ اور مسکین کا بھی۔

(۸) وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ اور مسافر کو بھی ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ • یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ فتح کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا لازم اور ضروری ہے کہ ہر آن اور ہر وقت انابت الی اللہ ہو۔

ہر آن، ہر جگہ انابت الی اللہ

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْآ اِلَى اللهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰاهُمُ اللهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ• (پ ۲۳/سورۃ الزمر ع ۱۶/آیت ۱۸)

اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں، سو آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلامِ الٰہی کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو عقلمند ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاَنِيْبُوْآ اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ• (پ ۲۴/سورۃ الزُّمر رکوع ۳/آیت ۵۴)

اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسلام قبول کرنے میں اس کی فرمان برداری کرو، قبل اس کے کہ تم پر عذابِ الٰہی واقع ہونے لگے، پھر اس وقت کسی کی طرف سے تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

جہاں انابت الی اللہ نہ ہو وہاں کا حال

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں پر انابت الی اللہ نہ ہو وہاں خدا کا عذاب آئے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْماً

اور کتنے ہم نے قریہ والوں کو یعنی دیہات والوں کو ہلاک کر دیا ان کے ظلم کی وجہ سے اور

اٰخَرِيْنَ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۰ (پ۱۱/ یونس ع۲)	ان کی جگہ پر ہم نے دوسری قوم پیدا کردی، پھر ہم نے تم کو ان ہلاک شدہ قوموں کی جگہ پر قائم مقام کیا، تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

امّتِ محمدیہ کو حکم ہورہا ہے کہ اگر تم نے ہلاک شدہ قوموں کا رویّہ اختیار کیا تو تم بھی ہلاک کردیئے جاؤ گے جس قوم میں اطاعت وفرمانبرداری، انابت الی اللہ نہ ہو اس کے بارے میں قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۰ (پ۵/سورۂ نساء ع۱۹)	اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو! تم سب کو گرفتار کر دے اور دوسروں کو موجود کردے اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اسی طرح سورۂ توبہ کے اخیر میں ارشاد ہے:

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۰ (پ ۱۰/سورۂ توبہ ع۶)	اور کیا ان کو نہیں کھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں (مگر) پھر بھی (اپنی حرکاتِ شنیعہ سے) باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔ (جس سے باز آنے کی آئندہ امید ہو)

اسی طرح سورۂ ابراہیم میں کس قدر شانِ بے نیازی ہے، ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ	اے مخاطب! کیا تم نے اپنی آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو سچّائی اور حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور اگر تم

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ • (پ ۱۳، سورۂ ابراہیم آیت ۱۸) نافرمانی کرو گے تو تم کو عذاب کے ذریعہ ہٹا کر، دوسری فرمانبردار مخلوق پیدا کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اسی طرح سورۂ انبیاء میں ارشاد گرامی ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْماً اٰخَرِيْنَ • (پ ۱۷/انبیاء، رکوع ۲) اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم یعنی کافر تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی۔

اسی طرح سورۂ محمد میں کس قدر شانِ جلال اور شان بے نیازی ہیں؛ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ • (پ ۲۶/سورۂ محمد کے بالکل اخیر) اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدائے تعالیٰ تمہاری جگہ پر دوسری قوم پیدا کر دے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

اسی طرح سورۂ قصص میں کس قدر غضب ناک انداز میں ارشاد ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلاً وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ • وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلاً يَّتْلُوْا اور ہم بہت سی بستیاں ہلاک کر چکے، جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھیں، سو دیکھ لو یہ ان کے گھر تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور آخر کار ان کے سب سامانوں کے ہم ہی مالک رہے اور آپ کا رب بستیوں کو اول ہی بار میں ہلاک نہیں کرتا، جب تک کہ ان بستیوں کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیجے

عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهۡلِكِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ۝ وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتُهَا وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (پ ۲۰/القصص ع ۹/آیت ۵۸ تا ۶۰)

کہ وہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے، مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں اور جو کچھ تمہیں دیا دلایا گیا ہے وہ محض چند روزہ دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور یہیں کی زیب وزینت ہے اور جو اجر وثواب اللہ کے ہاں ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے، کیا تم لوگ اس تفاوت کو نہیں سمجھتے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا نور ہے

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک، اللہ تعالیٰ کا نور ہے، جس نے اس نور سے استفادہ نہ کیا وہ ہمیشہ کے لئے گمراہ ہوگا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بچپن میں کھیلا کرتا تھا اور ہمارے والد صاحب گھر میں جب نیچے موم بتّی جلاتے تو ہم جا کر اس پر پھونک مارتے اور اس کو بجھاتے، حتیٰ کہ والد صاحب بار بار ہماری اس حرکت سے تنگ آتے اور موم بتّی اٹھا کر بالکل اونچی جگہ رکھتے کہ بچو اب تم وہاں تک جاؤ اور پہنچو۔ فرمایا: اسی طرح یہ قرآن پاک کا مقام اونچا ہے، اگر اس کے نور سے ہم نے فائدہ نہ اٹھایا تو ہم ظلمت میں گر جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ہلاک کر کے ہماری جگہ پر دوسری مخلوق کو پیدا فرمادیں گے جو فرمانبردار مخلوق ہوگی۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ جس طرح انسانوں سے قبل اس سرزمین پر جنّات آباد تھے، ان کی نافرمانی اور شرّ وفساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی آبادی کو ہی ختم کر دیا، فرمایا: امّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمابردار بن جاؤ، اگر فسق وفجور میں پڑ جاوگے تو یاد رکھو تمہاری

آبادی بھی اس سرزمین سے ختم کردی جائے گی اور تمہاری جگہ پر دوسری کوئی (فرمابردار) مخلوق کو پیدا کردی جائے گی۔اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قادر مطلق ہے۔

حرام کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے

ارشاد فرمایا کہ حرام اپنا اثر دنیا میں ظاہر کرتا ہے، پھر حضرت شیخؒ نے ابراہیم بن ادہمؒ کا ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ ابراہیم بن ادہمؒ کسی زمانہ میں بلخ کے بادشاہ تھے، وہ اپنی سلطنت کو چھوڑ کر مزدوری کر کے کاروبار میں لگ گئے اور ساتھ ساتھ کھجوریں فروخت کرنا شروع کر دیا۔

کھجوریں اپنے ٹوکرے میں ڈال کر شہروں میں پھرتے ہوئے یہ کہتے **مَنْ يَشْتَرِىْ الثَمَرَةَ؟** کون کھجور خریدتا ہے؟ کھجوریں لے کر بیوپار کرتے رہے، اسی کے ساتھ اپنے زمانے کے ایک ولی کامل اور درویش بن گئے۔

ایک مرتبہ ابراہیم بن ادہمؒ ٹوکرے میں کھجوریں لئے ہوئے کھڑے تھے، ٹوکرے کے ساتھ ذرا گردن نیچے کی طرف جُھک گئی، جس سے کچھ کھجوریں گر پڑیں، ابراہیم بن ادہمؒ نے اپنی کھجوریں سمجھ کر کچھ دوسری کھجوریں بھی اٹھالی اور ان کو کھا بھی لیا، حالانکہ وہ کھجوریں ان کے ٹوکرے کی نہ تھیں، بلکہ ان کے ساتھ ایک دوسرے شخص کی تھیں، ابراہیم بن ادہمؒ نے غلطی سے اٹھا کر کھالیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو نماز کے لطف سے محروم ہو گئے، اپنے شیخ و مرشد کے پاس گئے اور احوال بتلائے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کے مرشد صاحبِ کشف تھے کشف کے ذریعہ تمام حالات ابراہیم بن ادہمؒ کو بتلا دیئے کہ وہ کھجوریں جو تم نے کھائی ہیں وہ تمہارے ساتھ والے کی تھیں، جس کا اثر فوراً ظاہر ہوا اور نماز کی کیفیت ختم ہوگئی، کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہی ہے۔

یہی واقعہ اسی دن بروز جمعہ حضرت نے شرف آباد کی جامع مسجد میں بعد نمازِ جمعہ

مراقبہ سے قبل بیان فرمایا، تو ایک صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے جب کھجوریں غلطی سے کھائی تو اس طرح کیوں ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ حرام اگرچہ غلطی سے پیٹ میں چلا جائے تو بھی نقصان دے دے گا، مثال دے کر سمجھایا کہ دیکھو اگر کوئی شخص سنکھیا اور زہر کو کیپسول کی گولی سمجھ کر کھائے، تو کیا اس کو نقصان نہ ہوگا؟ نقصان یقینا ہوگا، اسی طرح حرام سنکھیا (حرام غذا) اور زہر سے نقصان ہوتا ہے۔

اسی روز بعد نماز عصر، حضرت اسٹیڈیم کی طرف سعید الظفر صاحب کے ساتھ تشریف لے گئے، وہاں باغیچہ کے ساتھ تالاب بھی تھا، حضرت تھوڑی دیر ہوا خوری کے لئے بیٹھ گئے، احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت تفسیر بیضاوی وغیرہ میں صاف موجود ہے کہ اگر امت سے کوئی کام غلطی سے ہو، تو وہ گناہ میں شمار نہ ہوگا، بلکہ امت کے حق میں محو اور مٹا دیا جائیگا، پھر جب غلطی سے کھجور اٹھائی تو اس کا اثر کیوں ہوا؟ حضرتؒ نے فرمایا: حرام اگرچہ غلطی سے پیٹ میں چلا جائے، پھر بھی دنیوی اعتبار سے اس کی سزا ہوگی کہ عبادات سے لطف اٹھالیا جائیگا اور اس کو سزا ضرور ملے گی، البتہ آخرت کے اعتبار سے معاف ہوگا اس پر گرفت نہ ہوگی، حضرت کا جواب سن کر احقر کو اس قدر تشفّی ہوئی جس کی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کی عمر دراز فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ آمین

حرام خور کا بدن بھی حرام

احقر نے حضرت شیخؒ سے یہاں تک سنا کہ حرام خور کے بدن کا گوشت پوست سب حرام کے بن جاتے ہیں، بلکہ اس کی آواز بھی حرام کی بن جاتی ہے اور وہ آواز قابلِ سماع نہیں رہتی، اس لئے کہ آواز بنتی ہے قوّتِ غذا سے، غذا جب حرام کی ہو، تو جو قوت، غذا سے بنی ہے وہ بھی حرام قوت ہوگی اور آواز جو نکلتی ہے وہ قوت سے بنتی ہے، تو جب غذا حرام بنی تو قوت بھی حرام کی ہوگئی اور جب قوت حرام کی بنی تو آواز جو قوت سے بنتی ہے وہ بھی حرام بن

گئی، خلاصہ یہ نکلا کہ حرام کی بنی ہوئی آواز قابلِ سماع نہیں، یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں فرمایا **کُلُّ لَحمٍ نَبتَ بِالسُّحتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلیٰ بِہٖ** کہ جسم وجسد کے گوشت کا وہ حصہ اور ٹکڑا، جو حرام مال سے پلا ہو، اُس کے لئے بہتر ہے کہ وہ جہنم کی آگ میں جل کر راکھ ہو جائے۔

آج کل کی بُری سوسائٹی سے خدا بچائے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ • (پ۱۱رسورۂ توبہ ع۴)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو۔

فرمایا کہ آج کل کی جو سوسائٹی ہے اور آج کل کا جو طریقہ، خلافِ سنت چل رہا ہے، اگر اسی طرح چلتے چلتا رہا، تو عنقریب اس قوم کے اوپر خدا کا عذاب آجائے گا، جب یہ حالتِ عُریانی دیکھتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے، اس سوسائٹی سے خدا بچائے۔ لوگوں سے انسانیت نکل چکی ہے، آپ نے دوسری آیت تلاوت فرمائی اور بڑے جوش اور خوف کے ساتھ، خطرناک انجام کو بیان فرمایا۔

چنانچہ مندرجۂ ذیل آیت پڑھ کر بڑے جوش اور خوف کے ساتھ وعظ فرمایا:

اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ • (پ۱۱رع۵رسورۂ توبہ)

اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں مگر پھر بھی (اپنی حرکاتِ شنیعہ) سے باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں، جس سے باز آنے کی آئندہ امید ہو۔

ارشاد فرمایا کہ ہر سال کہیں زلزلہ ہوتا ہے، کہیں تباہی آتی ہے، اس کے باوجود لوگ اپنے گناہوں سے باز نہیں آتے اور توبہ تائب نہیں ہوتے، انابت الی اللہ اور رجوع الی اللہ نہیں کرتے۔

یہ وہ دن تھا جبکہ آپ بہادر آباد میں حاجی عبدالشکور صاحب کے ہاں قیام پذیر تھے اور موریشس کے سفر کی تیاری کررہے تھے، عشاء کی نماز کے بعد آپ ایئرپورٹ تشریف لے گئے، مگر وقت پر نہ پہنچنے کی وجہ سے آپ کا سفر معطل کردیا گیا، صبح آپ شیخ بنّوری مدظلہ العالی کے پاس تشریف لے گئے، اُن سے کچھ مشورہ بھی کیا، اس کے بعد آپ چکوال ضلع جہلم واپس تشریف لے گئے۔

مجلس بروز یکشنبہ ۲۸/جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ
بمطابق ۲۷/جون ۱۹۷۶ء

تعلیم گاہ، تربیت گاہ اور خانقاہ

فرمایا: دینی مدارس میں اب دین تو سکھایا جاتا ہے، لیکن کما حقہ تربیت کی فکر نہیں ہوتی، طالب علمی کے دوران طالب علم سو فیصد میں سے صرف پچاس فیصد بھی محنت وکوشش کرے اور پچاس فیصد استاد کوشش کرے، تو انشاء اللہ تعالیٰ طالب علم کامیاب ہوگا۔

یہ بات مسلّم ہے کہ تربیت گاہ کے اندر جب تک طالبِ طریقت سو فیصد محنت و کوشش نہ کرے گا، وہ کامیاب نہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند میں اُس زمانہ کے طالب علم جب فارغ التحصیل ہوتے تو ان سے کہا جاتا کہ اب جاؤ کسی بزرگ کے پاس دو سال گزارو اور تزکیۂ نفس کرو، یہ سب اہم باتیں ہیں بشرطیکہ ان باتوں پر غور کیا جائے۔

اہل دل بے شک اہل مِل بنیں

خدا کے ہاں وہ شخص کامیاب ہے جو **مَنْ جَاءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ** کا مصداق بن کر آئے، قلبِ سلیم سے مراد وہ قلب ہے، جو شرک سے پاک ہو اور وہ لوَجہِ اللہ عمل کے ساتھ اہلِ دل، اہل مل بن جائیں، یہ ہے قلب سلیم کے معنی کہ انسان اہلِ دل بن جائیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت سے راستے نکل آتے ہیں۔

معرفت الٰہی اور عرفان الٰہی

حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ یہ تینوں حضرات پیر بھائی تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ سے بیعت تھے، تینوں حضرات فرماتے تھے کہ ہم حاجی امداد اللہؒ کے علم سے متأثر نہیں ہوئے بلکہ ان کے پاس ایک ایسی چیز تھی جو ہمارے پاس نہیں تھی وہ چیز کیا تھی؟ معرفتِ الٰہی اور عرفانِ الٰہی یہ دونوں صفات، حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی میں موجود تھیں اور ہم میں مفقود ہیں۔

مسجد نبویؐ کی بناء

فرمایا: مسجدِ نبوی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کچی تھی اور مٹی سے دیواریں بنی ہوئی تھیں، جب بارش ہوتی تو مسجد کی چھت کا کیچڑ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر چمٹ جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کی ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کا رکھا، لوگو! خدا کی طرف اب بھی رجوع کرو۔ طور پہاڑ اب بھی ہے، مگر موسیٰ ہی نہیں۔

صحابہؓ کے بارے میں

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

غم آخرت اوڑھیے

مَنْ جَعَلَ هُمُوْمَهٗ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللهُ هَمَّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے دنیوی سارے غموں کو چھوڑ کر، صرف آخرت کے ایک غم کو اپناتا ہے (یعنی آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے غم کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس کی دنیوی زندگی کی معاش اور رزق کا اپنی طرف سے انتظام فرماتے ہیں۔

جو لوگ فیکٹری اور مل میں کام کرتے ہیں، مالک اور مزدور سب جانتے ہیں کہ ہمارا رزق اس فیکٹری سے ہے، مگر اللہ والے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظار کرتے ہیں۔

حضرت پر فضلِ الٰہی

میں ہر سال حج کو جاتا ہوں وہاں سے اللہ تعالیٰ انتظام کراتا ہے، مجھے یورپ اور افریقہ سے لوگ بلاتے ہیں، لوگ روزانہ دعوت دینے آتے ہیں کہ ہمارے یہاں کھانا کھاؤ، مگر میں کسی کے ہاں نہیں جاتا بلکہ اپنے گھر کا کھانا کھاتا ہوں۔ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں کس طرح کھاتا ہوں اور کہاں سے مجھے کھانا ملتا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود انتظام فرماتے ہیں، اور اللہ کے فضل سے میں ایسی جگہ پر گیا ہوں کہ وہاں پر زمین کی حدود بھی ختم ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی جگہ پر پہنچا ہوں کہ سوائے بحر و دریا کے وہاں خشکی وغیرہ کچھ نظر نہیں آتی۔

ذکر قلبی کی اہمیت و مرتبہ

ذکر قلبی، جس کو ذکر روحی کہا جاتا ہے، اس کا درجہ ذکر لسانی سے بالاتر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کا دل جاری ہو گیا تو مرتے دم تک بلکہ موت کے بعد بھی وہ ذکر جاری و ساری رہتا ہے مگر ذکر لسانی ہمیشہ کے لئے نہیں رہتا، کیونکہ اگر زبان پر فالج لگ گیا تو زبان ذکر کرنے سے بند ہو جاتی ہے۔

مقبولیتِ عمل کا مدار، تقوی

اپنے اندر تقوی پیدا کرلو، دین کا مدار تقوی پر ہے، قبولیت کا مدار تقوی پر ہے اور یہ دستور ہمیشہ سے ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متقی فرزند کی قربانی قبول ہوئی، قرآن سنئے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ (پ ۶ المائدہ ع/۵)

اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک تو مقبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی بیشک اللہ تعالی پرہیز گاروں کی نیاز قبول فرماتے ہیں۔

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی دو اولاد قابیل اور ہابیل کے جھگڑے کا تذکرہ ہے، قابیل نے ہابیل کو ظلماً قتل کر ڈالا، اس کی وجہ یہ تھی کہ قابیل نے کہا کہ ہابیل کی قربانی کیوں مقبول ہوئی اور میری قربانی کیوں منظور نہ ہوئی؟ اس غیض و غضب میں اس کو

ظلماً قتل کرڈالا،لیکن اس کا جواب مل گیا "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ"، ہابیل نے جواب دیا کہ خدا تعالی متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں،اس لئے قابیل کی قربانی مقبول نہ ہوئی اور ہابیل کی مقبول اور منظور ہوئی۔

غزوۂ تبوک میں ایک کھجور پر گزارہ

غزوۂ تبوک میں صحابہ کرامؓ کھجور کے دانے کھا کر دن گزارتے تھے، جب ایک دانہ کھجور کا مل جاتا تو پھر کھا کر اس کی گٹھلی توڑ کر اور پیس کر کھا جاتے تھے،ان کی اولاد نے ان سے پوچھا کہ آپ سب نے ایک ایک دانہ کھجور کا کھا کر کس طرح گزارہ کیا؟ باپ نے اپنے بیٹے کو یہ جواب دیا کہ بیٹو!ایک دانہ کھجور کی قیمت اس وقت معلوم ہوگی جب وہ دانہ کھجور کا تم کو نہ ملے،لہٰذا ہمیں جو نعمت ملی ہے اس کی قدر کریں،شکر کریں،ناشکری سے بچیں۔

سر پر لعل و یاقوت پھر بھی در در کی ٹھوکریں

ایک شخص ایک کپڑے میں کافی تعداد میں لعل و یاقوت باندھے ہوئے تھا اور اس کو اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور در در پھر کر سوال کرتا رہا، اس سے پوچھا گیا کہ لعل و یاقوت کیوں استعمال نہیں کرتا؟ اس نے جواب دیا کہ لعل و یاقوت کپڑے میں اس طرح باندھے گئے ہیں کہ میں اس گرہ کے کھولنے سے معذور ہوں اور اس کا کھولنا مجھے نہیں آتا،اس لئے میں اسے استعمال نہیں کر پاتا، بالکل اسی طرح آج ہمارے لئے راہ مستقیم ،قرآن موجود ہے،مگر گناہوں کی وجہ سے ہمیں راستہ نظر نہیں آتا۔اس پر چلنا نہیں آتا،اللہ تعالی رحم فرمائے۔

بیعت کے معنی اور فیض شیخ

بیعت کے معنی اپنے آپ کو بیچنا ہے، گویا انسان رضائے الٰہی، کے لئے اپنے نفس کو بیچتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے قلب پر انگلی رکھ کر آپریشن کرتے ہیں یعنی آلائش قلب کو دور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قلب اسٹارٹ اور چالو ہوجاتا ہے اور دوسرے کی طرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کرنٹ اور فیض منتقل ہوجاتا ہے۔

فیض میں رکاوٹ نہیں

الحمد للہ، میں دنیا کے اس حصہ تک گیا ہوں جہاں زمین کی خشکی ختم ہوجاتی ہے، صرف دریا ہی دریا اور سمندر ہی سمندر ہے، وہاں کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے توجہ دیتا ہوں، کبھی کبھی وہ مجھے وہاں سے خط لکھتے ہیں کہ حضرت آپ کا فیض ہمیں یہاں پر پہنچ رہا ہے، فیض کے پہنچنے کے لئے قرب وبعد کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کی شہادت

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے تھے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو میں معصوم نہیں کہہ سکتا، مگر خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہ صغیرہ سے محفوظ رکھا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے، راقم کے شیخ نے فرمایا کہ میرے شیخ پیر عبدالملک صدیقیؒ جب مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، تو پیر عبدالملکؒ کو دیکھتے ہی شاہ صاحب فوراً کھڑے ہوگئے، پیر عبدالملکؒ صاحب نے فرمایا حضرت میرے لئے کھڑے ہونے کی زحمت نہ فرمائیں، آپ تو بیمار

ہیں، شاہ صاحب نے جواب دیا کہ آپ کی خدمت میں ضرور کھڑا ہوں گا، اتنا بڑا محدث انسان، اہل معرفت کی اس طرح قدر کرتا ہے جو عبرت ہے، ہم جیسے اہل علم کے لئے۔

دل کی مثال

فرمایا: جس طرح مرغی اپنے انڈوں پر بیٹھتی ہے، ان کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے سینے کی گرمی ان سب انڈوں کو پہنچاتی ہے، اگر وہ اس طرح نہ کرے تو انڈے سڑ جائیں گے اور ان انڈوں سے چوزے پیدا نہیں ہوں گے، اسی طرح انسان کا قلب مانند زمین کے ہے، اس میں لفظ اللہ کا بیج بویا جاتا ہے، پھر اس کو قرآن کا آب حیات پلایا جاتا ہے اگر اس کی حفاظت ہمہ وقت ہوتی ہو، پھر دیکھیں کہ اس میں کس قدر پھل پھول آئیں گے اور قلب میں نور اور روشنی کس حد تک بڑھ جاتی ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردئی
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش
دلا تو رسم تعلق زمرغابی[1] جو
گر چہ غرق بدریا است پر خشک برخاست

ان دونوں شعر کا مطلب حضرت شیخؒ نے مری درخواست پر بیان فرمایا کہ اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ میں دریا کے اندر غوطہ لگا کر اپنا دامن تر ہونے سے کیسے بچا سکتا ہوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دل کی مثال ایسی ہے جس طرح مرغابی، کہ وہ پانی کی گہرائی میں چلی جاتی ہے مگر جب باہر اڑتی ہے، تو اس کے پیروں پر پانی کا اثر نہیں ہوتا، فرمایا کہ جب یہ

---

[1] **علی بیض قلبک کن کانک طائر فمن ذلک الاحوال فیک تولّد**

مانند مرغے باش تو بر بیضۂ دل پاسباں کز بیضۂ دل زایدت مستی و شور و قہقہہ

دونوں شعروں کا ترجمہ مع مطلب ملاحظہ ہو: یعنی تو اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح نگران رہ تا کہ اس کی پابندی سے تجھ میں جوش و جذب اور عجیب حالات پیدا ہوں۔

ہوسکتا ہے کہ پانی میں داخل ہوجاتی ہے اس کے باوجود اس پر پانی کا اثر نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا میں رہ کر اپنے قلب کو بچانے کی ضرورت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود، سراپا رحمت

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک، سراپا رحمت ہے، اس کے باوجود بعض لوگوں کو اس آفتاب نبوت سے نفرت تھی، ان لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ انکار کر بیٹھے اور وہ منکرین ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، ولید پلید وغیرہ تھے۔

آداب کا بجالانا، بڑا مشکل ہے

فرمایا: اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، بزرگوں کے سامنے ادب کے ساتھ بڑا مشکل کام ہے، بعض لوگ اپنے شیخ کے سامنے اس طرح بیٹھ جاتے ہیں، جس طرح اونٹ بیٹھ جاتا ہے، یہ ادب کے خلاف ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حضرت شیخ کا یہ جملہ اونٹ کی طرح بیٹھنا غور کرنے کے لئے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بستر

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بچھا دیا کرتے تھے، ایک روز مجھے خیال آیا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہوجائے گا، میں نے ایسے ہی بچھا دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی، میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر تھا، رات کو اسے چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہوجائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو، اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہ کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے اور اگر کھر دری چار پائی (یعنی جس پر کوئی چیز بچھائی ہوئی نہ ہو) ہو، تو اول تو نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرے آنکھ بھی جلدی کھل جاتی ہے۔

قبولیت دعا کی علامت

ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا اللہ کے ہاں قبول ہوئی، لوگوں نے پوچھا کس طرح معلوم ہوتا ہے؟ فرمانے لگے جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجائیں، دل دھڑکنے لگے اور آنکھوں سے آنسو شروع ہوجائیں تو وہ دعا قبول ہوجاتی ہے۔

گنہگار بندوں پر خدا کی شفقت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی کا ضعیف، ناتواں، نحیف بندوں پر بے انتہا رحم وکرم ہوتا ہے، جس طرح اولاد میں سے جو کمزور ہوتا ہے، والدین کی توجہ اس پر زیادہ ہوتی ہے، اور دوسرے بیٹوں سے بھی کہتے ہیں، اس کا خیال رکھا کرو، اسی طرح اللہ تعالی اپنے گنہگار بندوں پر شفقت اور توجہ زیادہ فرماتے ہیں، اور اس کا زیادہ خیال فرماتے ہیں۔

عیادت مریض کی فضیلت

۳۰ مئی ۱۹۷۶ء مطابق ۱۹ / جمادی الاول ۱۳۹۶ھ کو حضرت شیخ، بیرونی سفر غالبا ماریشس جانے کی تیاری کر رہے تھے، آپ کی اہلیہ محترمہ (جو ہماری ماں ہیں) چکوال سے

کراچی پہنچیں، چونکہ وہ بیمار تھیں، ان کو جناح ہسپتال وارڈ میں داخل کیا گیا،اور ان کا آپریشن ہوا، روزانہ بندہ بغرض عیادت حاضری دیتا رہا،حضرت مولانا محمد فہیم صاحب بھی میرے ساتھ اکثر و بیشتر ہمراہ ہوتے تھے، بعد نماز مغرب حضرت شیخ مراقبہ کراتے اور عصر کے بعد بیان فرماتے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ میرے لئے کوئی جگہ،کوئی ٹھکانہ اور کوئی مکان نہیں اگر مجھے دیکھنا ہوتو منکسرۃ القلوب یعنی ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو میں وہاں ملوں گا، جوشخص مریض کی عیادت کے لئے گھر سے نکلے گا، اللہ تعالی کی رحمت اس پر برسے گی، اور جب وہ مریض کے پاس پہنچے گا، تو ماشاء اللہ رحمت الٰہی میں ڈوب جائے گا اور یہ کیفیت اس وقت تک ہوگی جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں لوٹتا، گھر پہنچنے کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔

انہیں دنوں دونوجوان، اپنے کسی مریض سے ملنے آئے تھے،حضرت کے بیان کے وقت اپنے مریض کے کمرے کے سامنے کھڑے کھڑے سنا کرتے، ایک دن حضرت نے ان دونو جوانوں کو بلا کر فرمایا کہ تم بھی قرآن اور دین کی بات سنو! وہ دونوں جوتوں سمیت مجلس میں شریک ہوئے، خوب غور سے حضرت کا بیان سنتے رہے، دعا میں بھی شریک ہوئے، ان دونوں کے لئے حضرت نے دعا بھی فرمائی، ماشاءاللہ دونوں نوجوان بہت متأثر ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مریضہ کی عیادت

ایک مرتبہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ جنگل کی طرف جاؤ! پہاڑ کی طرف میری ایک بندی ہے، جو مجھے بہت زیادہ یاد کرتی ہے، وہ خستہ دل ہے، سارا بدن ٹوٹا ہوا اور خستہ ہے،حضرت موسی علیہ السلام نے اس کی عیادت کی اور اس سے پوچھا، تو اس نے جوابا کہا کہ میں اپنے رب کی کونسی نعمت کا شکریہ ادا کروں؟

شیخ سعدی کا شکر خدا

فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ سعدیؒ ننگے پاؤں چل رہے تھے، بہت پریشان تھے کہ چلتے چلتے کسی ایسے شیخ کو دیکھا، جس کا پاؤں نہیں تھا، اس وقت خدا کا شکر ادا کیا کہ اگر چہ میرے پاس جوتے نہیں مگر پاؤں تو ہیں، یا اللہ! میں تیرا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے پاؤں عطا فرمائے ہیں۔

دین و دنیا کے معاملہ میں............

فرمایا کہ دین کے بارے میں انسان اپنے سے اوپر والے کی زندگی کو مدنظر رکھے تاکہ شوقِ عمل پیدا ہو، عبادت گزار بندہ بنے اور تقوی اختیار کرے اور دنیوی معاملے میں اپنے سے کمزور کی زندگی کو دیکھنا چاہیے، تاکہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ہو اور کفرانِ نعمت اور ناشکری نہ ہو۔

صحابہ کرامؓ کی فاقہ کشی

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس زمانہ میں کھجوریں کھا کر جنگ کیا کرتے تھے، ایک دانہ کھجور کا کھا کر، اس کے اوپر پانی پی لیتے اور خدا کا شاکر بن کر جہاد کے لئے نکل جاتے، اللہ اللہ یہ کیسے زندہ دل لوگ تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاقہ

فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر تشریف لائے، گھر میں پوچھا کھانے کے لئے کچھ ہے؟ جواب ملا کہ کچھ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ سے کہا کہ چلو

فلاں شخص کے باغ میں میوہ کھائیں گے، جب وہاں پہنچے تو اتفاقا اس باغ کا مالک وہاں موجود نہ تھا مگر اس باغ کے درختوں کے نیچے میوے گرے ہوئے تھے، وہ گرے ہوئے میوے اٹھا کر کھائے، صحابہؓ نے بھی کھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔ (پ ۱۳ ؍ ر ۱۴)

شکرِ نعمت سے اضافہ نعمت ہوتا ہے اور انکار نعمت سے انسان مستحق عذاب ہوتا ہے۔

سلوک کے منتہی رحمت کے منتظر

فرمایا کہ انتہاء لطیفہ والے یعنی جن کا اخیری سبق ہو، ان کو ذکر سے سیر ہونا چاہیے، بلکہ وہ رحمت الٰہی کے منتظر رہیں۔

قرآن، قلب مبارک پر اترتا تھا

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر اتارا جاتا تھا، قرآن میں ارشاد ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ۔ روح الامین فرشتہ حضرت جبرئیلؑ نے تیرے قلب پر قرآن پاک اتارا۔ نبی کے قلب پر اترتا تھا، تب ہی تو محفوظ ہوجاتا تھا۔

قرآن پاک بھولنے کی سزا

جو قرآن پڑھ کر بھولے گا اور اس سے اعراض کرے گا، اس کے لئے بڑی سزا ہے، دنیا اور آخرت میں اس پر عذاب آئے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھاویں گے وہ (تعجب سے) کہے گا

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا. قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى• (پ۱۶/طٰہٰ ع۷)

کہ اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا، ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی (تجھ سے عمل ہوا تھا اور یہ کہ) تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا۔

مادی نظام چلانے والے

ارشاد فرمایا کہ دنیوی نظام مادی نظام ہے، اس کو مسلمان اور مؤمن کے علاوہ فاسق و کافر بھی چلا سکتے ہیں، بسا اوقات مسلمانوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالی ان پر ظالم بادشاہ مسلط کرتے ہیں، کہ تم نے میرے خداوندی قانون کو توڑ دیا اب اس کا مزہ چکھ لو، کہ ظالم کو تم پر مسلط کر دیتے ہیں، ہم سب کچھ کرنے پر قادر ہیں۔

اصحاب کہف کا مختصر ذکر

ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تم کو چند نوجوانوں کا واقعہ اور قصہ بتلاؤں

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى• (پ۱۵/کہف ع۱۴)

ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی۔

حضرت شیخؒ نے جب **زِدْنٰهُمْ هُدًى** کی تلاوت کی تو دونوں ہاتھوں کو معہ بغل کے خوب پھیلایا اور فرمایا کہ اس قدر اللہ تعالی نے ان کو ہدایت دی تھی۔

قرآن[1] آلۂ رحمت ہے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک آلۂ رحمت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچ لیتا ہے، قلب مؤمن بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچتا ہے، اس لئے تم قرآن پڑھو، اس کو سمجھ لو، اس پر عمل کرو، اور قلب پر محنت کر کے آلۂ رحمت بناؤ۔

تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ کرو، بس ایک منٹ کیوں نہ ہو، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے صرف ایک منٹ کے لئے مراقبہ کا حکم فرمایا: اس کے فوراً بعد فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور فرمایا حضرت عثمان دامانی بھی اس طرح عمل کر لیا کرتے تھے، بس اتنی دیر میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوجایا کرتی ہے، اتنی دیر میں کنکشن لگ جاتا ہے، وہ تو سریع الحساب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ عَمِلَ صٰلِحاً ثُمَّ اهْتَدٰی۰ (پ۱۶/ع۱۳)

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) میں اپنے بندوں کو بخشنے والا ہوں جو میری طرف رجوع کرنے والا ہو اور ایمان لانے کے ساتھ عمل صالح کرنے والا ہو اور صحیح راہ پر چلنے والا ہو۔

اسی طرح مولانا فضل علی قریشی کے خلفاء میں سے ایک بڑے خلیفہ مولانا کریم بخش گزر چکے ہیں، وہ بسا اوقات صرف ایک دو منٹ کے لئے مریدوں کے ساتھ مراقبہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اتنی دیر میں بھی انسان، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرسکتا ہے۔

---

[1] حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جو آدمی قرآن پڑھے اور اس کو حفظ کرنے سے قبل مرجائے تو ایک فرشتہ معلّم بن کر اس کی قبر پر آکر اس کو تعلیم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ قرآن مجید قبر کے اندر ہی پورا حفظ کر چکا ہوگا۔ حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ تعلیم قبر میں اس لئے ہوگی تاکہ اس کے مراتبِ عالیہ میں کمی نہ رہے۔

سالکین کو چاہیے کہ ’’ گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارنہ را‘‘ کا مصداق بن کر ذکر و مراقبہ کرتے رہیں۔

مجلس بروز شنبہ بمقام جامعہ ربانیہ بڑا میدان ناظم آباد کراچی
۲۹ / جمادی الاوّل ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۸ / جون ۱۹۷۶ء

شیخ کی محبت و عقیدت، سبب فیض

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بعض مرید صرف بیعت کر کے دوبارہ اپنا منہ بھی نہیں دکھاتے، بس اتنا کہہ دیتے ہیں کہ او جی میں فلاں بزرگ یا فلاں پیر سے بیعت ہوں، صرف بیعت سے فیض نہیں پہنچتا۔

میرے شیخ نے اپنے شیخ حضرت مولانا فضل علی قریشی کی اس قدر خدمت کی، میں نے خود دیکھا ہے کہ میرے شیخ پیر عبدالمالکؒ نے، اپنے مرشد مولانا فضل علی قریشی کے استنجے کے ڈھیلے، اپنے واسکٹ کے جیب میں ڈالے ہوئے تھے، اور یہ صرف چند ایام کے لئے نہیں بلکہ ایک طویل زمانہ تک یہ سلسلہ رہا ہے، اور یہ بھی میں نے سنا ہے کہ میرے شیخ اپنے شیخ قریشیؒ کے استنجے کے واسطے، مٹی کے ڈھیلے اپنے رخسار پر رگڑتے تاکہ وہ ڈھیلے مزید نرم ہو جائے اور حضرت کو استعمال میں سہولت ہو۔

اپنے شیخ حضرت قریشیؒ کی چارپائی کے نیچے سویا کرتے تھے جب وہ تہجد کے لئے اٹھتے تو فوراً اٹھ کر پانی کا لوٹا اور مسواک دونوں ان کی خدمت میں پیش کرتے ...... یہ تھے مرید کہ کس طرح اپنے پیر کے ساتھ محبت و عقیدت رکھتے تھے، یہ درجہ ایسے ہی نہیں ملتا۔

تقریر جمعۃ المبارک

۲۷/ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ ۲۸/ مئی ۱۹۷۶ء

عزت کا معیار

حضرت نے ارشاد فرمایا: کہ آج میں تم کو یہ بتلا دیتا ہوں کہ عزت کہاں سے، کس چیز سے آتی ہے اور عزت والے لوگ کون ہیں؟

حالانکہ دنیا والے، عزت والے لوگوں کا یہ معیار بیان کرتے ہیں کہ جس کے پاس بہت سا مال ہو، کوٹھیاں ہوں، نوکر و چاکر کے مالک ہوں، لیکن دراصل عزت ان چیزوں میں قطعاً نہیں، عزت وہ ہے جو قرآن وحدیث سے حاصل ہو جائے۔

قرآن پاک میں ایک بدبخت بادشاہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے اور اس کے مقابلہ میں ایک جلیل القدر نبی کا ذکر ہے اور نبی کا ذکر بھی کثرت سے ہے، اس بدبخت بادشاہ نے عزت کا معیار مال و دولت اور سلطنت کو سمجھ لیا تھا، اس بدبخت بادشاہ کا نام فرعون **علیہ اللعنۃ** تھا، جو خدائی کا دعوی کرتا پھرتا تھا، حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو تمہارے پاس مال و دولت کہاں ہیں؟ آپ کا لباس پرانا بوسیدہ ہے، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک کرتہ کئی کئی ایام تک پہنا کرتے تھے۔

فرعون بڑا مقرر تھا اور بڑا چالاک، چال باز، کبھی کہا کرتا کہ اے موسی اگر تو نبی ہے تو آؤ میرے مقابلہ میں تقریر کرو، تم تو اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے سے قاصر ہو اور بیان نہیں کرسکتے **"وَلَا يَكَادُ يُبِينُ"** کہ یہ تو کچھ بیان کرنے سے قاصر ہیں، فرعون نے بایں الفاظ تقریر کی، فرعون کی تقریر سنو:

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۔ وَلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۔ (پ ۲۵/زخرف ع ۵)

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی، یہ بات کہی کہ اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے (محل میں) پائیں میں بہہ رہیں ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں ہو بلکہ میں (ہی) افضل ہوں، اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا۔

"**وَهُوَ مَهِیْنٌ**" حضرت اس کا ترجمہ اس طرح کرتے تھے کہ وہ بے عزتہ ہے یعنی عزت والا نہیں ہے، چونکہ اس بدبخت کے یہاں مدار عزت اور معیار عزت، مال وسلطنت تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ** کہ میں نے اس کو دریائے نیل میں ڈبو کر غرق کر دیا تو اس وقت وہ کلمہ پڑھنے لگا جس طرح ہر مؤمن بوقت تباہی وعذاب، کلمہ پڑھ لیتا ہے، یہ دنیا کا عذاب ہے، آخرت کے بارے میں فرمایا کہ "**مِنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ**" کہ فرعون ملعون کی حالت بری ہوگی اور آخرت میں جہنم کے اندر سب سے پہلے خود جائے گا اور اس کے پیچھے اس کی ساری قوم بھی ڈوب جائے گی۔

حضرت موسیٰؑ کی شان

اس جلیل القدر نبی کی شان دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزت والے اور شان والے فرماتے ہیں، کہ جب اپنا عصا پیاس کے وقت زمین پر مارتے تو اس سے:

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۔ (پ ا/ع ۷)

بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر ایک نے اپنے گھاٹ کو جان لیا۔

اور اسی عصا کو جب دریا پر مارتے ہیں تو دریا کے اندر خشکی نکل کر راستے کھل جاتے ہیں، اگر اس کو دشمن کے مقابلہ میں پھینکا جائے، تو اژدھا، سانپ بن کر مقابلہ کرتا ہے۔

نصیب والے لوگ

حضرت نے فرمایا کہ جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں، وہ نصیب والے ہیں اور جو اس وقت اس سے محروم ہیں وہ نقصان میں ہیں، اس سلسلہ میں محض داخلہ لینا بھی بڑی غنیمت کی چیز ہے، اور اگر معمولات پر عمل بھی کرے تو نور علی نور، بعض لوگ مراقبہ اور ذکر قلبی کو ایک معمولی شئی سمجھتے ہیں کہ فرائض ادا کرو بس اتنا کافی ہے، یہ مراقبہ وغیرہ زوائد اور بے فائدہ چیزیں ہیں، حضرت ایسے موقع پر یہ جملے فرماتے ''اللہ اللہ حالانکہ اس سے اصلاح نفس ہوتی ہے''۔

شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کا درجہ

اس وقت ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مرتبہ اونچا ہے، مگر قریب کے دور میں سب سے بڑا مرتبہ شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ کا ہے، بلکہ دور اکبری کے گمراہ کن اور سیاہ دور میں تجدیدی اور اصلاحی کارنامے کے لحاظ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا درجہ ہزارہا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

مراقبہ کا فائدہ

فرمایا کہ مرقابہ سے انسان کے قلب پر اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے، بعض وقت انسان کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ رحمت الٰہی کی بارش قلب پر ہو رہی ہے، انشاء اللہ تعالی ایسا وقت بھی ضرور آئے گا کہ محسوس ہوگا کہ رحمت خداوندی قلب پر اتر رہی ہوگی۔

شیخ کی توجہ سے فیض

فرمایا کہ مراقبہ کے معنی انتظار فیض یا انتظار رحمت ہے۔

اس میں شیخ کی توجہ سے فیض پہنچ جاتا ہے، یعنی اللہ تعالی کی طرف سے رحمت آتی ہے مگر اس کا سبب شیخ ہوتا ہے، جس طرح بیٹے کا اصل بنانے والا تو اللہ تعالی ہی ہیں مگر سبب ظاہری والدین ہوتے ہیں اور جس طرح بارش اللہ تعالی اتارتے ہیں مگر بادل اس کا سبب بن جاتا ہے، اسی طرح فیض اور رحمت، اللہ تعالی کی طرف سے آتی ہے، مگر اس کا سبب ظاہری شیخ کامل بن جاتا ہے، اس لئے کہ شیخ کامل کے اوپر رب کی طرف سے رحمت آتی ہے اور وہ اس رحمت کو لیکر مریدین کے قلوب پر ڈال دیتا ہے۔

مراقبہ میں دل کو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے، ورنہ رحمت قلب میں داخل نہ ہوگی، مراقبہ کا طریقہ انسان دنیا و ما فیہا سے ہٹ کٹ کر، اپنے بائیں پہلو کی طرف یعنی دل کی طرف خیال کرے اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالی کی رحمت میرے قلب پر اتر رہی ہے اور میرا دل اس رحمت کو چوس رہا ہے اور قلب اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔

استغراق کیا ہے؟

فرمایا کہ حالت بیداری اور خواب کے مابین جو کچھ انسان دیکھتا ہے، اس کیفیت کو ''استغراق'' کہا جاتا ہے۔

یکم رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۳۰/ جون ۱۹۷۶ء

تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۔ (پ ا البقرہ ع/ ۱۵)

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام (دیواریں، خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام بھی) اور یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار! یہ خدمت ہم سے قبول فرمائیے، بلاشبہ آپ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم الٰہی بیت اللہ شریف کی تعمیر کی اور اس کے تیار ہونے کے بعد دعا فرمائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسے نبی کی دعا کی جو نبی مبلغ ہو اور مدرّس ہو، گویا کعبۃ اللہ ایک درسگاہ اور مدرسہ ہے، ابراہیمی دعا کے الفاظ یہ ہیں: **رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡهِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ** ۔ (پ ا /بقرہ ع/ ۱۵)

اس آیت میں "یُزَکِّیۡهِمۡ" کو چوتھے نمبر پر رکھا گیا اور "**تعلیم الکتاب**" کو پہلے رکھا، حالانکہ سورۂ جمعہ میں اور اس کے علاوہ دو تین جگہ اللہ تعالیٰ نے "**یُزَکِّیۡهِمۡ**" کو دوسرے نمبر پر رکھا ہے یعنی "یُزَکِّیۡهِمۡ" کے بعد "**یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ**" ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے زمانہ میں کتاب تو نہ تھی بلکہ صحائف تھے، اس لئے "**یُزَکِّیۡهِمۡ**" سے قبل "**یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ**" کو مقدم کیا، اس زمانہ میں صحائف تھے اور صحائف سے بھی ہدایت ہوتی تھی، اور صحائف سکھانے کے بعد تزکیۂ نفس کرتے تھے، اس لئے کہ صحائف بلا تزکیۂ نفس کے سمجھ میں آجاتے تھے، اس کے برعکس چند جگہوں پر تزکیہ دوسرے

نمبر پر ہے، کیونکہ قرآن پاک بلا تزکیۂ نفس کے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

گویا مطلب یہ بنا کہ میرے نبیؐ پاک! پہلے آپ ان پر تلاوت کریں، تلاوت کے بعد ان کا تزکیۂ نفس کرے، تیسرے نمبر پر "یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ" کا رنگ چڑھائیں اور یہی درجہ کمال کا ہے کہ تلاوت کے بعد تزکیہ کی صفت آ جائے، پھر تزکیہ نفس کے بعد تعلیم کتاب سے ایک قسم کا رنگ چڑھے گا اور یہی مقصود ہے۔

(نوٹ) حضرت نے یہ تقریر بہادرآباد میں عبدالشکور صاحب کی رہائش گاہ میں بعد نماز مغرب بیان فرمائی۔

آخری دم تک عبادت کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (پ ۱۴/ اواخر سورۂ حجرات آیت ۹۹)

اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

ارشاد فرمایا کہ دنیوی نظام اور پوری کائنات ہمارے لئے بنائی گئی ہے اور لوگوں کو چلائیں تو یہ نظام قائم رہے گا ورنہ پھر یہ مادی نظام اور یہ کائنات توڑ پھوڑ دیا جائے گا اور یہ مادی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

درجات کیفیت

حدیث جبرئیل میں یہی چیز حضرت جبریل امین نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی کہ "مَا الْإِحْسَانُ؟" احسان ویسے تو نیکی کو کہتے ہیں، مگر یہاں مراد وہ عبادت ہے جس میں احسانی کیفیت ہو، تو جواب میں فرمایا گیا: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ اس حدیث میں عبادت کا اعلیٰ مقام اور ادنیٰ مقام دونوں کو بیان

فرمایا، اعلیٰ تو یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تمہیں یقین آجائے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو، ورنہ دوسرا درجہ اختیار کرو کہ تصور یہ ہو کہ تم خدا کو نہیں دیکھ سکتے مگر خدا تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

قلب کی پاسبانی کرو

فرمایا کہ قلب پر اس طرح دھیان رہے، جس طرح مرغی کو اپنے انڈوں پر دھیان رہتا ہے، اپنے قلب پر ہمیشہ، ہمہ وقت اور ہر آن دھیان رہے، جس طرح مرغی اپنے انڈوں کو سہتی ہے، مسلسل اکیس ایام تک دھیان رکھتی ہے، ان پر بیٹھی رہتی ہے، چنانچہ کچھ انڈے اپنے پروں میں لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے سینہ کے نیچے رکھ لیتی ہے، تاکہ ان کو گرمی لگے ورنہ ٹھنڈے ہو کر گندے ہو جائیں گے اور سڑ جائیں گے، وہ مرغی اکیس ایام میں اس قدر پابند ہو جاتی ہے کہ مجال نہیں کہ ان ایام میں کوئی مرغا یا مرغی اس کے پاس آ کر کھڑی ہو جائے، اگر اتفاق سے کوئی آ بھی گیا تو اس کو مار کر اس کا ستیاناس کر دیتی ہے، حتیٰ کہ ان دنوں بچوں سے لے کر بڑوں تک کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتی، اگر کوئی شخص اس کے پاس سے گذر جائے تو فوراً چونچ سے مارے گی یا کود کر اس کو مارے گی، مزید یہ کہ اس بیچاری کو ان ایام میں اچھی غذا نصیب نہیں ہوتی، ان دنوں وہ بالکل دبلی رہتی ہے، اگر زیادہ بھوکی ہو جاتی ہے تو کچھ دیر کے لئے جدا ہو جاتی ہے، مگر اس کی توجہ انڈوں پر ہی رہتی ہے، اس بیچاری کا سونا، جاگنا، چلنا پھرنا جو بھی حال ہو ہر حالت میں اس کی توجہ اپنے انڈوں پر ہی ہوتی ہے، نیز آپ دیکھیں گے کہ مرغی ان ایام میں اس قدر دبلی اور کمزور ہو جاتی ہے کہ اس کے بدن کی ہڈیاں نظر آنے لگتی ہیں اور جب انڈوں سے چوزے پیدا ہو جاتے ہیں تو ان کی تربیت اور پرورش میں لگی رہتی ہے، یہاں تک کہ مرغی جب دانہ چگتی ہے تو بھی اس کی توجہ چوزوں کی طرف ہوتی ہے، مرغی جب اپنے چوزوں کو باہر لیکر نکلتی ہے تو کسی کی طاقت

نہیں کہ آسانی سے کسی کو پکڑ لے۔ یہ ہمارے مشاہدے کی چیز ہے اسی طرح اللہ والوں کی ہر وقت اور ہر آن توجہ اپنے قلب پر ہوتی ہے، طالب صادق کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے قلب کا پاسبان رہتا ہے کہ کوئی ایسا وقت نہ گذرنے پائے کہ قلب غافل ہو اور ذکر اللہ قلب سے فراموش ہو، ان کا حال یہ ہے کہ............................

اسی کیفیت کو پانے کے لئے ذکر کثیر کا حکم ہے، چنانچہ قرآن مجید میں جہاں ذکر سے متعلق حکم ہے، اس سے مراد ذکر کثیر ہے، ذکر قلیل نہیں، اس قدر کثرت سے ذکر کرو کہ اپنے قلب کو ذکر اللہ سے چمکاؤ، قلب کی صفائی کرو اور اللہ والوں کے پاس جا کر اپنے قلب کی اصلاح کرو۔

رومی اور چینی کا مقابلہ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رومیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے، وہ یہ کہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان آپس میں مقابلہ اس بات پر ہوا کہ فن رنگائی میں اور مکان کے سنوارنے میں کون زیادہ ماہر ہے؟ دونوں فریقین کے لئے ایک بڑا ہال مقرر کیا گیا، ایک طرف ایک فریق کو مقرر کیا اور دوسری طرف دوسرا فریق مقرر کیا اور درمیان میں پردہ حائل کیا گیا، مقابلہ اس بات پر ہوا کہ رنگائی میں کون زیادہ ماہر ہے؟ ایک فریق جو نقش و نگار کے ماہر تھے انہوں نے دیوار کو خوب نقش و نگار کیا اور بہترین طریقہ سے منقش بنا دیا، قسم قسم کے پھل پھول اور درخت اس دیوار پر بنا دئے، اور دوسرا فریق یعنی چینیوں نے دیوار کو پہلے خوب صاف کیا، خوب سنوارا اور خوب چمکایا کہ آئینہ کی طرح ہوگئی، اس کے بعد دونوں کے درمیان سے جو پردہ حائل تھا ہٹا دیا گیا، جس دوسرے فریق نے دیوار کو صاف کرکے چمکایا اور آئینہ بنایا تھا کہ فریق اول کے سارے نقش و نگار پھل پھول اور خوبصورت درخت اس کے آئینہ میں نظر آنے لگے، گویا نقش و نگار اس کے صاف شفاف آئینہ نے اپنے اندر جذب کر لئے اور منقش اشیاء منتقل ہو کر دوسری

طرف نظر آنے لگی۔

مولانا رومیؒ کا اس مثال سے مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ منقش چیزیں اس صاف حصہ کی طرف منتقل ہوئیں، اسی طرح اللہ والے جب اللہ تعالی سے تعلق قائم کرتے ہیں تو ان کے شیشۂ دل پر عالم برزخ اور عالم بالا کی چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں، جنت و دوزخ کی بعض چیزیں کھل جاتی ہیں، اسی طرح انسانوں کے قلوب کے بعض احوال بھی اللہ والوں کے سامنے معکوس ہوجاتے ہیں اور اللہ والوں کی نگاہیں تیز ہوتی ہے۔

توجہ دینا آسان نہیں

حضرت نے فرمایا کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ میں جب مراقبہ میں توجہ دیتا ہوں تو میری ہڈی بوٹی سے آواز آتی ہے اور درد ہوتا ہے، یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

گمراہ سربراہ کی اتباع کا انجام

وہ لوگ جو گمراہی میں پڑے بڑوں کی اتباع کرتے ہوئے گمراہ ہوگئے، وہ بروز قیامت کہیں گے یا اللہ! ہم نے اپنے بڑوں کی اتباع کی تھی، انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا لہذا ان کو ڈبل عذاب دے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ تم میں سے ہر ایک کو ڈبل عذاب دیا جائے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

رَبَّنَا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا۔ (پ ۲۲ رسورۂ احزاب ع ۸)

(اور کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا، اے ہمارے رب! ان کو دہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ • (پ ۸ ،سورۂ اعراف ع ر ۴)

جس وقت بھی کوئی (کفار کی) جماعت داخل (دوزخ) ہوگی، اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے، تو پچھلے لوگ بھی پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا، سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے، اللہ تعالی فرماویں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن (ابھی) تم کو پوری خبر نہیں۔

سورۂ اعراف میں ایک بڑے پیر کا ذکر ہے، اس نے شیطان کی اتباع کی تو وہ گمراہ ہوگیا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ (پ ۹ سورۂ اعراف ع ر ۲۲)

اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں، پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو گمراہ لوگوں میں داخل ہوگیا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (پ۹ سورۂ اعراف ع ر ۲۲)

اور ہم نے ایسے بہت جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں، یہ لوگ غافل ہیں۔

گناہ کسے کہتے ہیں؟[۱]

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اثم کسے کہتے ہیں؟ **"مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ"** کہ جس کو نفس چھپائے یا کہ نفس کے اندر چھپا رہے، اس لئے کہ گناہ کرتے وقت گناہ کرنے والا، گناہ کو چھپاتا ہے، کسی کے سامنے یہ اعلان نہیں کرتا کہ میں گناہ کرنے جا رہا ہوں۔

بیوی کے ساتھ حسن سلوک[۲]

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے ساتھ خاوند کو حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے، اس پر ظلم وستم سے کام نہ لے، اس لئے کہ نکاح کے وقت جو تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں، ان میں تقویٰ اور خدا ترسی کا ذکر ہے، بار بار کہا گیا ہے کہ تم خدا سے ڈرو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (پ ۴/ آل عمران ع/ ۱۱ آیت ۱۰۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ (اواخر سورۂ احزاب پ ۲۲ ع/ ۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو، اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

---

[۱] بعض کتابوں میں اس طرح کے الفاظ ہیں **مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ** یعنی جو تمہارے سینہ میں کھٹک پیدا کرے (وہی گناہ ہے) (بحوالہ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت ص: ۷۷)

[۲] حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا معاشرہ تو یہ ہے کہ بیوی کی محبت میں جب آتے ہیں تو کسی گناہ سے بچنے کی پرواہ نہیں کرتے اور جب معاملہ بگڑ جاتا ہے تو بیوی کو معلق کرتے ہیں، نہ وہ کنواری رہتی ہے اور نہ شادی شدہ۔ اللہ بچائے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ (پ ۴ سورۂ نساء ع ۱/۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالی سے ڈرو، جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالی تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔

وہ وقت بھی ہم پر آئے گا......

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم اللہ تعالی کی ہزاروں نعمتیں کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں ایک ہی سانس میں بلا بسم اللہ کے، جبکہ وہ وقت بھی ہم پر آجائے گا کہ چمچہ کے ذریعہ منہ میں پانی ڈالا جائے، تو بھی اس کا پینا مشکل ہوگا، وہ پانی منہ تک نہ جائے گا اور اگر منہ تک چلا بھی جائے تو حلق اس کو قبول نہیں کرے گا اور اس کو نیچے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

جناح ہسپتال کی آخری مجلس بروز بدھ بعد نماز عصر
بوقت سات بج کر پانچ منٹ

اصلی اور نقلی قاتل کا عجیب واقعہ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ضلع جہلم (پنجاب) میں دو آدمیوں نے جا کر ایک آدمی کو قتل کر ڈالا، مگر اصل میں قاتل ایک آدمی تھا، جس کو اصلی قاتل کہا جاتا ہے، دوسرا نقلی تھا، جب یہ رپورٹ حکومت تک پہنچی تو حکومت نے نقلی قاتل کو سولی پر لٹکانے کی سزا سنائی، اسے سولی پر لٹکا دیا۔ اصلی قاتل ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ یا اللہ! فضل کرو، یا اللہ! فضل کرو اور نقلی قاتل یہ کہا کرتا تھا: یا اللہ! عدل کرو، یا اللہ! عدل کرو، لوگوں کو معلوم تھا کہ جس کو سولی پر لٹکایا ہے یہ اصل قاتل تو نہیں، پھر کیوں اس کو یہ سزا دی جارہی ہے؟ محلہ کے لوگ اس بات پر زیادہ واقفیت رکھتے تھے، بہر حال وہاں پر ایک بزرگ تھے انہوں نے مراقبہ کیا، انہوں نے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوکر معلوم کیا کہ یا اللہ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہ بے گناہ سولی پر لٹکایا گیا؟ خدا کی طرف سے اس بزرگ کو جواب ملا، ایک مرتبہ اس نے ایک لکڑی لی، جس پر ایک چیونٹی تھی اور وہ لکڑی پانی میں ڈالتا اور نکالتا رہا، یہ چیونٹی اس لکڑی کے اوپر نیچے آجاتی تھی کہ شاید میں بچ جاؤں اور یہ بار بار پانی میں لکڑی ڈالتا رہا، وہ چیونٹی اِدھر اُدھر نیچے اوپر ہوتی رہی بالآخر وہ تھک گئی اور پانی میں گر کر مر گئی، اس چیونٹی کی جان کے عوض میں رب العالمین نے اس کو سولی پر لٹکایا اور دوسرا اصلی قاتل میرے فضل کی دعا کرتا رہا، فضل کی عطاء کی وجہ سے میں نے فضل کرتے ہوئے اس کو بچالیا۔

مکھی پر شفقت اور جنت

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جن کا انتقال ہوا، ان کو ایک اللہ والے نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا گزرا اور کیا حال ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن میں نے لکھنے کے لئے قلم لیا اور دوات کی سیاہی لے کر لکھتا رہا کہ ایک مکھی اس قلم کی سیاہی پر بیٹھ گئی، چونکہ یہ مکھی بڑی پیاسی تھی اس لئے اس سیاہی کو چوستی رہی، میں اس قلم کو مسلسل پکڑے رہا، یہاں تک کہ مکھی اس قلم کے ساتھ لگی ہوئی سیاہی کو چوس کر اپنی مرضی سے اڑ کر چلی گئی، اس نیکی کی وجہ سے اللہ تعالی نے قیامت کی تمام ہولناکیوں سے محفوظ فرمایا اور اللہ تعالی نے اس نیکی کی بدولت میری بخشش فرمائی۔

حشرات الارض کو نہ ستاؤ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حشرات الارض کو نہ ستاؤ، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ **"قتل الموذی قبل الایذا"** بھی فرمایا، یہ تو اپنی جگہ ہے کہ اس کو قتل کرو، مگر اس بات کی اجازت نہیں کہ اس کو ستاؤ، جس طرح جانور کو ذبح کرنے کا حکم ہے مگر اس کو تکلیف دینے کا حکم نہیں ورنہ بروز قیامت باز پرس ہوگی، جانور کو فوراً ذبح کرو، مگر اس کو اگر ستایا تو باز پرس ہوگی۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال

حضرت نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی اپنا حق معاف فرماتا ہے، مگر حق العباد، بندوں کے معاف کئے بغیر معاف نہیں ہوتے، حقوق العباد اس قدر سخت ہیں کہ کبھی معاف نہیں ہوتے، بعض لوگ اللہ تعالی کو بے انتہاء خوش کرتے ہیں مگر لوگوں کو ناراض کرتے ہیں، ایسے لوگ قیامت میں پکڑے جائیں گے۔

مفلس کون لوگ ہیں؟

حضرت نے ارشاد فرمایا: مفلس وہ لوگ ہیں جن کی بہت ساری نیکیاں ہوں گی، مگراس سے لوگوں کوتکلیف پہنچی ہوگی تو بروز قیامت ان کی ساری نیکیاں دوسروں کو دیدی جائیں گی اور دوسروں کے گناہ ان پر ڈال دیئے جائیں گے۔

دنیوی عذاب، عملِ بد کا نتیجہ

ارشاد خداوندی ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ ۰ (پ ۲۱ سورۂ روم ع/۵)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔

فرمایا کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے قحط، عذاب اور زلزلے بھی آتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سارے جانور وغیرہ ہلاک ہوجاتے ہیں، اور کچھ تو زمین میں دھنس جاتے ہیں، قیامت میں یہ سب ہلاک شدہ جانورں کی جانوں کی ذمہ داری انسان پر عائد ہوگی، اس لئے کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے یہ بیچارے جانور ہلاک ہوئے ہیں، ان کا تو کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالی نے ساری مخلوق کو انسان کے تابع بنادیا، اٹھارہ ہزار مخلوق کو اللہ تعالی نے انسان کا تابع اور خادم بنادیا، اگر ہم نہ ہوں تو کائنات میں کچھ نہ ہو، اگر انسان نہ ہو تو زمین و آسمان کا نظام توڑ پھوڑ دیا جائے، انسان سے قبل اللہ تعالی نے اٹھارہ ہزار مخلوق کو پیدا کیا پھر انسان کو پیدا فرمایا کہ سب انسان کے تابع بن جائیں۔

اللہ تعالی معمولی عمل پر خوش ہوتے ہیں مگر............

حضرت نے ارشاد فرمایا: انسان اللہ تعالی کی نافرمانی کرے، مگر تھوڑی دیر ہاتھ اٹھا کر خشوع وخضوع کے ساتھ، اس کے دربار میں دعا مانگے، تو اللہ تعالی خوش ہوجاتے ہیں، مگر لوگوں کو خوش کرنا بہت مشکل ہے، لوگ معمولی چیز پر راضی اور خوش نہیں ہوتے۔

آج کل کے مرد، مرد نہیں

حضرت نے فرمایا: جناح ہسپتال میں جب ڈاکٹرنی آتی، تو مجھے دیکھ کر اس کے گلہ میں جو دوپٹہ ہوتا تھا، فوراً سر پر ڈال دیتی، عام وقتوں میں ان کو پردہ کا کوئی اہتمام نہیں تھا، بے حیائی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ لوگ جو رات کو تہجد گذار ہیں، ان کی بیٹیاں بازاروں میں ننگی پھرتی ہیں، آج کل کے مرد، مرد نہیں۔

ایک مجذوبہ کا حال

حضرت نے فرمایا: ایک جگہ ایک مجذوبہ نیم ننگی پڑی رہتی تھی، جب جنید بغدادیؒ یا حضرت حسن بصریؒ وہاں سے گذرتے تو ان حضرات کو دیکھ کر فورا کپڑے کا تقاضہ کرتی کہ مجھے کپڑے دو، حضرت نے فرمایا کہ آج کل کے مرد در اصل مرد نہیں، ورنہ یہ ساری بے حیائی بند ہوجائے، اس وقت مرد بے حیا ہو چکے ہیں تو عورتوں کا کیا کہنا! اگر مرد صحیح مرد ہو تو عورت کی مجال نہیں کہ وہ ننگی پھرا کرے۔

شیطان کے کھلونے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کسی بزرگ نے شیطان کو خواب میں دیکھا کہ وہ ننگا دھڑنگا ہو کر مرد عورتوں کے سامنے بھاگ رہا ہے، اس بزرگ نے کہا کہ ارے شیطان! تو

کس قدر بے حیا اور بے غیرت ہے کہ بالکل ننگا دھڑنگا لوگوں کے سامنے پھر رہا ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں ان لوگوں کو مرد ہی نہیں سمجھتا، ان کو تو میں گیند کی طرح کھلونا بناتا ہوں۔

طالوت اور جالوت کا واقعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۰ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَہَرٍ ۚ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡہُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡہُ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَۃًۢ بِیَدِہٖ ۚ فَشَرِبُوۡا مِنۡہُ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَہٗ ہُوَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۙ قَالُوۡا لَا طَاقَۃَ لَنَا الۡیَوۡمَ بِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِہٖ ؕ قَالَ الَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰہِ ۙ کَمۡ مِّنۡ فِئَۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ فِئَۃً کَثِیۡرَۃًۢ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ وَلَمَّا بَرَزُوۡا لِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِہٖ قَالُوۡا رَبَّنَا

پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر (بیت المقدس سے عمالقہ کی طرف) چلے تو انہوں نے کہا حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے، ایک نہر سے، سو جو شخص افراط کے ساتھ اس پانی سے پئے گا تو وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں سے ہے، لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے سو سب نے اس سے بے تحاشا پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے، سو جب طالوت اور جو مؤمنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے، کہنے لگے آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی (یہ سن کر) ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں، کہنے لگے کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا

اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ۔ فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ •
(اواخر پ ۲، سورۂ بقرہ)

ساتھ دیتے ہیں اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے، پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالی کے حکم سے شکست دیدی، اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو (یعنی داؤد کو) سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو منظور ہوا وہ تعلیم فرمائی، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالی بعضے آدمیوں کو بعضے آدمیوں سے دفع کرتے ہیں تو یہ سرزمین (تمام تر) فساد سے پُر ہو جاتی، لیکن اللہ تعالی بڑے فضل والے ہیں، جہاں والوں پر۔

فائدہ: حضرت فرماتے ہیں کہ جب حضرت طالوت بحکم شموئیل پیغمبر علیہ السلام کے نکلے اور انہوں نے چاہا کہ ان کو آزمائے، تو ایک منزل میں پانی نہ ملا آگے نہر ملی اور حضرت طالوت نے فرمایا کہ تم ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیو، سوائے تین سو تیرہ کے سب نے پانی پی لیا، چونکہ گرمی کا موسم تھا اور گرمی کی شدت تھی، اب بعضوں نے ایک چلو سے زیادہ پانی پی لیا مگر کچھ نے ان میں سے ایک ہی چلو پر اکتفا کیا، جن کی تعداد صرف تین سو تیرہ ہے، بدری صحابیوں کی تعداد تھی۔

جب حضرت طالوت نہر سے پار ہوئے تو جن لوگوں نے ایک چلو سے زیادہ پانی پیا تھا وہ کہنے لگے کہ ہم آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے، جن لوگوں نے چلو سے زیادہ پانی پیا تھا ان کی پیاس نہ بجھی، ان تین سو تیرہ آدمیوں میں حضرت داؤد علیہ

السلام، ان کے والد اور ان کے چھ بھائی بھی تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کو راستہ میں تین پتھر ملے وہ پتھر ان سے کہنے لگے کہ ہمیں اپنے ساتھ اٹھالو، جالوت کو ہم ماریں گے حضرت داؤد نے تینوں پتھروں کو اٹھالیا، جب طالوت نے جالوت کے سامنے جہاد کے لئے صف کھینچی اور کہا کہ جو جالوت کو مار ڈالے گا میں اسے اپنی بیٹی رشتہ میں دیدوں گا اور آدھی سلطنت بھی دوں گا، جالوت بڑا زور آور تھا۔ حضرت نے فرمایا باطل ہمیشہ تن من دھن کی بازی لگاتا ہے، جالوت لشکر سے باہر آکر کہنے لگا کہ میں اکیلا تم سب کو کافی ہوں آؤ میرے سامنے، حضرت شموئیل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کو بلایا اور کہا کہ تمہارے بیٹے کہاں ہیں؟ اپنے بیٹے مجھے دکھلاؤ، انہوں نے چھ بیٹے جو قد آور تھے دکھلائے، حضرت داؤد کا قد چھوٹا تھا، وہ بکریاں چرایا کرتے تھے ان کو نہ دکھلایا، مگر حضرت شموئیل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بلوایا، اور پوچھا کہ تم جالوت[۱] کو ختم کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں مار ڈالوں گا، پھر وہ جالوت کے سامنے گئے اور تین پتھروں کو گوپھن یا بلفظ دیگر فلاسن میں رکھ کر مارا، جالوت کا ماتھا ہی کھلا تھا اور سارا بدن لوہے میں چھپا ہوا تھا، وہ تینوں پتھر اس کے ماتھے پر لگے[۲] اور پیچھے سے پار نکلے، مسلمانوں کو فتح ہوئی، پھر طالوت نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، آدھی بادشاہت دیدی، پھر اخیر میں ساری بادشاہت حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہیں اور ان کو غیبی امداد مل جاتی ہے، بیک وقت ماشاء اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور طالوت[۳] کی بیٹی ان کے نکاح میں آگئی۔

---

[۱] حضرت نے فرماتے ہیں کہ اسلام خون چاہتا ہے اور وہ حق و باطل کا ٹکر ہے۔ جالوت کا قد ایک میل لمبا تھا اور اس کے سر کا خون تین سو رطل کے وزن کا تھا۔ [۲] اس وقت جالوت اپنے گھوڑے سے نیچے گرا اور اس کا لشکر بھاگا، باوجودیکہ ان کی تعداد دو لاکھ تھی، جب کہ مسلمان اسّی ہزار تھے، جن میں لڑائی کے وقت تین سو تیرہ رہ گئے تھے۔ [۳] حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت نے سورۂ صٓ کی آیت ۲۶ ؍بھی پڑھ کر تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا اور ان سے کہا کہ تم میرے احکام نافذ کرو۔ عدل وانصاف سے کام لو اور خواہشِ نفسانی کی اتباع کو ترک کرو، ورنہ بلا استثناء آپ بھی راہِ راست سے بھٹک جاؤ گے۔

حضرت داؤد کو خلافت ارضی

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۰ (پ ۲۳ ص: ع؍ ۲ آیت ۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے، سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروں گے تو) وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی اور جو شخص خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ داؤد سے مراد یہاں افغانستان والا داؤد نہیں، اس لئے کہ اس کی سلطنت میں اللہ تعالی کی رضا نہ تھی، تبھی تو اللہ تعالی نے پورا کنبہ برباد کردیا۔

بقیہ پچھلے صفحہ کا ۳؎ اس واقعہ سے پتہ چلا کہ سلسلۂ جہاد نبیوں کے زمانہ سے چلا آرہا ہے اور نبیوں نے بھی جہاد کیا ہے اور کامیابی اور فتح ہمیشہ مسلمانوں کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** ۰ (آل عمران، آیت ۱۳۸)

دوسری جگہ سورۂ توبہ کے اخیر میں ملاحظہ ہو فرمایا **اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ** ۰

اللہ تعالیٰ کس حکومت سے راضی؟

ایک ہوتی ہے خلافت اور اور ایک ہوتی ہے سلطنت، دونوں میں فرق ہے، خلافت حضرت آدم علیہ السلام سے چلی آرہی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام بھی خلیفہ[1] تھے سلطنت تو اللہ کی ہے اور خلافت بندوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خلیفہ سے راضی ہوتے ہیں جو اس کی نیابت صحیح طریقہ سے کرے۔ اگر آج کی حکومت سے اللہ راضی ہوتا اور اللہ کی رضا ہوتی تو سب سے پہلے یورپ اور لندن والوں سے راضی ہوتے، دوسرے نمبر پر چین والوں سے، تیسرے نمبر پر امریکہ والوں سے، چوتھے نمبر پر افغانستان والوں سے، پانچویں نمبر پر پاکستان والوں سے، مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ان حکومتوں کے ساتھ رضائے الٰہی نہیں ہے، اگر رضائے الٰہی شامل ہوتی تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا، فرمایا: جو احکامِ الٰہی کو نافذ نہیں کرتا، اتباع ہوائے نفس کے پیچھے لگا رہتا ہے، ان کے لئے عذاب شدید ہوگا، دنیا میں بھی اس پر عذاب اور تباہی آئے گی۔

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا ہال، کراچی میں بعد نماز مغرب فرمایا کہ ایک ہے سلطنت، جو اللہ کے لئے ہے دوسری ہے خلافت اور حاکم بننا، یہ بندوں کے ساتھ خاص ہے، جس کا ذکر قرآن میں ہے، خلیفہ اور حاکم کے لئے ضروری ہے کہ دنیوی اور دینی دونوں علوم حاصل کرے اور تعلق مع اللہ بھی ضروری ہے، خلیفہ کے معنی ہے قانون الٰہی کو بندوں پر نافذ کرنے والا، جو اپنی چلائے گا وہ کامل مسلمان نہیں کہلائے گا، جس کا تعلق اللہ سے نہ ہو وہ خلیفہ نہیں بلکہ آمر و جابر ہے۔

مجلس بمقام بہادر آباد، بخانہ سعید الظفر صاحب
بوقت شب ساڑھے بارہ بجے سے لیکر دو بج کر بیس منٹ تک
بمؤرخہ ۳۰ اپریل ۱۹۷۸ء

وعاشروھنّ بالمعروف کا مطلب

یہ مجلس چونکہ عورتوں کے لئے منعقد کی گئی تھی، اس لحاظ سے حضرت شیخ نے زیادہ تر معاشرہ کے مسائل پر زور دیا اور حقوق زوجین اور پردہ وغیرہ کے مسائل بیان کرنے میں زیادہ روشنی ڈالی، بہر حال اس وقت ایک عجیب کیفیت سامعین حضرات پر طاری تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ کے دہن مبارک سے موتیوں کی بارش ہو رہی ہے، اس کیفیت کو مجھ جیسا ناقص انسان اپنی زبان سے بیان نہیں کرسکتا۔

آپ نے فرمایا کہ یہ آیت صرف زوجین کے بارے میں ہے، کہ وہ آپس میں اسلامی معاشرہ میں رہ کر زندگی گزاریں، فرمایا کہ معاشرہ کے معنی ہیں ''رہنے سہنے کے آداب'' کہ ایک مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ کس طرح زندگی گزارے۔

آپ نے قرآن مجید کی وہ آیتیں پڑھ کر سنائی جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ اپنی ازواج مطہرات کو اور دیگر مؤمنہ عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم فرماویں:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ الخ (پ ۲۲ احزاب ع ۸)

اے میرے پیارے نبی! آپ کہدیں اپنی ازواج مطہرات کو اور اپنی صاحبزادیوں اور مؤمن مردوں کی عورتوں کو کہ وہ لمبی لمبی چادریں اوڑھ کر باہر نکلیں۔

ساری طاقت کا سرچشمہ

اس کے بعد فرمایا کہ خدا کو خدا سمجھ لو:

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ ۲۵/ع ۲) — کہ آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی بادشاہی ہے

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (پ ۳/ع ۲) — آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی کرسی سمائی ہوئی ہے۔

فرمایا: کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے دعوی کیا کہ ہماری کرسی مضبوط ہے، اور ہماری طاقت کا سرچشمہ عوام ہے، جبکہ اللہ تعالی کی کرسی مضبوط ہے اور اللہ تعالی ساری طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔

فرمایا کہ تکبر کرنے سے انسان تباہ ہوجاتا ہے، بڑائی اسی ذات کے لئے ہے:

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

ترجمہ: تکبر نے شیطان کو ذلیل وخوار کردیا، لعنت کے قید میں بند کردیا۔

فرمایا: یہ وبال ان حکام کے اوپر اس لئے آیا کہ انہوں نے ملک میں اسلامی قانون نافذ نہ کیا خودساختہ قانون بنایا اور اللہ کو ناراض کیا۔

اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ غَيْرَ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ الخ۔ — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب سلطنت کسی نااہل کے ہاتھ آئے تو یہ قیامت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَّ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ — اے حضرت داؤد علیہ السلام کے کنبہ! اے خاندان داؤد! تم عمل کرو اور تم میں بہت کم شکرگزار بندے ہیں۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ داؤد سے مراد یہ افغانستان والا داؤد نہیں، اس لئے کہ اگر ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے تو ان کو تباہ نہ کرتے، اسلامی قانون نافذ نہ کرنے کی سزا ان کو مل رہی ہے۔

خلیفہ اور سلطان میں فرق

خلیفہ اور سلطان کے مابین فرق ہے، خلیفہ سے اللہ راضی ہوتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام خلیفہ تھے "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (پ ۲۳ ص: ع ر ۲ آیت ۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے، سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا، اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی اور جو شخص خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

شکر الٰہی کی قسمیں

ایک شکر زبانی ہے جس کو شکر لسانی کہتے ہیں دوسرا شکر عملی ہے دونوں میں فرق ہے، زبان سے اس طرح کہا یا اللہ تیرا شکر ہے، اس کو شکر لسانی کہتے ہیں اور دوسرا شکر عملی کہ عمل کر کے دکھلایا، تو شکر زبانی (شکر لسانی) اور شکر عملی میں بہت فرق ہے، اللہ تعالیٰ نے

حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بنایا "**وورث سلیمانُ داؤدَ الخ**"۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح رحم وکرم فرمایا تھا کہ ان کو جانوروں کی بولیاں سکھا دیں، حشرات الارض سے باتیں کرتے تھے، پرندوں اور چرندوں کی بولی سمجھ لیتے تھے، انبیاء علیہم السلام کا جو علم ہوتا ہے وہ وہبی علم ہوتا ہے کسبی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے ان پر اس طرح رحم وکرم فرمایا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی سلطنت ان کی نسلوں تک جاری رہی، عزت اوپر سے آتی ہے نیچے سے نہیں آتی:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ • (پ ۲۸، رع ۱۴)

کہ عزت اللہ کے یہاں ہے اور عزت اللہ کے رسول کے یہاں ہے، اور عزت مؤمنین کامل کے یہاں ہے۔

عزت اوپر سے آتی ہے نیچے سے نہیں۔

صلحاء رنگ ساز ہیں، علماء رنگ فروش

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ سب کچھ کرنے والی اللہ کی ذات ہے، اگر پورے قرآن کے تیس پاروں کو نچوڑا جائے تو اس کا خلاصہ صرف لفظ ''اللہ'' نکلے گا، جس طرح گلاب کے پھول کا گچھہ نچوڑا جائے تو ایک قطرہ عطر نکلے گا، لفظ 'اللہ' اسم ذات ہے اور باقی ۹۸/ اسماء صفات ہیں۔

ارشاد فرمایا: صلحاء کے پاس آمد ورفت رکھو، ان کی باتیں سنو، اس پر اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے گا، اس لئے کہ صلحاء رنگ ساز ہیں اور علماء رنگ فروش ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ رنگ فروش رنگ ساز بھی ہو اور رنگ ساز کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ رنگ فروش بھی ہو۔ اللہ والوں کے پاس اٹھو اور بیٹھو، ان کے ساتھ رہو، ان کی باتیں سنو، اس سے اللہ تعالیٰ نیکی کے راستے کھول دیتے ہیں اور شریعت پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت احمد علی کی شان

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ طلبہ سے فرماتے تھے کہ تم جاؤ مولانا احمد علی لاہوری[۱] کے پاس کہ وہ عملی رنگ چڑھاتے ہیں، جیسے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ[۲] طلباء سے فرماتے تھے کہ ہم پڑھاتے ہیں اور مولانا احمد علی لاہوریؒ ان پر رنگ چڑھاتے ہیں، حالانکہ مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ علم کے اعتبار سے ہم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جوتے کے تلوے کے کنارے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتے۔

---

[۱] **قبر سے فردوسی خوشبو:** تاریخ میں چار ایسے بزرگ ملتے ہیں جن کی قبروں سے بعد از دفن، ایسی خوشبو آنا شروع ہوئی کہ لوگ اس کو محسوس کر کے حیران ہوئے کہ ایسی عمدہ خوشبو ہم نے دنیا میں کبھی نہیں سونگھی، ان میں پہلا نام بخارا سے امام بخاریؒ، دیوبند سے میاں سید اصغر حسین دیوبندیؒ، پنجاب ساہیوال سے حضرت مولانا فقیر اللہ پنجاب، لاہور سے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کی لحد پاک ''روضۃ من ریاض الجنۃ'' بن چکی ہے۔

[۲] مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک امت اسلامیہ میں مولانا انور شاہ کشمیری جیسے شخص کا وجود اسلام کی حقانیت وصداقت کا زندہ معجزہ ہے، اگر دین اسلام میں ذرہ بھی کجی یا خامی ہوتی تو مولانا انور شاہ کبھی اسلام پر قائم نہ رہتے، مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا مولانا انور شاہ صاحب سطح زمین پر چلتا پھرتا اور بولتا چالتا زندہ کتب خانہ ہیں، مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند فرماتے تھے کہ مجھے جب کسی فقہی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو دارالعلوم کے عظیم کتب خانہ میں تلاش کرتا ہوں، اگر کسی کتاب میں مل جاتا تو فبہا ورنہ مولانا انور شاہ صاحب کی طرف مراجعت کرتا ہوں، اگر وہ کسی کتاب کا حوالہ دیں تو خیر، اگر یہ فرمادیں کہ کہیں نظر سے نہیں گزرا، تو یقین کر لیتا ہوں کہ یہ مسئلہ کسی کتاب میں نہیں ملے گا، اس لئے اب کتابوں میں اس کی تلاش بے سود ہے۔ (نفحۃ العنبر ص:۱۹۵ للشیخ البنوریؒ)

دین کی سربلندی کے لئے............

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں ارشاد ہے کہ جب مؤمن اللہ کی راہ میں نکلے اگرچہ تعداد قلیل ہو، مگر اسباب ظاہری اختیار کرے یعنی قلت کے باوجود میدان کارزار میں اپنی وسعت کے بقدر نکلے، تو مدد اور نصرت اللہ کی طرف سے ہوگی، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے جو عزیز مصر کی بیوی تھی بند کردیا اور سارے دروازے بند کردئے، مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے وہی اسباب اختیار کئے جو ان کے اختیار میں تھے یعنی دروازوں کی طرف دوڑے تو اللہ تعالی کی طرف سے نصرت آئی اور سارے دروازے کھل گئے، اس طرح اللہ تعالی نے رحم و کرم فرمایا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں کہ بندہ صرف کوشش کرے، نصرت اللہ پر چھوڑے، انشاء اللہ مدد و نصرت ہوگی۔

۴رمئی ۱۹۷۸ء بمقام شہید ملت روڈ

لولا السنتان لهلك نعمان

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مرشد امام جعفر صادق تھے اور بیعت کو دو برس گزرے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ پر رنگ چڑھ گیا، ارشاد فرمایا **"لولا السنتان لهلک نعمان"** کہ اگر یہ دو سال میں ان کی غلامی نہ کرتا تو نعمان یعنی میں ابوحنیفہ ہلاک ہوجاتا، دو سال کی صحبت نے امام ابوحنیفہؒ پر رنگ چڑھا دیا۔

تین چیزوں کی برکت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ الخ. (۵ نساء ع۔۱۷)

عام لوگوں کی سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں۔

کوئی بھی مجلس ان تین چیزوں سے خالی نہ ہو، کسی مجلس میں خیر آ ہی نہیں سکتی جب تک اس مجلس میں تین چیزوں کا ذکر نہ ہو، وہ خیر کثیر سے خالی رہ جائے گی (۱) امر بصدقۃ یعنی اس مجلس میں یہ حکم دیا جائے کہ لوگ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کریں (۲) یا معروف یعنی دوسروں کو نیکی کا راستہ بتاویں (۳) یا اصلاح، لوگوں کے مابین آپس میں صلاح کریں۔ فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک رہ جائے تو وہ مجلس خیر کثیر سے محروم رہ جائے گی، خلاصہ یہ ہے کہ ہر مجلس میں یہ تین چیزیں موجود ہونی چاہیے، امر بصدقۃ، امر بالمعروف اور اصلاح بین الناس، ورنہ مجلس خیر کثیر سے محروم ہوگی۔

مجلسِ نکاح رنگون ہال دھوراجی کراچی

مؤرخہ ۲۶ / جمادی الاول ۱۳۹۸ھ ۵ / مئی ۱۹۷۸ء

نکاح کے فائدے

حضرت نے مجلس نکاح میں کھڑے ہو کر جوتے سمیت خطبہ پڑھا، مجمع سینکڑوں مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا، جس میں مردوں کی جائے نشست اور عورتوں کی جائے نشست الگ الگ تھی، ہال کے اوپر والے حصہ میں عورتیں تھیں اور نیچے والے حصہ میں مرد،

ماشاءاللہ حضرت شیخ باجود عدمِ لاؤڈ اسپیکر کے بلند آواز سے وعظ فرما رہے تھے۔

عورتوں سے فرمایا کہ تم پر بھی فرض ہے کہ تم اس وقت قرآن و حدیث غور سے سنو، حضرت نے سب کے رجحان کو اپنی طرف کھینچ رکھا تھا، سب غور و خوض سے سننے میں مستغرق تھے، مجلس کے مطابق قرآن کریم کی آیتیں پڑھی:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً. وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّأْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ. (پ ۱۳ سورۃ الرعد ع۔۶)

اور ہم نے یقینا آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت بھی بدوں خدا کے حکم کے لا سکے، ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ. (پ ۲۱ روم آیت ۲۱، ع۶)

اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو تمہارے نفسوں سے جوڑا پیدا فرمایا تا کہ تم مرد، عورتوں کے ساتھ سکون کی زندگی گزارو اور اس نکاح کو اللہ تعالی نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا سبب بنایا اور اس میں عقلمندوں کے لئے نشانی ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ. اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ. (پ ۱۴ النحل ع ۱۶)

اور اللہ تعالی نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور (پھر) ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور تمہارے پوتے پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے (پینے) کو دیں، کیا پھر بھی بے بنیاد چیزوں پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالی کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے، مگر اللہ تعالی نے ان کو پریشان دیکھا تو ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے لئے جوڑا ہونا چاہئے، اللہ تعالی نے انہیں میں سے ان کا جوڑا پیدا فرمایا تا کہ ان کو سکون حاصل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں رہبانیت نہیں کہ تم اپنی زندگی بالکل الگ تھلگ گزارو، یہ انسانی زندگی نہیں ہوتی، یورپ والے کہتے ہیں کہ حضرت مریم کی صفات اختیار کرنا چاہئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات ہونی چاہئے، جس طرح انہوں نے نکاح نہیں کیا ہم کیوں نکاح کریں؟ فرمایا کہ نکاح تو سنت ہے۔ جو لوگ نکاح نہیں کرتے وہ زنا کرتے ہیں اور زنا حرام ہے، نکاح تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آج اگر پوری دنیا میں اس سنت پر عمل نہ ہوتا تو لوگ لاکھوں کڑوڑوں کی تعداد میں کہاں سے پیدا ہوتے؟ جہاں اس سنت کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، ان کی زندگی انسانی زندگی نہیں بلکہ ان کی زندگی جانوروں کی زندگی ہے، مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ الخ[1]

تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اپنی اہلیہ اور اہل خانہ کے ساتھ درست ہوں اور میں اپنے عیال کے ساتھ تعلقات نبھانے میں تم سے بہتر ہوں۔

---

[1] **عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خیر کم خیر کم لاهله وانا خیر کم لاهلی واذامات صاحبکم فَدَعُوْهُ (رواه الترمذی والدارمی)**

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بھلا آدمی وہ ہے جو اپنے عیال کے حق میں تم میں سے بہتر ہو اور میں اپنے عیال کے ساتھ تم سے بہتر ہوں اور جب تمہارا ساتھی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو، مرنے کے بعد اس کی برائیاں بیان نہ کرو۔ (اسلامی تعلیمات ص ۱۸۲)

پھر آپ نے سورۂ اعراف کی آیت پڑھی:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ. فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (پ ۹ اعراف آیت ۱۹۰)

اور اللہ (ایسا قادر و منعم ہے جس) نے تم کو تنِ واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا تا کہ اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے، پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا، سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی ہے پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی اللہ سے جو ان کا مالک ہے، دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے، سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دیدی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے، سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ انسان اور جانوروں کے جوڑ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ان کی نسل میں چچا چچی اور دادا دادی ماموں وغیرہ کا رشتہ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے یہ صرف انسانوں میں رکھا ہے۔

فرمایا کہ اگر تم ایک عورت سے زائد سے انصاف نہیں کر سکتے تو صرف ایک سے نکاح سے کرو، اگر چہ شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے۔

فَانْكِحُوْا[۱] مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ الخ (پ ۴ ع ۱۲)

کہ تم کو جو عورتیں بھلی لگیں ایک سے لیکر چار تک نکاح کرو۔

---

[۱] نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ الخ (پ ۲ بقرہ ع ۲۵)
ترجمہ: تمہاری بیبیاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ۔

اس اجازت کے ساتھ، ہر ایک کے درمیان انصاف، حسن سلوک اور حقوق کی برابری کے ساتھ ادائیگی، فرض ہے، ورنہ انصاف نہ کرنے کا وبال سخت ہے۔

عورت کا فریضہ

نکاح کے بعد عورت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہے، زمانۂ جاہلیت کی عورتوں جیسی باہر بے پردہ ہوکر نہ پھرا کرے، نکاح کے بعد عورت کو اپنے والدین اور اپنے خاوند کا فرمان بردار ہونا چاہئے، شادی کے بعد عورت کے لئے سسر اور سسرال، اللہ تعالی بنا دیتا ہے۔ شادی کے بعد مرد اور عورت دونوں کے لئے بجائے دو والدین کے ہر ایک کے لئے چار والدین بن جاتے ہیں، مرد کے والدین عورت کے بھی والدین بن جاتے ہیں اور عورت کے والدین مرد کے والدین بن جاتے ہیں۔

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو نسباً و صھراً[1] سبب بنا دیئے۔

حضرت نانوتویؒ کا آخری عمر میں نکاح

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی آخری عمر میں نکاح کیا تاکہ سنت پر عمل ہوجائے۔

---

[1] وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ○ (پ۹ا فرقان ع ۵)

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے جس نے پانی (نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

معاشرہ کی درستگی ضروری

فرمایا کہ تم اپنے معاشرہ کو درست کرو، رہنے سہنے کے آداب سیکھو، انسانی جوڑے کے لئے ایک عالم عملی ہے، وہ یہ ہے کہ تم دنیا میں رہ کر اپنا معاشرہ اسلامی معاشرہ بناؤ، دوسرا عالم علمی ہے، اور اس کا تعلق اعلی سے ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن سیکھ کر اور اس پر عمل کرو۔

۶؍مئی ۱۹۷۸ء بمقام جامع مسجد شرف آباد، کراچی

قانون الٰہی کو نافذ نہ کرنے کی سزا

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ جو خلافت کو صحیح طرح نہیں چلاتے اور قانون الٰہی کو نافذ نہیں کرتے، ان پر اللہ تعالی کی پھٹکار ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (اعراف پ ۹ آیت ۱۸۵ ع ؍ ۲۳)

اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور نیز دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالی نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں (بھی غور نہیں کیا) کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو، پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ زمین وآسمان کا نظارہ کرے، غور وفکر کرے اور احکام الٰہی پر عمل کرے اور اس کو نافذ کرے۔ جو احکام الٰہی کو نافذ نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالی کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ اور ضرب شدید پڑتی ہے۔

بمقام ڈینسو ہال گلی (۳) افتتاح دکان حاجی عبدالغنی صاحب
ساکن پاکستان چوک کراچی

تجارت کی فضیلت

حضرت نے اس موقع پر صبح ساڑھے دس بجے تشریف لاکر وعظ فرمایا، جس میں بہت سے معزز حضرات تشریف فرما تھے، آپ نے خطبہ پڑھا اور قرآن پاک کی متعدد آیتیں اخلاص اور تلاش رزق پر مشتمل تلاوت فرمائی۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (پ البقرہ ع/۱۵)

اور جب اٹھارہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام بھی اور یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار! یہ خدمت ہم سے قبول فرمایئے! بلا شبہ آپ خوب سننے والے، جاننے والے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیت بھی پڑھی:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورۃ الجمعۃ پ۲۸ ع/۲)

پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اس میں بھی اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

پھر تیسری آیت بھی پڑھ لی:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ. اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ

چونکہ قریش خوگر ہوئے ہیں یعنی جاڑے اور

الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِىْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ٠ (پ۰ ۳سورۂ قریش)

گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں (تو اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہئے کہ اس خانۂ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھی، تو سب سے پہلے اللہ تعالی سے دعا مانگی، لہٰذا ہمیں بھی ہر کام کی ابتداء اور انتہاء میں خدا سے دعا مانگنی چاہئے۔

حدیث میں ہے کہ ''رزق کے نو حصے تجارت میں ہیں'' اس لئے تجارت کرو، کیونکہ رزق کے نو حصے تجارت میں بند ہیں، باقی ایک حصہ دوسرے کاموں اور ملازمتوں میں ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت کی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت کو بین الاقوامی تجارت کہہ سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جبکہ نزول قرآن نہ ہوا تھا، پچیس سال قبل تجارت کی وجہ سے آپ کو امین لقب سے پکارا جاتا تھا۔

تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور امانت داری کی وجہ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے پیغام نکاح خود بھیجا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس سال تھی، اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام نکاح قبول فرمالیا، اسی تجارت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدیجۃ الکبریٰؓ جیسی زوجہ نکاح میں ملی، خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے اللہ تعالی نے فاطمہؓ کو پیدا کیا، اور حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حسنین رضی اللہ تعالی عنہما پیدا ہوئے، تجارت میں امانت داری کا اثر یہاں پر بھی ظاہر ہوا۔

صحابہؓ اور ائمہؒ میں تاجر

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صحابہؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجر تھے اور ائمہ اربعہ میں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی تاجر تھے، جو مذہب حنفی کے پیشوا ہیں۔

تجارت بہترین چیز ہے، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انسان کو غفلت میں نہ ڈالے، لہٰذا تاجر بھی بنو اور ذاکر بھی رہو، تجارت ذکر کے لئے رکاوٹ اور مانع نہیں، بشرطیکہ ذکر کا شوق ہو۔ صحابہؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (پ ۲۸، ع ۱۴)

کہ تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنا دیں۔

ایسا نہ ہو کہ دکان میں بیٹھا رہے اور نماز قضا ہو جائے اور کچھ پرواہ نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ الخ (پ ۲۸ الجمعۃ)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد یعنی نماز و خطبہ کی طرف فوراً چل پڑا کرو اور خرید و فروخت اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں چھوڑ دیا کرو۔

جب جمعہ کی اذان شروع ہو تو جمعہ کی نماز کی طرف دوڑو، اپنا سارا کاروبار چھوڑ دو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ الجمعۃ پ ۲۸ ع ۲)

پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اس میں بھی اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

فرمایا کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکو، تو فضل اللہ تلاش کرو، فضل اللہ سے مراد تجارت ہے، معلوم ہوا کہ نماز سے فراغت کے بعد بھی خدا کو کثرت سے یاد کرنا چاہئے، ''دست بکار دل بیار'' کہ ہاتھ کام میں لگا ہوا ہو اور دل اللہ تعالی کو یاد کر رہا ہو، دل کا ہر دم جاری ہونا اور اللہ اللہ کرنا انبیاء اور اولیاء کا کام ہوتا ہے، کہ ان کے قلوب ذکر اللہ اور ذکر الٰہی میں مست ہوتے ہیں اور لوگوں کے قلوب کو بھی جاری کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالی کے پاس جانے کے لئے قلب سلیم ضروری ہے اور کثرت ذکر، قلب کو قلب سلیم بناتا ہے، اس میں امانت کی صفات پیدا کرتا ہے، "**عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مُنِيبُ** (پ ۱۲ الھود ع ۸/) **إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** (پ ۲۳ والصفات ع ۳/) آخری آیت کا ترجمہ یہ ہے ''جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوا، یا وہ اپنے رب کے پاس دلِ سلامت کے ساتھ آیا''۔

شیخ بنوریؒ نے کیسی خدمت کی!

ایک مرتبہ شیخ بنوریؒ آئے اور مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے اپنے شیخ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی اس حد تک خدمت کی ہے کہ چوبیس گھنٹہ میں سے، میں نے اپنے کام کاج کے لئے صرف دو گھنٹہ نکالے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اپنے مرشد پیر عبدالمالکؒ کی چوبیس گھنٹہ خدمت کی اور رات کو ان کی تہجد سے دو گھنٹہ قبل اٹھا کرتا تھا اور موسم سرما میں ان کے لئے پانی گرم کرتا رہا۔

مجلس بمقام شہید ملت روڈ یکم جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ ۱۰ رمئی ۱۹۷۸ء

اصحاب کہف کی استقامت

حضرت شیخ نے فرمایا کہ اصحاب کہف کو دیکھئے کہ اللہ کی توحید، ان کے قلوب میں کس طرح موجزن تھی کہ جب انہوں نے اللہ پر ایمان قبول کیا، تو اللہ تعالی نے ان کے ایمان اور ہدایت کو اور بڑھا دیا، "إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى۰ (پ ۱۵) یہ چند نوجوان تھے جو اللہ پر ایمان لائے، تو اللہ نے ان کو استقامت عطا فرمائی۔ ان کا وہ دور تھا کہ ہر طرف سے ظالم اور جابروں نے ان کو گھیر رکھا تھا، مگر ان نوجوانوں نے کس طرح جوانمردی سے صبر واستقلال سے کام لیا، ایک جگہ فرمایا "وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ" اللہ تعالی نے ان کے قلوب کو مربوط فرمایا، ذکر الٰہی سے ان کے قلوب مربوط ہو گئے، مضبوط ہو گئے۔

ذکر کی برکت سے استقامت، عزم وحوصلے پیدا ہوتے ہیں، ذکر قلبی کا جاری ہونا یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے، اس سے استقامت کی شان پیدا ہوتی ہے۔

بعض طالب علم مجھے خط میں تحریر کرتے ہیں کہ ہم اپنے معمولات پر عمل کر رہے ہیں، درود شریف، تلاوت قرآن شریف اور استغفار سب کچھ کرتے ہیں، مگر مراقبہ کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں رہتا، ہمارے نقشبندی سلسلہ میں ذکر قلبی ہر وقت جاری رہے یعنی ''دست بکار دل بیار'' ''جو دم غافل سو دم کافر'' اپنا مذہب ہو۔

ذکرِ قلبی اور مراقبہ یہ دونوں چیزیں رکن ہیں، یہ دونوں چیزیں ہمارے نقشبندی سلسلہ کی مضبوط کڑی ہیں، بغیر اس کے ہمارا سلسلہ نہیں چلتا، اگر ذکر قلبی جاری نہ ہو اور مراقبہ بھی نہ کیا تو کچھ نہیں کیا، ضروری کام جو کرنے کے ہیں یہ دو چیزیں ہیں باقی پڑھنے کے لئے ہیں۔

مراقبہ کا درجہ

ذکر لسانی سے مراقبہ کا درجہ ۶۰ یا ۷۰ یا ۸۰ درجہ زیادہ ہے، یہ حدیث کی بات ہے اپنی طرف سے نہیں کہہ دیا۔

شیطان کا جواب

حضرت شیخ نے فرمایا کہ افریقہ سے آگے ایک جگہ، جب میں گیا تو مسجد میں تبلیغی جماعت والے فضائل ذکر بیان کر رہے تھے، جس میں حضرت جنید بغدادیؒ کا ذکر آیا کہ انہوں نے خواب میں شیطان کو ننگا دیکھا کہا کہ اے شیطان! تجھے شرم نہیں آتی کہ مرد اور عورتوں کے سامنے ننگا کھڑا ہے؟ شیطان نے جنید بغدادیؒ کو جواب دیا کہ شرم کس سے کروں؟ خدا کی قسم یہ لوگ تو مرد ہی نہیں، یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں گیند کی طرح نچاتا ہوں۔

شیخ نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت والے یہ پڑھ کر سنا رہے تھے اور میں سن رہا تھا، مگر وہ لوگ اس کی حقیقت پر غور نہیں کر رہے تھے۔

خودساختہ وظائف مفید نہیں ہوتے

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے شیخ کے بتائے ہوئے معمولات کے خلاف خودساختہ وظائف پڑھتا ہے اس پر جنون بھی آ سکتا ہے، خودساختہ وظائف مفید نہیں ہوتے۔

میں نے اپنے شیخ پیر عبدالمالکؒ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جس طرح خودرو گھاس، پھول پھل نہیں دیتا، اسی طرح خودساختہ وظائف سے فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ باتیں

آپ نے اس وقت ارشاد فرمائی جب کہ آپ کے ایک مرید کا ذکر ہو رہا تھا کہ وہ خود ساختہ وظائف پڑھ کر جنون کا شکار ہوا۔

مجلس شرف آباد کراچی

۹/جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ ۱۹/مئی ۱۹۶۸ء

نماز و ذکر کے درمیان مناسبت

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی۔ (پ ۳۰/سورۃ الاعلیٰ) بیشک کامیاب ہوا وہ شخص جس نے تزکیہ نفس کیا اور ذکر کر کے پھر نماز پڑھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ سے پہلے ذکر کرنا چاہئے۔

شیخ نے فرمایا کہ صلوۃ کی مثال طعام کی ہے اور ذکر کی مثال سالن کی، اگر چہ اصل چیز کھانے میں روٹی ہے، مگر بغیر سالن کے روٹی کا کوئی مزہ نہیں، اسی طرح صلوٰۃ، بغیر ذکر کے اس میں کوئی مزہ نہیں۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْکُرُوْا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ الجمعۃ پ ۲۸ ع ۲/) پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اس میں بھی اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بھی ذکر کثیر کرو، ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ صلوۃ سے قبل ذکر ضروری ہے اور صلوۃ کے بعد بھی ذکر ضروری ہے، ذکر کثیر ثابت ہے حکم خدا سے "وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا": کہ اللہ تعالی کو کثرت سے یاد کرو، لہٰذا اگر ذکر کثیر کے بعد نماز پڑھی

جائے تو مزہ ہے۔اب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے تو دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی ہے "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی "فرمایا کہ تم نے دنیا کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی، حالانکہ آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی ہے، ہمارا انداز بتاتا ہے کہ ہم نے دنیا کو اپنا معبود اور مسجود بنالیا ہے۔

معصیت سے ذکر قلبی بند ہو جاتا ہے

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر بزرگ بنایا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہوتی ہے، جبکہ بعض معصیت ایسی ہیں کہ اس کی وجہ سے انسان کا قلب بند ہو جاتا ہے، ذکر جاری نہیں رہتا، اگر شیخ اس پر توجہ بھی دے اس کے باوجود قلب جاری نہیں ہوتا، دیکھو قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۰(پ ۱۰ توبہ ع ر ۱۰)

میرے پیغمبر! اگر آپ ان لوگوں کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر ستر دفعہ بھی ان کے لئے سفارش کریں تو بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا جس دل پر کفر کی مہر لگ جائے۔

پیغمبر کی سفارش بھی اس وقت قابل قبول نہیں، اسی طرح بعض معصیت کی ظلمت دل کو لگ جاتی ہے، تو شیخ کی توجہ بھی کارآمد نہیں ہوتی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۰ (پ ۲۸ ر ع ۱۳)

یقیناً اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔

صحابہؓ کی جانثاری

حضرت نے فرمایا کہ صحابہؓ کی جانثاری دیکھو کہ یرموک کی لڑائی میں کچھ صحابہؓ پیاسے تھے اور زمین پر دراز تھے، تو ایک صحابیؓ کا چچازاد بھائی ایک مشکیزہ پانی سے بھرا ہوا لے کر آیا، تاکہ اپنے بھائی کو پلائے، جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے ساتھ والے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو پلادو، تو وہ اپنے چچازاد بھائی کے پاس سے اس کے ساتھ والے کے پاس پہنچا، اس دوسرے نے اپنے بازو میں لیٹے ہوئے کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلادو، اسی طرح کئی ایک کے پاس گئے، اخیر میں جب پہلے والے کے پاس پہنچا تو وہ جان بحق ہوگیا تھا، دوسرے کے پاس پہنچا تو وہ بھی جاں بحق ہوگیا تھا، حتی کہ جب اپنے چچازاد بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی جان بحق ہوچکا تھا۔ دیکھئے! یہ ہے صحابہؓ کی جانثاری۔

فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں یہ چیز پیدا کردی (یہ آپ کی صحبت کا اثر تھا) ہم لوگوں کو صحابہؓ کی صفات اپنانے کی ضرورت ہے اور صفت، صحبت مشائخ سے حاصل ہوتی ہے۔

صرف کتابوں سے رنگ نہیں چڑھتا

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ بعض علمائے کرام حصول علم کے لئے صرف کتابوں کو ذریعہ سمجھتے ہیں، مگر وہ رنگ چڑھا نہیں پاتے، علم کا رنگ تو صحبت سے ملتا ہے، اس لئے صحبت اولیاء اللہ ضروری ہے۔ ہر چیز کا اپنا اثر ہے صحبت کا اپنا رنگ ہوتا ہے، یوں ہی گناہ کا اثر الگ ہے، بعض گناہوں کی وجہ سے انسان کے قلوب سخت ہوجاتے ہیں۔

اللہ والوں کی عجیب کیفیت

حضرت شیخ نے فرمایا کہ بسا اوقات اللہ والوں پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے، کہ ان کو اپنی خبر تک نہیں ہوتی، حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ عائشہ، فرمایا کہ عائشہ کون؟ انہوں نے کہا کہ صدیق اکبرؓ کی بیٹی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق اکبرؓ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ ایسی یاد الٰہی کی حالت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق براہ راست ذات احد سے تھا اور استغراق ایسا تھا کہ دوسرے کا پتہ نہیں تھا، خاص لوگوں پر اللہ تعالی کی بڑی مہربانی ہوتی ہے۔

لطائف اپنے مقام کی طرف پرواز کرتے ہیں

بعض اوقات لطائف، اپنے اصلی مقام کی طرف پرواز کرتے ہیں، ان کا مقام اصلی مافوق العرش ہے، لطائف اپنے مقام اصلی کی طرف پرواز کر کے روحانی غذا لاتے ہیں۔

۱۱ / جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ ۲۰ مئی ۱۹۶۸ء
مجلس جھیل پارک کراچی

ذکر وخلوت روشنی کا ذریعہ

حضرت شیخ نے فرمایا کہ انسان اللہ تعالی کی عبادت میں لگا رہے اور لوگوں سے ہٹ کٹ کر رہے، "وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" (مزمل پ ۲۹) لوگوں سے ہٹ کٹ کر اللہ کی عبادت کرنا یہ ہے اصل توحید، نور الٰہی کا مل جانا؛ اللہ کی بڑی نعمت ہے، نور کی برکت سے دل

کھل جاتا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ (پ ۲۳/ع ۱۷)

جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے منشرح فرمایا، اس کو کھول دیا تو وہ اپنے پروردگار کے نور میں ہے۔

اصل میں شریعت انسان کے قلوب کو مخاطب کرتی ہے، "فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" فرمایا جس کا قلب ذکر اللہ سے بند ہو، ذکر اللہ کے لئے سخت ہو اس کے لئے ویل ہے، اس کے لئے تباہی اور بربادی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں، جن کے قلوب ذکر اللہ سے بند ہوں۔

اس شخص کے لئے بربادی ہے اور وہ بدبخت ہے جس کا قلب ذکر اللہ سے غافل ہو، فرمایا کہ "وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا" کہ جس کے قلب کو میں نے ذکر سے غافل بنا دیا، اس کی اطاعت نہ کریں، اس کے پاس آمد و رفت بند کر دیں، ہاں آمد و رفت کن کے پاس ہو تو فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ الخ (پ ۱۵ الکہف ع/۴)

حضرت کا ترجمہ: اے میرے نبی! اپنے نفس کو پابند رکھو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام مجھے یاد کرتے ہیں اور ان کا یاد کرنا محض میری رضا کے لئے ہے۔

اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہے، تو پھر ہمیں اور آپ کو تو بدرجہ اولی ہوگا۔

بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تزکیہ نفس کی آیتیں

(۱) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ •(پ ۱ البقرۃ آیات ۱۲۹ ع/ ۱۵)

اے ہمارے پروردگار! ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے، جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو آسمانی کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں، بلا شبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت، کامل الانتقام والے۔

(۲) كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ•(پ ۲/ البقرۃ آیت ۱۵۱ ع/ ۲)

اس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا تم ہی میں سے، جو ہماری آیات (و احکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں، اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے ہیں اور تم کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید باتیں) تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تمہیں خبر بھی نہ تھی۔

(۳) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ •(پ ۴ سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴ ع/ ۱۷)

اللہ تعالی نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہیں جنس سے ایک ایسا پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ تعالی کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی میں تھے۔

(۴) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○(پ ۲۸، الجمعة آیت ۲ ع ۱/)

وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ایک اہم نکتہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں تزکیہ کو چوتھے نمبر پر رکھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین آیتوں میں تزکیہ کو دوسرے نمبر پر رکھا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کو دوسرے نمبر پر اس لئے رکھا کہ جب تک تزکیہ نفس نہ ہوگا قرآن اور کتاب الٰہی سمجھ میں نہیں آئے گی اور نہ کتاب اللہ پر عمل کی توفیق ہوگی، نہ اخلاص و للّٰہیت پیدا ہوگی، اس لئے تزکیہ کو دوسرے درجہ پر رکھا کہ تزکیہ جب نفس میں آئے گا تو پھر کتاب سمجھ میں آ جائے گی اور عمل کی توفیق ہوگی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں تزکیہ، چوتھے نمبر پر اس لئے رکھا گیا کہ ان کے پاس کتاب نہ تھی، بلکہ ان کے پاس صحیفے تھے اور صحیفے کے سمجھنے کے لئے بلا تزکیہ بھی کام چل سکتا ہے یعنی صحیفہ بغیر تزکیۂ نفس کے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے تزکیہ کو چوتھے درجہ پر رکھا اور اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کو دوسرے درجہ پر رکھا، کیونکہ یہ ایک مکمل کتاب ہے۔

۲۲ رمئی ۱۹۷۸ء

تلاوتِ قرآن کے شیدائی

ارشادفرمایا کہ کثرت سے تلاوت قرآن پاک کرو، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تین ایام میں قرآن پاک ختم فرماتے، اور بعض صحابۂ کرام سات ایام میں ختم کرتے، اور بعض دس ایام میں ختم کرتے۔

دیکھوکلاسیں صرف تین ہیں، فسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس، تھرڈ کلاس، اس سے نیچے کوئی درجہ نہیں، کم از کم دس ایام کے اندر قرآن پاک ختم کرو جو کہ تھرڈ کلاس ہے، مگر ہم نے تمہارے لئے ایک مہینہ مقرر کیا ہوا ہے، کم از کم روزانہ ایک پارہ قرآن پاک کی تلاوت کرو، اگر ایک نہ ہوسکے تو طلباء پاؤ پارہ ہی کی تلاوت کریں، تو بھی ثواب بہت ملے گا اور یہ بھی غنیمت ہے، اساتذۂ کرام کے لئے پورا مہینہ پاؤ بھر مقرر ہے، مگر اس پر بھی عمل نہیں ہوتا۔

حضرت جب سورۂ رحمن کی آیتیں پڑھتے تو ایک عجیب انداز ہوتا، پوری مجلس پُر لطف اور پُرمسرت ہوجاتی تھی۔

حسب حال قرآنی آیت پر اشارے

"**اَلرَّحْمٰنُ**" ہے بڑا مہربان "**خَلَقَ الْاِنْسَانَ**" جس نے پیدا کیا انسان، "**عَلَّمَهُ الْبَيَانَ**" جس نے سکھایا بیان۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ زبان کی طرف اشارہ بھی فرماتے، لفظ "**اَلرَّحْمٰنُ**" پڑھتے تو اوپر کی طرف اشارہ فرماتے، "**عَلَّمَهُ الْبَيَانَ**" پڑھتے تو قرآن پاک کی طرف اشارہ فرماتے، چونکہ قرآن پاک ہمیشہ مجلس میں آپ کے ہاتھ میں ہوتا، اس لئے اشارے سے ہی سامعین حضرات خود بخود بہت سی باتیں سمجھ جاتے۔

اسی طرح جب بھی آپ سورۃ البلد کی آیتیں پڑھتے، تو اشارہ جسم کے اعضاء کی

طرف فرماتے، مثلا جب آپ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ پڑھتے تو اشارہ دونوں آنکھوں کی طرف کرتے اور جب "وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ" کی تلاوت کرتے تو اشارہ سیدھی جانب کی طرف کرتے، سامعین حضرات سمجھ لیتے:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ۰ (پ ۳۰ سورۃ البلد)

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے، پھر ہم نے اس کو دونوں راستے (خیر وشر کے) بتلادیئے۔

قدرت کاملہ کا بیان

راقم الحروف لکھتا ہے کہ میرے استاذ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے اس آیت کا یہ مطلب ارشاد فرمایا کہ "الم نجعل له الخ" ان تینوں آیات میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور قدرت کاملہ کا بیان ہے، استفہام تقریری ہے، ہم نے انسان کو دو آنکھیں دیں تاکہ دلائل قدرت کا مشاہدہ کرے، بولنے کے لئے زبان دی اور ہونٹ دیئے جو بولنے میں معاون ہیں، تاکہ وہ زبان سے حق بات پوچھے، حق کا اقرار کرے اور اس کی تبلیغ کرے اور ہم نے اس کو خیر وشر کے دونوں راستے دکھائے اور دلائل سے دونوں کو واضح کردیا، اب انسان کو چاہئے کہ وہ ان خداداد قوتوں سے فائدہ اٹھائے اور حق کو قبول کرے۔

تقویٰ کا محل قلب ہے

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ الخ (پ ۹ اعراف ع/۱۹)

اور میری رحمت، تمام اشیاء کو محیط ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح رحمت کا محل، قلبِ مؤمن ہے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ **"اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا"** یعنی تقوی کا محل بھی قلبِ مؤمن ہے۔

ترک دنیا کوئی کمال نہیں

آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ تارک الدنیا بننے کو کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ جو لوگ راہب اور تارک الدنیا بنتے ہیں یہ ہمارے ہاں ناجائز ہے، اصل چیز شریعت کی پابندی ہے اور معاصی کو ترک کرنا ہے، گناہوں کے کھوٹ کو دل سے نکالنا ہے۔

ناجائز ملازمت چھوڑنے کا حکم

بیان محمد رفیع کپڑے والے کے مکان پر واقع شہید ملت روڈ کراچی

مورخہ ۲۱ر رجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۸ر جون ۱۹۷۸ء

حضرت شیخ جب مری سے ۲۸ر جون ۱۹۷۸ء کو بذریعہ ٹرین تیز گام کینٹ اسٹیشن کراچی ٹھیک سوا دس بجے پہنچے، تو حضرت کے خیر مقدم کے لئے ناچیز بھی حاضر تھا، حضرت اسٹیشن سے سیدھے محمد رفیع صاحب کپڑے والے کے مکان تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کو اپنے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لئے دعوت دی تھی، اس لئے آپ کا قیام ان کے یہاں ہوا۔

آپ نے ایک مرید سے پوچھا کہ تم نے اپنی نوکری چھوڑی یا نہیں؟ چونکہ وہ لندن میں بینک کے ملازم تھے، حضرت شیخ بینک کی ملازمت کے سخت مخالف تھے، چونکہ اس میں سود ہی سود کا کاروبار چلتا ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابھی تک میں نے

ملازمت نہیں چھوڑی، اس لئے کہ دوسری جگہ بندوبست نہیں ہوا، تو اس موقع پر آپ نے یہ آیت پڑھی:

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ (پ ۷ المائدۃ ع ر ۱۳)

آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔

فرمایا کہ پلید چیز اور پاک چیز برابر نہیں ہوسکتی، جب انسان حرام روزی کمارہا ہو اور اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک اس کے لئے حلال کا بندوبست نہ ہو تو کیا معلوم کہ کب اس کے لئے حلال کا بندوبست ہوگا؟ وہ خدا کو کیا جواب دے گا؟ اس لئے اگر ایسے حال میں انسان حرام کمائی کو چھوڑ دے جبکہ حلال کمائی نہ ہو تو اللہ بندے کی قدردانی فرماتا ہے، اور اس کے لئے حلال کا سبب بناتا ہے۔

ہارون رشید کے بیٹے کا زہد

اس بارے میں آپ نے ہارون رشید کے بیٹے کا واقعہ بیان فرمایا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے تھے، ہارون رشید نے ایک مدرسہ بنایا اور ایک عالم صاحب کو وہاں مقرر فرمایا کہ بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیں، ایک دفعہ اس عالم صاحب نے بچوں کو قرآن پڑھاتے وقت سورۂ حدید کی یہ آیت پڑھی:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۚ (سورۃ الحدید پ ۲۷ ع ر ۲)

کہ آیا اب بھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے ہیں نیک عمل کرنے کا وقت نہیں آیا تا کہ ان کے قلوب خوف خدا اور ذکر اللہ سے کانپ اٹھیں اور لرز جائیں اور تڑپنا شروع کردیں۔

قاری صاحب کا اتنا پڑھنا تھا کہ ہارون رشید کا لڑکا جو اس آیت کو سن رہا تھا، فوراً قاری صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ وہ وقت آ گیا، کیوں نہیں آیا، بس اتنا کہا اور ہارون رشید کا ناز ونعمت میں پلا ہوا بیٹا فوراً گھر سے نکلا، والدین سے اجازت لی اور اپنے ساتھ ایک انگشتری لے کر جنگل کی طرف غائب ہوا، اس کے والد ہارون رشید نے بہت تلاش کیا، مگر وہ نہ ملا اور وہ جنگل میں اللہ اللہ کرنے لگا، ماشاء اللہ۔

اس کا قلب اس طرح ذکر الٰہی میں جاری تھا کہ اسی کا وہ لطف اٹھاتا تھا، آخر اس نے اپنے لئے ذریعۂ معاش تلاش کرنا شروع کیا، ایک مکان کہیں بن رہا تھا اس میں جا کر پتھر گاڑے کیچڑ وغیرہ کا کام شروع کیا اور مزدوری سے کما کر کھاتا رہا، مزدوری کرنے سے پہلے یہ شرط لگاتا کہ نماز کے وقت میں آزاد رہوں گا، ایک دن کام کیا جب مزدوری ملی پھر ایک ہفتہ جنگل کی طرف جا کر بالکل غائب رہا، کام اس طرح کرتا کہ اپنے جیسے دس آدمی کام کرتے ہوں جبکہ وہ مزدوری دوسروں کے برابر ہی لیتا تھا، مکان والے اس کے ساتھیوں سے پوچھا کرتے کہ یہ کہاں گیا اور کام کرنے کیوں نہیں آتا، ساتھیوں نے جواب دیا کہ وہ جنگل میں رہتا ہے، ہفتہ میں صرف ایک دن کام کرتا ہے، اسی طرح کسی اور نے اس کو تعمیری کام میں لگایا اس نے کام شروع کیا، ماشاء اللہ دس آدمی کا کام کر دیا، مکان کا مالک اس سے بہت خوش ہوا مگر دوسرے دن پھر غائب، بلکہ وہی ایک دن کی مزدوری کے پیسے کھاتا رہا، مکان والا تلاش کرنے لگا تو کسی نے بتلایا کہ وہ فلاں جنگل میں اللہ اللہ کرتا رہتا ہے، مکان والا جنگل میں تلاش کرتے کرتے اس کو پا ہی گیا، اس وقت وہ بیمار تھا، مکان والے نے اس سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ میں تمہارا علاج کراؤں گا، اس نے کہا کہ تیرے گھر چلوں گا اس شرط پر کہ نہ تیرے گھر سے کھاؤں گا اور نہ پیوں گا، اسی طرح تین دن اس کے گھر میں رہے نہ اس کے ہاں کچھ کھایا اور نہ پیا، چوتھے دن اس کا انتقال ہوا، اور اس کے ہاتھ کی جو انگشتری تھی بادشاہ کے پاس مکان والے نے پہنچا دی، اب ہارون رشید کو پتہ لگا

کہ یہ انگشتری میرے بیٹے کی ہے۔

لڑکے نے وصیت میں کہا تھا کہ میری انگشتری میرے والد بادشاہ کو پہنچا دینا کہ یہ دنیا ہے، جب ہارون رشید کے لڑکے نے مکان والے کو انگشتری دی، تب پتہ لگا کہ یہ لڑکا اتنے بڑے بادشاہ کا لڑکا تھا، گویا مکان والے کو پہلے پتہ نہ تھا کہ یہ لڑکا بادشاہ زادہ ہے ، بادشاہ نے اس سے کافی احوال دریافت کئے ، اپنے لڑکے کی زاہدانہ زندگی اور بیماری کے حالات سے آگاہ ہوا، بادشاہ ہارون رشید بہت رویا، جب بیٹے کی وصیت سنی کہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے، دنیا کی سلطنت کی کوئی حیثیت نہیں، سلطنت صرف اللہ تعالی کی ہے اور اللہ کی رضا کی راہ اختیار کرو، تو اس سے ہارون رشید کے اوپر اور زیادہ اثر ہوا۔

کتاب اللہ، اولیاء اللہ، شعائر اللہ

بیان بروز شنبہ یکم جولائی ۱۹۷۸ء

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کتاب اللہ اور اولیاء اللہ، شعائر اللہ ہیں، جو شخص ان کی بے عزتی کرے گا، اللہ تعالی ان سے ناراض ہوگا اور عذاب دے گا، ہاں کبھی کبھی شروع میں ڈھیل دیتا ہے پکڑ میں تاخیر کرتا ہے۔

پھر آپ نے غالباً سورہ قصص کا خلاصہ بیان فرمایا کہ اس سورت میں ایک بادشاہ کا ذکر ہے، جس کا نام فرعون تھا، اس کا ایک وزیر اعظم تھا، جس کا نام ہامان تھا اور ان میں سے ایک سرمایہ دار تھا، جس کا نام قارون تھا، ان ظالموں کو اللہ تعالی نے ڈھیل دی، پھر پکڑ آئی تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

نکاح کے مقاصد

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۞ (پ۲۱ روم آیت ۲۱)

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم دونوں میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

نکاح سے دل جمعی اور سکون پیدا ہوتا ہے عورت کے اندر خدمت کا مادہ ابھرتا ہے اور اس میں رافت اور رحمت ہے، ہر ایک کا جوڑا طے ہے، ارشاد ہے:

وَمِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ ۞ (الذاریات: پ ۲۷/ع ۲)

ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ کا کوئی جوڑا نہیں:

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۞ (پ ۷ الانعام ع۔ ۱۳)

وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اللہ کی اولاد کہاں ہوسکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بی بی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

بدیع کے معنی آسمان اور زمین کو از سر نو پیدا کرنے والا (یعنی ان کی پہلے سے کوئی مثال نہ تھی)

دنیا کے اندر ہر چیز کا جوڑا ہے، انسانی جوڑا اور دوسرا حیوانی جوڑا ہے، جب انسان نے ایجاب وقبول کیا، اس کے بعد اس پر پابندی عائد ہوگئی۔

نگاہ جھکانے کا حکم

پھر فرمایا کہ نگاہ اٹھانے کے باب میں تمام تر پابندی اس پر لگ جاتی ہے، لہٰذا نگاہ جھکی رکھو، اسی طرح عورتیں بھی ”وَيَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ“ پر عمل کریں اور اپنی نگاہ نیچی رکھیں، عورتوں سے متعلق ارشاد ربانی ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى الخ (الاحزاب: پ ۲۲/ع۱)

اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۰ (الفرقان: پ۱۹/ع ۱۳)

اور وہ ایسا ہے جس نے پانی (نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا، پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

حسن معاشرت کا تاکیدی حکم

نکاح سے سسرال کا رشتہ قائم ہوتا ہے، دولہا اور دلہن دونوں کے باپ اور دو دو ماں بن جاتے ہیں، سسرال وغیرہ کا تعلق صرف انسانوں میں ہے، جانوروں، کتے، بلی وغیرہ کسی میں یہ سلسلہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں یہ رشتہ اور صلہ رحمی رکھی ہے اور پھر بھلائی اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۰ (پ ۴ النساء ع/۳)

اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔

فرمایا کہ یہ معاشرہ مستقل ایک باب ہے، اس معاشرہ کو نبھانا ہے۔ عورتوں کا بھی بہت حق ہے، ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (پ ۲/البقرہ ع/ ۲۸)

اور عورتوں کے لئے بھی حقوق ہیں، جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں۔

بالفرض جانبین سے نفرت شدید ہوجائے، تو شریف لوگوں کی نظر میں جدائی ہے، مناسب ہوتو اچھے انداز میں اس کو رخصت کردو، ظلم کی خاطر ان کو نہ روکو:

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ (پ ۲ البقرہ ع/ ۲۹)

اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ پر کہ ان پر ظلم کیا کروں گے اور جو شخص ایسا (برتاؤ) کرے گا، سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

ولیمہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث مبارک ہے "اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ"، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بکری ذبح کرکے بھی لوگوں کو ولیمہ کھلایا کرتے تھے۔

جس دن عورت کا نکاح ہوتا ہے، اس پر شوہر کے حقوق بمقابلہ والدین کے زیادہ ہوجاتے ہیں، اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کے اتنے ہی حقوق ہیں اور ولیمہ بھی یہ اس لئے کہ مردوں کے اندر قوت کمانے کی ہوتی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (پ ۵ النساء ع/ ۶)

مرد حاکم ہیں عورتوں پر، اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

ذکر اللہ کے فوائد

ذکر اللہ سے اطمینان حاصل ہوتا ہے، رفیقۂ حیات کے ساتھ بھی اطمینان ہوتا ہے۔ ذکر اللہ سے انسان مالدار بن جاتا ہے، ورنہ اگر ذکر اللہ کو ترک کر دیا، تو آدمی ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

غلبہ، اللہ کے دین کو

سورۂ قصص میں قرآن اپنے غلبہ کا اعلان کرتا ہے، اس سورت میں فرعون **علیه اللعنة** کا ذکر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہے اور اس ضمن میں حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی صاحبزادی کا بھی ذکر ہے، تو قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ کے دین کے غلبہ کا اظہار ہے، کہ باطل طاقت مٹ جائے گی اور خدا کا دین غالب ہو کر رہے گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ • (حم السجدة ع۔۴ پ ۲۴)

جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو، جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ دیا جایا کرتا تھا۔

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ • (پ۶ المائدة ع ۱/)

آج کے دن نا امید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے، لہٰذا مت ڈرنا، اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔

ایک دوسرے مقام پر دین کے کامل و مکمل ہونے کا اعلان خدائے پاک نے کر کے ہم پر احسان عظیم فرمایا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا • (المائدۃ ع/۱، پ۶)

آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

بروز یکشنبہ/ ۲ جولائی ۱۹۷۸ء

بوڑھے مرید کی قابل رشک تمنا

حضرت محمد رفیع کپڑے والے کی رہائش گاہ میں بعد نماز مغرب، مریدین حضرات کو وعظ فرمانے لگے، تو حضرت شیخؒ کے ایک بالکل بوڑھے نحیف مرید نے حضرت سے دعا کی درخواست کی کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس سال حج نصیب فرمائے اور موت مدینہ منورہ میں واقع ہو، اس ضعیف بوڑھے نے بار بار اصرار سے حضرت سے دعا کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کو وہاں کا حج نصیب ہوگا، جب وہ تشریف لے گئے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ بوڑھا شخص مدینہ کی موت کی تمنا کر رہا ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ عزائم اور جذبات کے ماتحت کام کرے، اپنے طور پر کوشش و محنت کرے، اسباب اختیار کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرماتے ہیں اور وہ واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی • (سورۃ النجم ع:۳ پ:۲۷)

اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی۔

فرمایا کہ جس چیز کا تم عزم کروگے، کوشش ومحنت کروگے اس کو پاؤگے، دین کے لئے محنت کرنے والا مکرم وباعزت ہوتا ہے، چنانچہ قرآنی آیت ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔(بنی اسرائیل پ:۱۵)

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہمیں مسلمان کا لقب ملا ہے۔ ''هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ'' مدینہ میں ہوں یا مکہ میں یا دنیا کے کسی بھی خطہ میں، کامل مسلمان بن کر رہیں، تو اللہ مرادیں پوری کرے گا۔

تمنائے موت بمقام مدینہ منورہ

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ (پ:۲۴ سورۃ حم سجدہ ع:۴)

جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر (اس پر) مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم (جنت کے ملنے پر) خوش رہو، جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔

لہٰذا جن میں استقامت ہوتی ہے اسے خوشخبری عطا فرماتے ہیں اور مقدس مقام عطا کرتے ہیں۔

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت میں نوجوان تھا، حج ادا کرنے گیا، ایک صاحب جو عمر میں مجھ سے بڑے تھے، مدینہ منورہ آئے اور اللہ سے دعا مانگی کہ میرا قیام

مدینہ منورہ میں ہو اور یہاں موت آئے، اللہ کی شان کہ ان کو وہاں قیام کی اجازت مل گئی، ایک سال وہاں رہے اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی ثم مدنی فرمایا کرتے تھے کہ یہ شخص ہم سے نمبر لے گیا، باوجودیکہ میں عرصۂ دراز سے یہاں رہ رہا ہوں، مگر نمبر یہ لے گیا، اس شخص کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا، جس میں دس ہزار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون ہیں، صحابہ کی کل تعداد پچیس ہزار ہے [۱]

بُروں کا انجام بُرا

مکی سورتوں میں زیادہ تر ڈرانے کا مضمون ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ • (پ:۲۰ النمل: ع:۶)

آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرمین کا انجام کیا ہوا۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ • (پ:۷ الانعام: ع:۲)

آپ فرمادیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

فرمایا کہ مجرمین، مفسدین اور مکذبین کو دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ سزا دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ملعون کا کس طرح ٹکراؤ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بے سروسامانی میں اس کا مقابلہ کرتے رہے، خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب فرمایا، فرعون کا دعویٰ تھا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ. (پ:۲۰ سورة القصص: ع:۷)

اور (دلائلِ موسویہ دیکھ کر سن کر) فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا میرے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا۔

---

[۱] ۲۵/ہزار مفتی محمودؒ کا قول ہے۔ تعداد صحابہ ۲۴/ہزار۔ مفتی محمد شفیعؒ۔

علم قارونی کا کیا فائدہ؟

حضرت نے فرمایا کہ قارونی علم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، پھر آیت شریفہ پڑھی:

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ (پ:۲۵ سورۃ الجاثیۃ: ع:۳)

سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدائے تعالی نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور خدائے تعالی نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے، کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

صفت ملکوتی اور صفت بہیمی

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہمارے اندر دو قوت رکھی ہے، ملکوتی صفت دوسری بہیمی صفت، اگر ہم چاہیں تو اپنے اندر صفات ملکوتی پیدا کریں جیسے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے ملکوتی صفات سے کام لیا کہ زلیخا نے پھنسانے کی کیا کیا کوشش نہ کی، مگر اللہ تعالی نے بچایا، چونکہ زلیخا کا شوہر مصر کا وزیر تھا۔ زلیخا نے میز پر کھانے دانے، پھل فروٹ سب کچھ رکھے اور مصر کی شریف عورتوں کو دعوت دی، حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی وقت حکم دیا کہ ان عورتوں کے سامنے نکل آؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا پتہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور مجھے کس لئے بلایا جا رہا ہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام سامنے سے گذرتے ہیں، تو اس وقت عورتیں کہتی ہیں:

مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ (پ:۱۲ سورۃ یوسف: ع:۱۴) یہ شخص آدمی ہرگز نہیں، یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

کہا یہ تو فرشتہ نفیس ہے، اس لئے ''مَلَکٌ کَرِیْمٌ'' کا جملہ کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی طرف توجہ ہی نہ کی۔

بروز دوشنبہ ۳؍جولائی ۱۹۷۸ء
جامع مسجد ریاض نزد طارق روڈ کراچی

اشاعت دین کے لئے نکلو

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ بعض پیر چھ چھ ماہ غار میں بند ہوجاتے ہیں اور وہاں پڑے رہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا زیر زمین چھپے رہے؟ ہرگز نہیں! اس لئے باہر نکلو، سنتِ نبوی پر عمل کرو، مستحبات وسنن پر عمل کرو، خود دین پر چلو اور خدا کے بندوں کو چلانے کی فکر کرو۔

اولیاء اللہ کون ہیں؟

فرمایا کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو اپنی ولایت کا پتہ نہیں، بعض وہ ہیں جن کو اپنی ولایت کا پتہ ہے، بعض ولی وہ ہیں جن کو لوگ برا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ وہ پوری شریعت کے پابند ہیں، ایسا ولی مرنے کے بعد خدا سے اس طرح ملے گا کہ ولی کامل ہوگا، مگر اس کے ساتھ کوئی مرید نہ ہوگا، جس طرح بعض نبی قیامت کے دن خدا کے ہاں اس طرح جائیں گے کہ ان کا کوئی امتی نہ ہوگا، بعض نبی کے صرف ایک امتی ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ درجہ بدرجہ مراتب پر فائز فرماتے ہیں۔

برکت، خدا کی طرف سے

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میرے پاس آکر کہتے ہیں کہ برکت کے لئے ہمارے گھر تشریف لائیں، فرمایا کہ میں اس جیسے جملوں سے ڈرتا ہوں، ارشاد فرمایا کہ برکت اوپر سے آتی ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔ (پ:۲۷ سورۃ الرحمن)

بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا، جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔

اسی طرح آیت پڑھی:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ (پ:۱۸ الفرقان: ع:۱)

بڑی عالی شان ذات ہے، جس نے یہ فیصلہ کی کتاب یعنی (قرآن) اپنے بندہ خاص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی، تاکہ وہ (بندہ) تمام دنیا جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

ارشاد فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں اس جیسے جملوں سے، اس لئے کہ برکت اللہ تعالی کی طرف سے آتی ہے، ''اللہ'' اسم ذات ہے، اسی میں برکت ہے، اور اسی طرح اسم صفاتی میں بھی برکت ہے۔

ارشاد فرمایا: ایک نبی پوری دنیا کے لئے نذیر اور ڈرانے والا بنتا ہے، لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے۔

مجلس حضرت شیخ بمقام جامعہ مسجد ریاض
بروز دوشنبہ، ۳/جولائی ۱۹۷۸ء

خدا کس طرح بچاتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ رَجُلٌ یَّسْعٰی الخ۔ (پ:۲۲ سورۃ یٰس ع:۲) اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک شخص قتل ہوا، اس واقعہ کی آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ فرعون کو اطلاع ملی، اس نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اس کو قتل کیا جائے، ایک شخص فرعون کی قوم سے تھا وہ اس فیصلہ کے بعد دوڑتا اور بھاگتا ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ فرعون کے وزراء نے فیصلہ کیا کہ تم کو قتل کر دیا جائے گا، لہٰذا "فَاَخْرُجْ مِنْھَا"، (پ:۲۳ ص:ع:۱۴) آپ (حضرت موسیٰؑ) اس شہر سے نکل جائیں۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حفاظت کا انتظام فرمایا کہ فرعون کی قوم سے ہی ایک شخص کو سبب بنا دیا، اس موقعہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ خوف محسوس کیا وہ بتقاضائے بشریت تھا اور یہ انسان ہی سے ہوتا ہے، بہر حال خدا کے مقرب بندے کو خدا بچا لیتے ہیں جبکہ فرعون کا غصہ بھرا اعلان سنئے، فرعون دجال نے کہا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّہٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ اور فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے

دِیۡنَکُمۡ اَوۡ اَنۡ یُّظۡهِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ ۝ (پ:۲۴ سورۃ المؤمن ع:۳)

رب کو (مدد کے لئے) پکارے مجھ کو اندیشہ ہے کہ (کہیں) تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلائے۔

فرمایا یہ پارہ ۲۴ کی آخری آیتیں ہیں، فرعون نے اپنی کابینہ سے کہا کہ یہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے دین کو بدلنا چاہتا ہے یا اس شہرِ مصر کے اندر فساد پھیلانا چاہتا ہے، شہر کے امن وامان کو برقرار رہنے دینا نہیں چاہتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح

حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں، آپ علیہ السلام کو داماد کی ضرورت تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شادی کی ضرورت تھی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین آئے تو

فَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمُ امۡرَاَتَيۡنِ تَذُوۡدٰنِ ۝ (پ:۲۰ سورۃ القصص:ع:۳)

ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) دو عورتیں دیکھیں کہ وہ اپنی بکریاں روکے کھڑی ہیں۔

چونکہ کنویں کے پاس لوگوں کی بھیڑ ہے اور وہ پانی بھر رہے ہیں، دو لڑکیاں کھڑی ہیں، آگے مردوں کو دیکھ کر قریب نہیں آتیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیوں کو اس کنویں کے پانی کے پاس پایا تو پانی کھینچ کر بکریوں کو پلا دیا، بالآخر حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو بلوایا اور نکاح کر دیا۔

بے دین اپنے ضمیر کو پاک سمجھتا ہے

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ ہر زمانہ کے بے دین لوگ، اپنے ضمیر کو دینداروں کے مقابلے میں پاک وصاف سمجھتے ہیں، پرانے زمانہ سے اسی طرح چلا آرہا ہے، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فسادی اور بے دین کہا اور اپنے آپ کو دیندار کہا۔

نصرت الٰہی مسلمان کے ساتھ

ارشادفرمایا کہ غزوۂ بدر میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعامانگی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ٥(پ:۹سورۃ الانفال:ع:۱)

اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کوایک ہزارفرشتوں سے مدددوں گا، جوسلسلہ وار چلے آویں گے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو بھیج دے گا، تاکہ کفار کے قلوب میں مسلمانوں کارعب پیداہو، پھرحکم ہوا:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ٥ (پ:۱۹الانفال:ع:۲)

سوتم (کفارکی) گردنوں پر مارواور ان کے پورپورکومارو

یعنی ان کفارکی گردنوں کو مارواوران کے پنجوں کوکاٹ دو، تاکہ ان کے ہاتھ کٹ جائیں، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کوعذاب شدید دے گا۔

مسافر کی دعاقبول ہوتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک دعاہے:

فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ٥(پ:۲۰سورۃ القصص:ع:۵)

ترجمہ: (جناب باری میں) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! (اس وقت) جونعمت آپ مجھ کوبھیج دیں میں اس کا (سخت) حاجت مند ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعامانگی اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی بہترین دعا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت مسافر تھے، اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے۔فرمایا:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ (پ:۵ سورۃ النساء ع:۱۴)

اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہوا کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا، پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہوگا۔

حضرت شیخؒ یہاں ''الموت'' سے مراد ناکامی لیا کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول کی راہ میں نکلے اور اس کو ناکامی ہو، پھر بھی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، یا یہ کہو کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔''اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔گویا مسافر اللہ کے لئے نکلا اور بظاہر ناکام ہوگا پھر بھی اجر کا مستحق ہے، اسی طرح مسافر جو دعا کرے گا، خدا قبول کرے گا۔

خدمت خلق کے فوائد

حضرت موسیٰ مضبوط و توانا تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اِنِّىْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۔ (سورۃ القصص: پ:۲۰ ع:۳)

کہ یا اللہ میں اس چیز کا محتاج ہوں جو آپ میرے اوپر نازل فرماتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دونوں لڑکیوں نے اپنے والد سے کہا کہ:

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ۔ (پ:۲۰ القصص: ع:۳)

ترجمہ: یقینا اچھا خدمت گر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو۔

قوی اس لئے کہا کہ انہوں نے بڑا ڈول پانی سے بھر کر ان کو پلایا، اس سے پتہ چلا کہ انسان کی قوت و توانائی قابل ستائش ہے، اور مطلوب ہے۔

فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو وہ جنت میں گئی، انسانوں کا پانی پلانا بھی ایک درجہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کا صلہ

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ۔ (پ:۲۰ القصص:ع:۳)	وہ (بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی والے خود دعوت دیتے ہیں اور خود خطبہ (پیغام نکاح) بھیج دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ حق مہر یہ ہوگا............

عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔	اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو۔
فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ۔ (پ:۲۰، القصص:ع:۳)	پھر اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔
سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (پ:۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت:ع:۳)	تم مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔

خسر کی خدمت

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اگر خسر ہو، تو حضرت شعیب علیہ السلام جیسا اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، اور داماد حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نصیب فرمائے کہ دنیا میں خسر کی خدمت کرے۔ دنیا کے اندر خسر کی خدمت کرنے والے ایک تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تھے اور دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تیسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام، جنہوں نے حق ادا کر دیا۔

جب ایمان قلب میں جاگزیں ہو تو گناہ سے نفرت ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ ایمان جب قلب مؤمن میں راسخ ہو جاتا ہے تو اس وقت انسان کا قلب کفر و شرک، فسق و عصیان سے اچاٹ جاتا ہے اور قلب میں گناہ کرنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۝ (پ:۲۶ الحجرات:ع:۱)	لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر، فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی، ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہِ راست پر ہیں۔

دعا کرائی نہیں جاتی، دعا، لی جاتی ہے

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگلے روز مَرِی میں میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے لئے دعا کیجئے۔ میں نے کہا دعا کرائی نہیں جاتی بلکہ دعا لی جاتی ہے، میں نے اس سے کہا دیکھو! جب انسان صالح بن جاتا ہے تو پوری دنیا کے لوگ اس کے حق میں دعا کرتے ہیں، نماز کے اندر "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ" (سلامتی ہو ہمارے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر) ہے۔

دیکھو! تشہد کے اندر نیک صالح لوگوں کے لئے ہر نمازی سلامتی کی دعا کر رہا ہے، گویا جب انسان صالح بن جاتا ہے، تو اس کے لئے ہر نماز میں نیک لوگ دعائے خیر کرتے ہیں۔

ایک بہترین دعا

ارشاد فرمایا کہ ایک بہترین دعا ہے، اسے پڑھتے رہنا چاہئے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً. (سورة الفرقان: پ:۱۹ ع:۶)

اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنادے۔

جب میں مکہ مکرمہ میں تھا تو عصر کے بعد سے لے کر رات دس بجے تک حاجیوں کے ساتھ بیٹھ کر بیان ہوتا تھا۔

مجلس بعد نماز عصر، جامع مسجد ریاض

۲۷/ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ ۴/ جولائی ۱۹۷۸ء

مختلف آیات کا دل نشین ترجمہ اور فوائد

جامع مسجد ریاض میں حضرت شیخ نے بعد نماز عصر، قرآن پاک اٹھایا اور مختلف جگہوں سے قرآنی آیات نکال کر دلنشیں انداز میں سنانا شروع کیا، سب سے پہلے سورہ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں نکلیں، آپ نے تلاوت شروع فرمائی:

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى. (پ:۱۶ سورة طٰہٰ ع:۱)

طٰہٰ کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں، ہم نے آپ پر قرآن (مجید) اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں، بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے اتارا ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

فائدہ: فرمایا کہ قرآن پاک اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ تجھ پر وبال جان ہو، بلکہ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ہے۔

ترجمہ: جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کے لئے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ• (پ:۲۶ سورۃ قٓ ع:۳)

جو شخص خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہو اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے گا، (اسے کہا جائے گا کہ) اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔

فائدہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**اَلْقَلْبُ هٰهُنَا**'' (قلب کا مقام یہ ہے، انابت، خشیت کا تعلق اس قلب سے ہے) فرمایا ''**أَشَدُّ الْبَلَاءِ الْأَنْبِيَاءُ فَالْأَوْلِيَاءُ فَالْأَمْثَلُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ**'' (دنیا میں سب سے زیادہ مصیبت کے ساتھ انبیاء کو دوچار ہونا پڑتا ہے، ان کے بعد صحابۂ کرامؓ کو پھر تابعینؒ کو ان کے بعد تبع تابعین کو) انسان کا جس قدر تعلق ایمان سے ہوگا اسی قدر امتحان ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى• (پ:۲۳ سورۃ الزمر ع:۲)

اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں۔

فائدہ: فرمایا کہ طاغوت ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو ماسوی اللہ ہو۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا• (پ:۱۵ بنی اسرائیل ع:۴)

یقینا کان، آنکھ اور دل، ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

فائدہ: بروز قیامت تمام اعضا سے باز پرس ہوگی کہ ان کا کس طرح حق ادا کیا، آج کل ایسے بندے ہیں کہ نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اور نہ غور کرتے ہیں، جب یہ آیتیں

اتریں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بعض لوگ ہنسنے لگے، تالیاں بجائیں، اور آپ کو مجنون کہنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے تسلی دی:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ. مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ. (سورۃ القلم پ:۲۹ ع:۱)

نٓ، قسم ہے قلم کی اور قسم ہے ان فرشتوں کے لکھنے کی (جو کاتب الاعمال ہیں) کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ (جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں)

اس لئے کہ

"اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ" بیشک وہ لوگ اندھے ہیں۔

(پ:۸ سورۃ الاعراف: ع:۹)

فائدہ: آٹھویں پارہ کی آیت ہے، جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے کہ وہ ایک اندھی قوم تھی

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ. (پ:۱۷ سورۃ الحج ع:۶)

بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دل (جو سینوں میں ہے وہ) اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

فائدہ: جس طرح ظاہری آنکھ، ناک، منہ ہیں، اسی طرح دل کے بھی آنکھیں ہوتی ہیں، آج کل اکثر اندھے ہیں بلکہ ہر زمانہ میں اندھوں کی کثرت ہوتی ہے۔

جس طرح آنکھوں کا موتیا بند ہوتا ہے اور اس کا علاج ڈاکٹروں سے کرایا جاتا ہے اسی طرح قلوب بھی نافرمانی کی وجہ سے اندھے ہوجاتے ہیں، اور ان کے موتیا بند کا علاج اللہ والوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَ كُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ

اب بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں، سو جو شخص دیکھ لے گا وہ

فَعَلَيۡهَا وَمَآ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ۔ (پ: ۷ سورۃ الانعام: ع: ۱۳) اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا، وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔

فائدہ: جس نے اپنی باطنی آنکھ کی، اس دنیا میں حفاظت کی اس نے اپنے نفس کے ساتھ احسان کیا۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ۔ (پ: ۲۷ سورۃ الذّٰریٰت ع: ۳) اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

فائدہ: انسان اور جنات کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے۔

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ۔ (پ: ۹ سورۃ الاعراف: ع: ۲۲) اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان، دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں، جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں، یہ لوگ غافل ہیں۔

فائدہ: ارشاد فرمایا: "اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ" کہ یہ نہیں ہیں انسان بلکہ یہ ہیں حیوان۔ فرمایا کہ حیوان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

حدیث میں ارشاد ہے: "تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰهِ" اپنے اندر وہ صفات پیدا کرو جو اللہ تعالیٰ کے ہیں، وہ صفت حلم، بردباری وغیرہ ہیں۔

تکمیلِ ایمان کا راستہ

تمام مسلمانوں کے لئے یہ ہدایت ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانُ۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض کیا اور جس نے اللہ کے لئے اپنا مال دیا اور اللہ کے لئے نہیں دیا تو اس کا ایمان کامل ہو گیا۔

محبت کرنا، بغض کرنا، دینا، منع کرنا (نہ دینا) یہ سب اللہ کے لئے ہونا چاہئے، یہ ایمان کی تکمیل ہے، جس طرح آج کل لوگ کہتے ہیں کہ نبی انسان نہیں ہوتا، حالانکہ نبی انسان ہی ہوتا ہے، مگر وہ کامل ترین، اکمل ترین انسان اور کامل ترین مؤمن ہوتا ہے اور ہم ان کے مقابلہ میں ناقص ہوتے ہیں، کامل مؤمن کی پہچان، مذکورہ حدیث بتلاتی ہے۔

فرعون کا کبر

فرعون نے اپنی کابینہ اور رعیت کے سامنے کہا:

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مُھِیْنٌ۔ (پ:۲۵ الزخرف:ع:۶) بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے۔

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رعیت میں سے تھے، اس لئے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں فخر لسان ہوں جبکہ موسیٰ علیہ السلام میرے مقابلہ میں بیان نہیں کر سکتے۔ وَلَا یَکَادُ یُبِیْنُ وہ تو قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا، جیسا کہ کسی وقت یہاں کا لیڈر بھی اپنے آپ کو فخرِ ایشیا کہا کرتا تھا، حالانکہ رب کریم کی نظر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان دیکھئے!

وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ۔ میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا۔

حضرت کا ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے آپ کو

اپنے نفس کے لئے چن لیا ہے۔

نویں پارہ میں آپ علیہ السلام کی خصوصیات کا ذکر ہے، ارشاد ہے:

قَالَ يٰمُوْسٰىٓ اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝ (پ:۹ سورۃ الاعراف ع:۱۷)

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ (یہی بات ہے کہ)میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے لوگوں پر تم کو امتیاز عطا کیا ہے، اس کو لو اور شکر کرو۔

فرعون کی گھٹی گھٹی میں کبر تھا، عموماً تکبر پیشانی پر ہوتا ہے اور نفس بھی یہاں پر ہوتا ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

آج تو ہمارے سامنے قائد عوام (کالانعام) اپنے آپ کو قائد عوام کہلاتا ہے، اپنا اعلان کرتا ہے، لیکن جو مجدد ہوتا ہے وہ اعلان نہیں کرتا کہ میں مجدد ہوں، ہاں! لوگ ایسے مجدد کے پیچھے لگ کر دوڑنا شروع کرتے ہیں، بعض مجدد، اہل اللہ سے کشف وغیرہ صادر ہوتے ہیں، مگر دراصل اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو ان کے اندر پیدا فرماتے ہیں، اور اللہ پاک نسبت اپنی طرف کرتے ہیں، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۝ (پ:۹ سورۃ الانفال ع:۲)

اے نبی! جو تو نے پھینک دی، تو نے نہیں پھینکی بلکہ میں نے پھینکی۔

پھر صحابہؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۝ (پ:۹ سورۃ الانفال ع:۲)

تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔

یہ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے۔ چونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار سے ہوتا ہے، اس لئے اللہ نے اپنی طرف نسبت کی، تا کہ ان کے مجاہدہ کی اہمیت بڑھے، اسی طرح کامل مؤمن جو کچھ کرتا ہے، وہ اپنے اختیار سے نہیں کرتا، اس کے ارادے سب اللہ کے ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذکر کی تلقین

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى. (پ:۱۶ سورۃ طٰہٰ ع:۲)

(حضرت شیخ کا ترجمہ) تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ اور اس کی سرکشی کو توڑ دو۔ (لیکن یاد رہے) "وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ" میرا ذکر کیا کرو، میرے ذکر میں سستی نہ کرو یعنی میری یادگاری میں سستی مت کرنا۔

فرمایا کہ جس میں توجہ الی اللہ، اتباع رسول اللہ اور محبت اولیاء اللہ ہو، انشاء اللہ بات میں اثر ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوت دین کے لئے جارہے ہیں، مگر ذکر کی تلقین کی جارہی ہے۔

ہر مؤمن اللہ کا ولی ہے

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. اللہ دوست ہے ہر مؤمن کا۔

(بقرہ: پ:۳ ع:۳۴)

ہر مؤمن کے اندر ولایت کا کوئی نہ کوئی درجہ ہے، ہر مؤمن اللہ کا ولی ہے، ایمان کو انسان تقوی کا پانی پلائے اور اس کو بڑھائے، جس طرح تقوی سے ایمان قوی ہوتا ہے اسی طرح ایمان محبت سے بڑھتا ہے، اہل تقوی کی فضیلت اور شان ملاحظہ ہو:

گیارہویں پارہ میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا ہے) اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ. لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ.
(پ:۱۱/سورۂ یونس ع:۷)

پر) مغموم ہوتے ہیں، وہ اللہ کے دوست ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز کرتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ) خوف وحزن سے بچنے کی خوشخبری ہے اور اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا، یہ بشارت (جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔

جب انسان کے اندر تقوی آتا ہے تو چوبیس گھنٹے، اللہ تعالی اس بندے کے دل میں بستا ہے، ہر دم اس کو یادالٰہی کی کیفیت میسر ہوتی ہے اور نورِ تقوی سے اس کا دل منور رہتا ہے۔

خواب پر کسی فضیلت کا مدار نہیں

فرمایا کہ سزا و جزاء کا دارومدار انسان کے عملِ اختیاری پر ہے، خواب وغیرہ پر نہیں۔ ایک شخص نے میرے سامنے کہا کہ میں فاروقی ہوں، میں نے اس سے کہا تیرا نسب ان سے ثابت ہے؟ اس نے کہا نہیں! میں نے کہا تو پھر کیسے فاروقی ہوا؟ اس نے کہا کہ حضرت عمر فاروقؓ کو میں نے خواب میں دیکھا ہے، اس لئے میں فاروقی ہوں، میں نے کہا اس طرح سے کوئی فاروقی نہیں بنتا۔ ارشاد فرمایا کہ خواب کی باتوں سے انسان فاروقی نہیں بن سکتا، جس طرح خواب میں کوئی حج کرے تو اس کو حاجی نہیں کہا جاتا۔

ایمان لانے کے لئے اجازت شرط نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مقابلہ کا ذکر کرتا ہوں "تَلْقَفُ مَا یَأْفِکُوْنَ" (پ ۱۹/ ع ۷) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کا عصا ان سب کو ہڑپ کر گیا یعنی نگل گیا یہ "تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا" کا ترجمہ ہے۔

آگے فرمایا کہ جب جادوگروں نے ایمان قبول کرلیا تو اس وقت فرعون نے کہنے لگا:

اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ • (پ:۱۶/طٰہٰ ع:۱۲) حضرت شیخؒ کا ترجمہ: میری اجازت کے بغیر تم ایمان لے آئے۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ آیا ایمان لانے کے لئے بھی اجازت چاہئے؟

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى • (پ:۱۶، طٰہٰ ع:۳) (حضرت شیخؒ کا ترجمہ): فرعون نے کہا کہ میں ان کو اس طرح سزا دوں گا کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون سزا دینے میں زیادہ سخت ہے۔

یعنی پتہ لگے گا کہ میں زیادہ عذاب دینے میں سخت ہوں یا (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا رب۔ لیکن اسے پتہ نہیں تھا کہ جو باطل سے ٹکرائے گا وہ حق کے مقابلہ میں پاش پاش ہو کر رہے گا، چنانچہ فرعون اور اس کی قوم پاش پاش ہوگئی۔

محبوبیت عمل کا مدار دوام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ" کہ سب اعمال سے محبوب عمل وہ ہے جسے انسان دائمی اور ہمیشہ ادا کرے اگرچہ عمل کم کیوں نہ ہو۔

صحبت پر استقامت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت نے کس طرح جادوگروں میں ایمان کی استقامت عطا فرمائی کہ انہوں نے فرعون سے کہہ دیا کہ جو کچھ تجھے کرنا ہے کرلے۔ "فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ" (پ:۱۶ طٰہٰ ع:۳)

ترجمہ: جو کچھ تجھ کو کرنا ہے کر لے (زیادہ سے زیادہ تو ہماری دنیوی زندگی ہی ختم کرو گے اور کیا کر سکتے ہو)

لالچ وحرص کا نقصان

انسان، کامل الایمان اس وقت ہوگا، جب حرص ولالچ سے دور ہو، ورنہ ایمانِ کامل نصیب نہ ہوگا۔سورۂ حشر میں ہے:

وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔ (پ:۲۸ سورۃ الحشر: ع:۱)

اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اپنے نفس کو لالچ، حرص وبخل سے پاک کرنا چاہئے، فرعون کے جادوگروں نے اس سے کہا کہ اگر ہم غالب آئے تو پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو فرعون نے کہا انعام کے ساتھ ساتھ کرسی بھی تمہیں ملے گی۔ جب تک ایمان نہ تھا، ایمان کی حالت میں صحبت میسر نہ تھی، تو لالچ تھی، مگر جب صحبت ملی تو اب تمام چیزوں سے دل خالی ہو گیا۔

مجلس بعد نماز مغرب، جامع مسجد ریاض
مؤرخہ: ۲۷/رجب المرجب ۱۳۹۸ھ ۴/جولائی ۱۹۷۸ء

نبی کا فریضہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ • (پ:٦ سورة المائدہ ع:۱۰)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے، اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

فرمایا کہ ہر نبی مبلّغ ہوتا ہے، مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبلّغ اعظم ہیں۔

آنکھوں میں آنسو

ارشاد ہوا:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ۔ (پ:۷ سورۃ مائدہ: ع:۱۱)

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم مسلمان ہو گئے، تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ایمان کانوں کے راستے سے آتا ہے اور دل میں جاگزین ہوتا ہے، جو حق شناس ہوتا ہے، وہ حق کو سن کر آنسو بہاتا ہے، اور جو گمراہ ہوتا ہے اس کو آخرت میں آنسو بہانا ہی پڑتا ہے، جہنم کا منظر سنئے:

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ • (پ: ۲۹ سورة الملک: ع:۱)

اور جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے بالکل آیا تھا، سو یہ ہماری شامت تھی کہ ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ اللہ نے (از قبیل احکام کتب) کچھ نازل نہیں کیا، (اور) تم بڑی غلطی میں پڑے ہو اور کافر، فرشتوں سے یہ بھی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے۔

فرمایا کہ نذیر سے مراد انبیاء، اولیاء، علماء وغیرہ ہیں۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

فرمایا: طالب صادق ہو، سنانے والا کامل ہو اور جو سنایا جا رہا ہے وہ اللہ کا کلام ہو، تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔

قرآن کا ادب

ہر چیز کے آداب ہوتے ہیں، قرآن مجید کی مجلس کے آداب بجالانا بھی از حد ضروری ہیں، ارشاد فرمایا:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے، تو اس کی

وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (پ:۹ رسورۃ الاعراف: ع:۲۴) طرف کان لگادیا کرو اور خاموش رہا کرو، امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

قرآن رحمت الٰہی کو کھینچتا ہے، مگر یہی قرآن مجید کفار کے لئے سخت ہے بے ادبی کرنے لگے۔ تو ہو سدا کے لئے محروم ہو گئے۔

کفار شور مچانے لگے

کفار کا حال قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔ (حٰم السجدۃ پ:۲۴ ع:۴) اور یہ کافر (باہم) یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور اگر پیغمبر سنائے لگیں تو اس کے بیچ غل مچادیا کرو شاید اس تدبیر سے تم ہی غالب رہو۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ (سورۃ الکہف، ع:۱۲) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی، روشنائی کی جگہ پر ہو، تو بھی میرے رب کی باتیں ختم نہ ہو اور باتیں احاطہ میں نہ آویں، اگر چہ اس سمندر کے مثل، ایک دوسرا سمندر، اس کی مدد کے لئے لے آویں۔

فرمایا: دریا سیاہی بنے، قلموں سے لکھا جائے اور وہ دریا خشک ہو جاوے، مگر کلام اللہ ختم ہونے نہیں پاتا، اس کے پاس جو خزانہ ہے اس کا بھی یہی حال ہے کہ ہر دم خزانہ سے نچھاور ہوتا رہتا ہے۔ مگر ختم نہیں ہوتا۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا اور جتنی چیزیں ہیں، ہمارے پاس سب کے خزانے

خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (سورۃ الحجر پ:۱۴، ع:۲) کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم اس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔

ہر چیز کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس زمانے میں پٹرول نکالنے کی مشینیں نہیں تھیں اب سب کچھ ہے، سب خدا کی مشیت اور قدرت کی بنا پر۔

غالب ہونے کے اصول

حضرت شیخ نے فرمایا: رومیوں کے ایرانیوں پر غالب ہونے کے اصول یہ ہیں:

(۱) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ سو تم ایک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو۔

(۲) مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ۔ تم خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرتِ الٰہیہ کا اتباع کرو۔

(۳) وَاتَّقُوْهُ۔ اور اس سے ڈرو۔

(۴) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ اور نماز کی پابندی کرو۔

(۵) وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور شرک کرنے والوں میں سے مت بنو۔

(۶) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو۔

وَالْمِسْكِيْنَ۔ اور مسکین

وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ اور مسافر کو بھی۔

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ مذکورہ آٹھ اصول رضائے الٰہی کے کا سبب اور ذریعہ ہونگے۔

طہارت کی حکمت

ارشاد فرمایا:

مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (سورۃ المائدہ:پ:٦ع:٢)

اللہ تعالی کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن اللہ تعالی کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک اور صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرمائے تا کہ تم شکرادا کرو۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں میرا کھاؤ میرے گیت گاؤ، ارشاد فرمایا کہ بتاؤ ان آٹھ اصول پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامل تھے یا نہیں؟ فرمایا کہ یقینا ان سب اصول پر آپ نے عمل فرمایا۔اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے محفل کا رنگ وہی ہے
ساقی پلاتے رہتے ہیں مہمان بدلتے جاتے ہیں

عمل کو شرک سے پاک کیجئے

جس طرح ہم بیوی صحیح سالم چاہتے ہیں کہ اندھی، لنگڑی وغیرہ نہ ہوتو ہم اللہ تعالی سے بیوی اور خادم کے صحیح وسالم ہونے کی دعا کرتے ہیں، پھر خود کو کیوں صحیح سالم نہیں بناتے اور عمل کو شرک سے کیوں پاک نہیں کرتے؟

جنت شرابی وغیرہ کے لئے نہیں

ارشاد فرمایا کہ جنت شرابی، لوطی وغیرہ کے لئے نہیں ہے، وہ تو "اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" والوں کے لئے ہے۔

ترجمہ: جو قلب سلیم لے کر خدا کے پاس آئے یعنی قلب، غیر اللہ سے خالی ہو، اس کا دل گناہوں سے بالکل ہٹ کٹ کر پاک وصاف ہو۔

پیدا ہونا اتنا یقینی نہیں جتنا مرنا یقینی ہے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو لفظ یقین کے ساتھ بیان فرمایا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (پ: ۱۴، سورۃ الحجر ع: ۶) اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے لفظ یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا، مگر موت کو لفظ یقین کے ساتھ بیان فرمایا، اس لئے کہ پیدا ہونا اتنا یقینی نہیں جتنا مرنا یقینی ہے، جو دنیا میں آیا وہ یقینا مر جائے گا، ارشاد فرمایا کہ آدمی اور چیز ہے اور آدمیت اور چیز ہے، انسان کو انسان بنانا یہ ہے مشکل کام، انسان بننا اور دل کو مسلم بنانا، یہ ہے ہمارا اصل کام۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ (پ: ۱۹ سورۃ الشعراء ع: ۵)

اس دن کی نجات کے لئے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، مگر ہاں! (اس کی نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس کفر وشرک سے پاک دل لے کر آئے گا، گناہوں سے صاف دل لے کر آئے گا، لہٰذا جس نے اپنا قلب خدا کے سامنے پیش کیا کہ یا اللہ! میرے قلب کا معائنہ کر کے میرے دل کا علاج کر دیجئے، بس! وہی کامیاب ہے۔

بروز چہار شنبہ ۲۸؍رجب ۱۳۹۸ھ ۵ جولائی ۱۹۷۸ء
بمقام جامع مسجد ریاض طارق روڈ، کراچی

کامل اور ناقص انسان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی •

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ • (پ:۲ سورۃ البقرۃ ع:۲۰)

اور ایک آدمی (وہ بھی ہے) جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک (خدائی) قرار دیتا ہے، ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے، اور جو مؤمن ہے ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

اصلاحِ قلب سے مقصد یہ ہے کہ قلب، غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہو۔

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" یہ "اَشَدُّ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اس کے معنی یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی محبت نہیں ہوتی، گویا جو مؤمن ہے، ان کی اللہ کے ساتھ انتہاء درجہ کی محبت ہوتی ہے۔ صحابہؓ کی یہی شان تھی، چنانچہ ان کے بارے میں ارشاد ہے "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" (پ:۳۰ سورۃ البینۃ) کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

مؤمن کی شان

بندہ کو اس طرح ہونا چاہئے جیسا رب چاہے "اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" کہ بندہ قلب سلیم کے ساتھ رب کے پاس آجائے، خدا کی قسم! یہ قلبِ عبد اللہ عرش اللہ ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۝ (پ:۲ سورة البقرة ع:۱۸) اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، جہاں پر ہو وہاں سے چہرہ مسجد حرام کی طرف کرلو، وہاں پر اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ نہ میں زمینوں میں سماتا ہوں، اور نہ آسمانوں میں الا قلب مؤمن کہ اگر میں سماتا ہوں تو قلب مؤمن میں سماتا ہوں۔ محبت میں مقصود بالذات صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے کے ساتھ مثلاً ماں کے ساتھ محبت وہ الگ شئی ہے، مگر مقصود بالذات صرف محبت الٰہی ہے۔

زن، زر پرست کون؟

زر پرست اور خدا پرست کس طرح جمع ہوں گے؟ ایک ہے زن پرست، دوسرا ہے زر پرست، حالانکہ پرست کے معنی پوجا کرنا ہے، وہ شخص نہ عورت کی پوجا کرتا ہے، اور پیسوں کی، مگر پرست اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پیسوں اور عورتوں کے ساتھ اس طرح محبت کرتا ہے کہ وہ محبت یاد خدا سے غافل کردیتی ہے، فرمایا کہ انسان کو خدا پرست بننا چاہئے، خدا کی پوجا کرے اور اس کی پرستش کرے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ ۝ (پ:۲۸ سورة التغابن: ع:۲) اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے (دین کی) دشمن ہیں، سو تم ان سے ہوشیار رہو۔

اگر بیوی بچے انسان کے دشمن ہیں تو پھر کون دوست ہوں گے؟ یہ دشمن اس وقت ہوں گے جبکہ دین میں رکاوٹ بنیں، مثلاً جب جماعت کی نماز کا وقت ہوتا ہے، کوئی عذر بھی نہیں ہوتا تو بیوی کہتی ہے کہ مسجد میں نہ جاؤ، گھر میں نماز پڑھ لو، یا میاں کو کہے گی، بچی کی شادی کرنی ہے، اس کو بے پردہ ماحول میں تعلیم دے دو کہ جلدی اس کی شادی کا انتظام

ہو جائے، اسی طرح جب جہیز کا مسئلہ آتا ہے تو ادھر ادھر کی غلط باتیں ہوتی ہیں، ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے، دینی لحاظ سے نہ کہ گناہ اور معصیت کے بارے میں ان کی بات مانے، سورۂ احزاب میں نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے، اس کو دیکھنا چاہئے۔

علم ایک منارۂ نور ہے

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ علم درحقیقت اللہ کا نور ہے، یہ ایک روشنی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے آتی ہے، ایک علم کسبی ہوتا ہے اور ایک علم سفلی ہوتا ہے، اور ایک علم وہبی ہوتا ہے، جو اللہ تعالی مہربانی فرما کر عطا فرماتا ہے، اور ایک علم قرآنی ہوتا ہے، جس کو خدا چاہے نصیب فرماتا ہے۔

جب انسان کے وجود میں قرآنی علم آجاتا ہے تو اس وقت وہ علم، عمیق اور بہت گہرا علم ہو جاتا ہے، اللہ تعالی کی معرفت تک وہ علم پہنچا دیتا ہے، کہ علم قرآنی دراصل اللہ تعالی کی ایک روشنی اور نور ہے۔

میاں جی نور محمدؒ

میاں نور محمدؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرشد تھے، حاجی امداد اللہ صاحبؒ ان سے بیعت تھے، حاجی امداد اللہ صاحبؒ صرف کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے اور وہ بھی نصف تک، اور درمیان میں چھوڑ دیا تھا، اور میاں جی نور محمد صاحبؒ صرف قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے، اور بچوں کو چالیس برس تک پڑھایا اور چالیس برس کی مدت میں تکبیر تحریمہ کبھی فوت نہیں ہوئی۔

۲۰ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ، ۱۳ ستمبر ۱۹۷۹ء
بمقام جامع مسجد عمر فاروق کالونی کراچی

تخلیق کا مقصد عبادت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (پ:۲۷ سورۂ ذٰریٰت: ع:۳)
اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

اسی طرح فرمایا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ (پ:۱۴، اواخر سورۂ حجر)
اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے، یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔

فرمایا کہ انسان اور جنات کو اللہ تعالی نے عبادت ہی کے لئے پیدا فرمائے ہیں، اوّلا خطاب اور حکم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے پوری امت کو ہے، کہ اپنے رب کی عبادت اس وقت تک کریں جب تک موت آجائے۔

مؤمن بنے فاسق نہ بنیں

حضرت نے مزید فرمایا کہ بیان کرتے وقت اپنے آپ کو مستثنٰی نہیں کرنا چاہئے، اور جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو نہیں اپناتا وہ فاسق ہے

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ۔ (پ:۲۱، سورۃ السجدۃ ع:۱۵)
کیا وہ شخص جو مؤمن ہو، وہ اس شخص کی طرح ہوجاوے گا جو فاسق ہو (بے حکم ہو) وہ آپس میں برابر نہیں ہوسکتے۔

فاسق و فاجر برابر نہیں ہو سکتے، ہم کو چاہئے کہ ظاہری قالب اور باطنی قالب کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کو اپنائیں۔

کائنات کا پہلا گھر

کائنات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو بنایا، ارشاد ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ (پ ۴ / سورۃ ال عمران ع ۱۰)

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا، وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے، جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

بیت اللہ، عبادت گاہ ہے اور اس کو سب سے پہلے بنایا گیا اور مساجد ہدایت کی ندیاں ہیں اور یہ سارے جہاں کیلئے مرکز ہدایت ہے، شروع سے لے کر اس وقت تک ہدایت ہی ہدایت کی باتیں ہیں۔

ذکر، ہدایت اور صراط مستقیم کی دعا

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ ۔ (پ ۴ / سورۂ آل عمران رکوع ۲۰)

جن کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں۔ کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ۔

اور تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

قرآن مجید میں جہاں ذکر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے، اس سے مراد، ذکرِ کثیر

ہے، لہٰذا ذکر ہر آن ہونا چاہئے اور ہر آن ذکرِ کثیر بغیر توفیق الٰہی کے نہیں ہوسکتا، جس طرح ہدایت کا سِرا اسی جگہ سے ملتا ہے جس جگہ ہدایت کی منڈیاں، مساجد ہیں۔ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** کے ساتھ ساتھ **اِنَّكَ تَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ** بھی ہے کہ یا اللہ تو ہی صراط مستقیم اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے، تو صراط مستقیم مانگنے کی طرح، ذکر کثیر بھی مانگیں اور ہدایت بھی خدا سے مانگنا ہے، پیغمبر علیہ السلام کو حکم ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے تبلیغ کرتے رہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۰ (پ ۶ / سورۃ المائدۃ ع ۱۰)

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، آپ سب کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

میرے پیغمبر آپ تبلیغ کرتے رہیں، اس راہ میں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر و استقامت سے کام لیں، اللہ معاون و مددگار رہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۰ (پ ۲۴ / سورۃ زمر ع ۱)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ خاص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے کافی نہیں۔

حضرت نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد ضرور فرمادیں گے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۰ (۲۳ / سورۃ الصّٰفّٰت ع ۹)

ہمارے خاص بندوں (یعنی) پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے۔

ہدایت کی تبلیغ کا حکم نبی کو ہے، اس میں مشقت بھی ہے، مگر پھر نصرتِ خداوندی کا وعدہ بھی ہے، اسی طرح ذکرِ خدا میں بھی مشقت ہے، مگر بعد میں نصرت ہی تمہارے ساتھ ہوگی۔

احکام الٰہی کی پابندی

جب بندہ اللہ کا ہوجاتا ہے تو نصرتِ الٰہی ساتھ دیتی ہے اور جس نے احکام کی پابندی نہ کی، تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ نہیں ہوتی۔ احکام کی پابندی نہ کرنے والا اگرچہ بظاہر ولی ہو، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

مؤمنین کاملین کے مقابلہ میں فاسقین زیادہ

مؤمنین کاملین اب بھی موجود ہیں، مگر ان کے مقابلہ میں فاسق زیادہ ہیں اور اعتبار کثرت ہی کا ہوتا ہے۔

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ • (پ۶/ سورۃ المائدۃ ع ۱۳)

اور زیادہ ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کے کردار بہت بُرے ہیں۔ تاہم اہلِ ایمان اور کامل مؤمن کو حکم ہے کہ ان کو کس طرح رہنا چاہئے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ • (۶/ سورۃ آل عمران ع ۱۱)

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلے کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے طور پر کامیاب ہوجاؤ۔

اگرچہ انبیاء کے خدّام، غلام ہوتے ہیں، اگر وہ خدّام، نبی کا ساتھ نہ بھی دیں تو بھی اللہ تعالیٰ نبیوں کا ساتھ نہیں چھوڑتا، اسی طرح نبی کے خدّام اور ان کے پیروکار مطیع بن جائیں

تو بھی اللہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا، لیکن جو لوگ خدا کو فراموش کرتے ہیں اپنا نقصان کرتے ہیں۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ • (پ ۲۸/ سورۃ الحشر ع ۳)

اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا، تو خدا نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے، یہ بدکردار لوگ ہیں۔

ان کی نافرمانی کی وجہ سے رب کریم، دل کو سخت کر دیتا ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ • (پ ۹/ سورۃ الانفال ع ۳)

اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

یہاں ایسے لوگ جو اللہ سے غفلت میں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتا ہے

وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ • (پ ۹/ اعراف ع ۲۳)

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوٹ دیتے ہیں۔

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ • (پ ۸/ سورۃ الاعراف ع ۱۱)

سو جس وقت ان کی میعاد معیّن آجاویں گی، اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

فرمایا کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کا قانون توڑ دیتا ہے، دل نہایت سخت پتھر کی طرح ہو جاتا ہے، پھر وہ لاعلاج ہو جاتا ہے، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ • (پ ۱/ سورۃ البقرۃ ع ۱)

ان کو آپ ڈرائیں، نہ ڈرائیں تو وہ لاعلاج ہو گئے ہیں۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ • (پ ۱/سورۃ البقرۃ ع ۱)

بند لگا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑی سزا ہے۔ حالانکہ جسم کے ہر حصہ کے متعلق سوال ہوگا۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا • (پ ۱۵/ سورۃ بنی اسرائیل ع ۴)

یقیناً کان، آنکھ اور دل، ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

جب انسان ہدایت کی طرف نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ • (پ ۹/ سورۃ الاعراف ع ۱۴)

اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو، تو اس کو نہ سُنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

بظاہر دیکھتے ہیں مگر حقیقت میں ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ • (پ ۲/سورۃ البقرۃ ع ۲)

بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو اب یہ رجوع نہ ہوں گے۔

ایک جگہ **لَا يَرْجِعُوْنَ** کی جگہ **لَا يَسْمَعُوْنَ** ارشاد ہے۔ لہٰذا ہمیں مطیع بن کر، اور ذاکر بن کر زندگی گزارنی چاہئے۔

ذاکر کو ہر زمانہ میں مجنون کا لقب دیا جاتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفّار مجنون و محسور کہا کرتے تھے اور یہ بھی کہتے کہ یہ مفتون ہے، یہ کاذب ہے، اللہ تعالیٰ سورۃ القلم میں ان کو جواب دیتے ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ • مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ • وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ • فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ • بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ• (پ۲۹؍سورۃ القلم ع۱)	نٓ، قسم ہے قلم کی (اور قسم ہے) ان فرشتوں کے لکھنے کی (جو کاتب الاعمال ہیں) کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں (جیسا کہ منکرینِ نبوّت کہتے ہیں) اور بے شک آپ کے لئے اس تبلیغ احکام میں ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور بیشک آپؐ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں سو ان کے مہملات کا غم نہ کیجئے، کیونکہ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون تھا۔

عمل بالقرآن کا فائدہ

فرمایا کہ اس قرآن پر عمل کرنے سے کامیابی اور کامرانی ہے، نہ غذاب ہے نہ عتاب، قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی، صحابہ کے بارے میں ارشاد ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ•	اللہ تعالیٰ صحابہ سے راضی ہیں اور صحابہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا	لَنَا عِلْمٌ وَ لِلْجُهَّالِ مَالٌ
ہم اپنے پروردگار کی اس تقسیم پر راضی ہیں	ہم کو علم دین سے نوازا اور جاہلوں کو مال دیا
فَاِنَّ الْمَالَ يَنْفُدُ عَنْ قَرِيْبٍ	وَاِنَّ الْعِلْمَ يَبْقىٰ لَا يَزُوْلُ
اس لئے کہ مال بلا شک وشبہ بہت جلد فنا ہوگا	اور بیشک علم دین ہمیشہ باقی رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ کے معمولی عمل پر راضی ہونا آسان ہے، مگر بندہ اللہ سے

راضی رہ کر صبر کرے، یہ بڑا مشکل ہے، مگر جو صبر کرے گا خوش نصیب ہوگا۔

انبیاء کا وجود باعث ہدایت

فرمایا کہ اللہ والوں کا وجود باعثِ ہدایت ہے، نبی کا کام ہدایت کی باتیں بتلانا اور تبلیغی کام سرانجام دینا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّنَهَاراً فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْ اِلَّا فِرَاراً۝ (سورۃ نوح ع۱)

نوح (علیہ السلام) نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دینِ حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے۔

اس سے معلوم ہوا اگر دورانِ تبلیغ قوم بھاگ جائے تو نبی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ان کا وجود ہی تبلیغ ہے اور ان سے سوال ہوگا۔ بس نبی کی ذمہ داری تبلیغ احکام ہے، منوانا نہیں۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۝ (پ ۷/المائدہ ع ۱۵)

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتیوں کے) جمع کریں گے پھر ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو (ان امتیوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا۔

نبی قیامت کے دن اللہ سے کہیں گے کہ یا اللہ ہم نے احکام پہنچائے تھے۔

ہر نبی کی بے لوث، دعوتِ توحید

ہر نبی کا سب سے پہلا کام کفر وشرک کو مٹانا، توحید کو پھیلانا ہے، اس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں، قوم نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر غلط الزام لگایا، خدائے پاک ان کو درماندہ کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ سے پوچھیں گے

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۰ (پ ۳/سورۃ آل عمران ع ۸)	کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوّت عطا فرماویں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر، لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ؛ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ پڑھتے ہو۔

نبی کی دعوت بے غرض، بے لوث ہوا کرتی ہے، پھر بھی لوگ ہٹ جاتے ہیں۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۰ (پ ۲۹/سورۃ ن ع ۲/)	کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں۔ (اس لئے آپ کی اطاعت سے نفرت ہے)

کہ کیا آپ ان سے اجر چاہتے ہیں کہ وہ نہیں مانتے، حالانکہ آپ ان سے کچھ نہیں مانگتے۔ نبی کا دل نرم ہوتا ہے، ان کے دل میں ایک جذبہ اور شوق ہوتا ہے کہ کسی طرح میری امت ہدایت قبول کرلے، اس لئے وہ ملولِ خاطر ہوتے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

طٰهٰ، مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى الخ ۰ (سورۂ طٰہٰ پ ۱۶)	(طٰهٰ کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں، بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے اتارا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

فرمایا کہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ آپ تنگ ہوجائیں۔

سب سے بہتر عمل

سب سے بہتر عمل وہ ہے جس میں دوام ہو، **اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے

جس پر دوام ہو، اگرچہ کم کیوں نہ ہو۔ کہ انسان کے حرکات وسکنات، نقل وحرکت لمحہ لمحہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہو، اس میں دوام وتسلسل ہو، یہ نہیں کہ چار دن تک تسلسل سے کیا اوراس کے بعد کچھ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام عامل وکامل اور راشد ہوتے ہیں اور دوامِ عمل ان کا اسوہ ہوتا ہے۔

۱۳؍ستمبر ۱۹۷۹ء مطابق ۲۰؍شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

ہر عمل لکھا جاتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (پ ۲۵؍سورۃ جاثیہ ع ۴)

(اور کہا جائے گا) یہ نامۂ اعمال ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلے میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے۔

یہ کتاب بول رہی ہے میں اس کو بلانے والا ہوں، جب ہر عمل لکھا گیا تو اگر ہم نے خدا کے دشمن یا گناہگار سے دوستی کی، تو وہ بھی لکھا جائے گا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْماً يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور ان

الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُوْلٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (پ ۲۸/سورۃ المجادلۃ ع ۳)	کے قلوب کو اپنے فیض سے قوت دی ہے۔ (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے، خوب سن لو اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

فرمایا کہ مؤمن کی شان یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھیں، ان کے غلط کاموں میں شرکت کریں، جیسا کہ آیت کریمہ سے ثابت ہورہا ہے۔

شادی کے وقت ساری خرافات جمع ہوجاتی ہیں، اس وقت ایمان کامل کا پتہ لگ جائے گا کہ سارا قبیلہ، ساری برادری، ایک طرف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات دوسری طرف یعنی مقابلہ ہورہا ہے، ایسے وقت جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دے، وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہوگا، ایسے لوگوں میں اللہ قوت ڈال دیتے ہیں اور اس ایمانی قوت کے ذریعہ تائید کرتے ہیں۔

اُوْلٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۔ (پ ۲۸/سورۃ المجادلۃ ع ۳)	ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے، فیض سے مراد نور ہے

ایسے کامل، متبع شریعت کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَا تَخَافُوْا وَتَحْزَنُوْا ۔	تم نہ خوف کرو اور نہ ڈرو۔

خوف کا تعلق مستقبل سے ہے اور حزن کا تعلق ماضی اور گزشتہ زمانہ سے ہے، ان دونوں میں سے کسی کا خوف نہ ہوگا۔

حضرت کی طبیعت، خلافِ سنت عمل بالکل برداشت نہ کرتی

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں اور میرے چچازاد بھائی صوفی کریم بخش صاحب حضرت کے پاس عمر فاروقؓ کالونی میں پہنچے، حضرت اس وقت گھر میں تھے، ہم مسجد میں پہنچے، آپ کو ہماری آمد کا پتہ لگا تو آپ نے عبدالشکور (حضرت کے نواسہ) کے ذریعہ ہم کو اپنے پاس بلایا، اس وقت آپ مولانا رضوان اللہ صاحب کے گھر کے پیچھے ایک کھلا، ہَوا دار کمرہ تھا، اس میں چار پائی پر تشریف فرما تھے، محمود غزنوی ٹیلیفون کے نمبرات کسی دوسری کاپی میں اتار رہے تھے، آپ نے عبدالشکور کے ذریعہ ہمارے لئے چائے منگوائی۔ عبدالشکور نے بجائے دائیں ہاتھ کے بائیں ہاتھ سے چائے کا کپ، صوفی کریم بخش صاحب کو پیش کیا۔ اس وقت آپ نے بہت غصہ ہو کر فرمایا: عبدالشکور! خلافِ سنت چائے نہ دیا کرو، بلکہ لینے والے کو خلافِ سنت چائے لینی بھی نہیں چاہئے۔ نیز فرمایا کہ ساسر میں یا کپ میں چائے کا قطرہ بالکل نہ چھوڑا جائے، لوگ اس چیز کو آج کل عیب سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ چائے کے قطرے جب بچ جائیں تو اس کا پینا سنت ہے اور برتن میں جو سالن بچ جائے اس کا چاٹنا بھی سنت ہے، پھر آپ نے اپنی انگلی سے چاٹنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح سے برتن کو چاٹا کرتے تھے۔ فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ اس میں کیا برکت رکھی ہوئی ہے؟

زیارتی مجلس بمقام احرار الاسلام ریگسر لین لیاری کراچی
مؤرخہ ۹ ستمبر ۱۹۷۹ء مطابق ۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ
بعد نماز عصر پونے چھ بجے

۹ ستمبر ۱۹۷۹ء مطابق ۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ کو صبح جب میں عمر فاروق کالونی حضرت کے پاس سے چلا آیا، حضرت مدرسہ احرار الاسلام میں آنے کا اشتیاق رکھتے تھے، اس لئے میں بھی حضرت کے ساتھ مدرسہ احرار الاسلام میں آ گیا، نمازِ عصر سے قبل حضرت نے حضرت مولانا محمد عمر اور مولانا محمد علی صاحبان سے ملاقات کی، عصر کی نماز بھی آپ نے مسافرانہ طریقہ پر (قصر) جماعت کے ساتھ پڑھائی۔ اور بعد از نماز دفتر میں صوفی خیر محمد صاحب نے جب بیعت کی خواہش کی حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی شفارش پر آپ نے ان کو بیعت سے نوازا، آپ نے اپنے سلسلہ کے چھ اصول (معمولات) ان کو نمبر وار بتلائے۔

سنتوں کا رعب

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہم کیا کام کرتے ہیں؟ کام کرنے والے ہمارے حضرت شیخ پیر عبد المالک صدیقی مجدّدی نقشبندی تھے، ایک مرتبہ میں ہندوستان کے سفر میں ان کے ساتھ تھا، جب اسٹیشن پر پہنچے ماشاء اللہ سارے لوگوں کی نگاہیں، حضرت شیخ کی اوپر جمی ہوئی تھیں، حالانکہ حضرت شیخ سادہ سفید چادر کی لنگی باندھے ہوئے تھے، نہ کوئی عصا اور نہ کوئی چغہ وغیرہ، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک ہیبت رکھی تھی کہ لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے، چنانچہ اسٹیشن پہ جب گاڑی سے حضرت اترے تو ایک ہندو پولیس نے حضرت شیخ کو عجیب انداز سے دیکھا اور حیران ہو کر خود بول اٹھا کہ حضرت مجھے نصیحت فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ بھائی تیرا اپنا وجود تیرے لئے باعثِ نصیحت ہے، آپ نے اس سے فرمایا کہ دیکھو جب تم مجرم کو پکڑ کر سزا سناتے ہو کہ ایسی ویسی سزا تم کو دی جائیگی،

تو اس وقت یہ بھی یاد رکھو کہ ایک دن مجھے بھی خدا کے دربار میں اسی طرح اپنے کئے ہوئے گناہوں کا حساب دینا ہے۔

شیخ نے پوری عمر صرف کردی

فرمایا کہ حضرت شیخ سفید چادر باندھتے تھے مگر وہ کس قدر رعب دار اور ہم سب کچھ ہیں پگڑی ہے، چغہ ہے مگر وہ چیز ہمارے پاس نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ہمیں کام کرنا چاہئے اور یہ کام کرنے کا وقت ہے، ہمارے شیخ نے اس سلسلہ کے پھیلانے کے لئے اپنی پوری عمر صرف کردی اور خوب محنت سے کام کیا۔

اس کے بعد پھر آپ نے ذکر کے بارے میں ارشاد فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ• (پ ۴ ؍سورۃ آل عمران ع ۲۰)

جن کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمان اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا، ہم آپ کو منزّہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذابِ دوزخ سے بچا لیجئے۔

ایک تو تسبیح ہے، جو نماز کے بعد پڑھتے ہیں اور ایک ذکرِ خفی ہے، جو کہ ہر وقت خیال میں ہوتا ہے۔ فرمایا اگرچہ انسان بیت الخلاء میں ہو تب بھی خیال اللہ تعالیٰ کی طرف ہونا چاہئے اور اس کے لئے بدن کا پاک[1] ہونا شرط نہیں، بلکہ ہر وقت قیام وقعود میں ہوسکتا ہے، ایک چیز اور ہے، وہ ہے فکر جس کو ہم مراقبہ کہتے ہیں۔

[1] مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ایک رسالہ احقر نے دیکھا اس میں یہی لکھا ہے کہ ناپاکی کی حالت میں بھی ذکرِ قلبی کرنا چاہئے۔ مگر مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا قول بندہ نے جب دیکھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ اگر عورت کو ماہواری میں تسلسل ہو تو ذکر کو بھی ترک کرے کہ یہ سوءادب ہوگا۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے دو رکن

(۱) ذکر خفی یعنی ہر وقت قیام وقعود میں تصوّر اور خیال اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

(۲) فکر یعنی مراقبہ، دن میں کوئی وقت متعین کر کے اس میں آنکھیں بند کر کے، یہ انتظار کرے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بذریعہ میرے شیخ کے، میرے قلب پر اتر رہی ہے اور میرا قلب اس کو چوس رہا ہے۔

مراقبہ سے انسان کو اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور دلجمعی حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے شیخ نے اپنے باطن پر اس قدر مجاہدہ کیا، ان دونوں رکن پر اس طرح عمل کیا اور ہمارے شیخ ایسے کامل بنے کہ مولانا فضل علی قریشی، پیر عبدالمالک صدیقی کو ''خلیفہ'' کے نام سے پکارا کرتے تھے، اپنے دوسرے خلفاء کو اس نام سے نہیں پکارتے بلکہ کسی کو مولانا کے نام سے، کسی کو قاری صاحب کے نام سے پکارتے رہے، مگر ہمارے حضرت کو خلیفہ کے نام سے پکارتے تھے۔

حکمِ عبادت دمِ موت تک

ارشاد فرمایا کہ عبادت مرتے دم تک کرنا چاہئے،

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۝ اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے، یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔
(پ ۱۴ سورۃ حجر ع ۷)

فرمایا کہ نیک بندے صبح و شام اس کو یاد کرتے ہیں، يُسَبِّحُوْنَهٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۝

بلکہ دنیاوی کام کاج بھی ان کو یادِ خدا سے غافل نہیں کر پاتے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۝ کہ اللہ والے ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں، (ان کی تجارت ان کو اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں ڈالتی اور

(پ ۱۸ / سورۃ نور آیت ۳۷)

ذکر سے اصلاح باطن ہوتی ہے، تو ان میں علو کے بجائے تواضع اور کبر کے بجائے مسکنت پیدا ہوتی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۰ (پ ۱۹ / سورۃ الفرقان ع ۴)

اور رحمن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ سلام یعنی وضع شر کی بات کرتے ہیں۔

بیعت سے نیکی کے دروازے کھلتے ہیں

حضرت کے پاس ایک مرتبہ صبح کے وقت ایک حافظ القرآن آئے، ماشاء اللہ اچھے نوجوان تھے، حضرت سے بار بار عرض کیا کہ حضرت میرا ذہن کمزور ہے، قرآن یاد نہیں ہوتا، میں بہت پریشان ہوں، دعا فرمادیں، اللہ تعالیٰ یہ پریشانی دور فرمادیں اور یہ بھی کہا کہ میں قاری فتح محمد صاحب سے وظیفہ لے چکا ہوں، مگر اس کے باوجود پریشانیاں بڑھتی جارہی ہیں، حضرت نے ان سے پوچھا کہ تیری نسبت باعتبار سلسلہ کے کس کی طرف ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں قاری فتح محمد صاحب سے وظائف لے چکا ہوں، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، آپ نے فرمایا کہ دیکھو وظائف لینا یہ کارِ ثواب ہے اور بیعت ہونا اور چیز ہے۔ بیعت سے نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

وظائف اور بیعت کے فوائد کب؟

وظائف اور بیعت سے فائدہ اس وقت ہوگا جبکہ ان کا کسی دوسری چیز سے تصادم نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا متضاد عمل نہ کیا جائے، ورنہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ آپ نے

مثال پیش کی کہ دیکھو، دو گاڑی آمنے سامنے بڑی تیزی کے ساتھ آ رہی ہوں اور دونوں آپس میں سختی سے ٹکرا جائیں تو اس وقت کیا ہوگا سوائے بربادی کے؟ اسی طرح ایک عمل ہو رہا ہے ظاہر ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسرا عمل اس کا تضاد بھی کیا جا رہا ہے، ظاہر ہے اس وقت اس عمل کے کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

چونکہ حافظ صاحب کی ڈاڑھی بالکل چھوٹی تھی، اس لئے حضرت نے ان کو سنّت پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔

پتھری کے علاج کا نسخۂ اکسیر

فرمایا کہ جس کو پتھری کی شکایت ہو وہ یہ آیت ۷؍مرتبہ پڑھ کر بیمار پر دم کرے اور اسی طرح پانی بھی دم کر کے مریض کو پلاتا رہے یعنی صبح وشام پلاتا رہے، آیت یہ ہے

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ، فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا. (پ ۱؍سورۃ البقرۃ ع ۷)

(اور وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے، اس پر ہم نے (موسیٰ کو) حکم دیا کہ اپنا یہ عصا فلاں پتھر پر مارو پس فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے۔

تک سات مرتبہ پڑھے۔

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۰ (پ ۱۵؍بنی اسرائیل ع ۵)

آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تم پتھر یا لوہا اور کوئی ایسی مخلوق، ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو۔

کو بھی پڑھے یعنی دونوں آیتوں کو پڑھ کر دم کرے اور پلایا کرے، انشاء اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء ہوگی۔

مجلس بعد صلوٰۃ الجمعۃ بمقام جامع مسجد ریاض کراچی
۱۴؍ستمبر ۱۹۷۹ء

ذاکرین کی شان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ
عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

رِجَالٌ لَا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ الخ۔ (پ ۱۸؍سورۂ نور ع ۱۱)

جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔

ذکرِ تجارت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۔ (پ ۲۸؍ سورۃ الجمعۃ)

اے ایمان والو جمعہ کے روز جب نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑو اور خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

چونکہ اُس وقت خطاب صحابہ کو تھا، ان میں بہت سے تاجر پیشے تھے مگر ان کا بیع

وشراء ان کو ذکر الٰہی سے غفلت میں نہیں ڈالتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ دونوں بھی اس وقت مخاطب تھے۔

تجارت، صحابہ کبار بھی کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از نبوت خود تجارت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نو حصے روزی کے تاجرِ صادق کو ملتے ہیں اور ایک حصہ دوسرے پیشوں میں ہے، بشرطیکہ تاجر پیشہ لوگ، تجارت میں سچائی اختیار کریں۔

صحابہ کرامؓ کے مشاغل

حضرت عمر فاروقؓ اپنے شاندار دورِ خلافت میں مٹی کی اینٹیں بنا کر فروخت کر کے بسر اوقات کرتے تھے، سیدنا صدیقِ اکبرؓ عنہ بزّاری کا کام کرتے تھے، اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی کوئی نہ کوئی ذریعۂ معاش اپنا رکھا تھا اور سب کے سب حلال کمائی پر زندگی بسر کرتے تھے۔

اولیاء کرام کے مشاغل

ہمارے فقہی مسلک کے مقتداء و پیشوا امام ابوحنیفہؒ باوجود مذہبی و دینی مصروفیات کے، محض اکلِ حلال کے لئے بزّاری کا کاروبار کرتے تھے، مگر احتیاط کا حال یہ تھا کہ مال میں اگر کوئی نقص ہوتا تو گاہک کو پہلے مطلع کر دیتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کپڑے کے تھان میں کچھ نقص تھا، ملازم کو تاکید تھی کہ اس کا نقص بتا کر فروخت کرنا، لیکن ملازم کو یہ بات یاد نہ رہی اور اس نے پورا تھان پوری قیمت پر فروخت کر دیا، چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے گاہک کو ڈھونڈھ کر اس سے معاملہ صاف کیا، تب چین کا سانس لیا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس دن کی پوری آمدنی راہِ خدا میں خرچ کر دی۔

اسی ہندوستان کو لیجئے اورنگ زیب عالمگیر باوجود مطلق العنان بادشاہ ہونے کے

قرآن حکیم کی کتابت کر کے اور ٹوپیاں سی کر گزارہ کرتے تھے، شاہی خزانہ سے ایک پائی تک نہ لیتے تھے، چنانچہ ان کی تجہیز و تکفین بھی ذاتی کمائی سے ہوئی، حاصل یہ نکلا کہ تمام انبیاء وصلحاء اور اولیاء، اکل حلال کا خاص انتظام کرتے تھے۔

لہٰذا رزق حلال کماؤ اور رزق حلال کھاؤ، ورنہ ساری عمر نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔

ہر نبی نبوت سے قبل رزق حلال کماتے تھے

راقم الحروف شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا قول نقل کر کے کہتا ہے کہ ہر نبی نبوّت سے پہلے، محنت کر کے اپنے ذریعۂ معاش، رزق حلال کے کمانے کو ترجیح دیتے، کسی نبی نے لوہاری کا کام کیا، کسی نے جوتے سیئے اور کوئی درزی کا کام کرتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے مشاغل پر نظر دوڑائیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ذریعۂ معاش کے لئے مختلف پیشے اختیار کئے۔

(۱) حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ نے کپڑا بُنا۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے معماری کا کام کیا۔

(۳) حضرت داوٗدؑ باوجود بادشاہ ہونے کے اپنے بیوی بچوں کے لئے زِرہ بنایا کرتے تھے۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان وشوکت کس سے چھپی ہوئی ہے؟ جنّات ان کے تابع تھے، ہَوا ان کی فرمانبردار تھی، اس کے باوجود زنبیل بَنا کر گزارہ کرتے تھے۔

(۵) حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزند بکریاں چرایا کرتے تھے۔

(٦) حضرت الیسع کھیتی باڑی کرتے تھے۔

(۷) حضرت لقمان، حضرت عیسیٰ اور ہمارے آقا و مولا شاہِ عرب و عجم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریاں چَراتے۔

غرضیکہ ہر نبی کی قُوت لا یموت، دستکاری یا اسی قسم کے پیشے سے تھی۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بڑے مالدار تھے مگر نماز کے اوقات میں ان کی تجارت ان کو، اسی طرح دیگر صحابہ کو ذکر الٰہی سے غفلت میں نہیں ڈالتی تھی۔

مال فضلِ الٰہی ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ • (پ ۲/ سورۃ البقرۃ ع ۲۵)

تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو، جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس آیت میں فضل سے مراد تجارت ہے، اسی طرح مال کو خیر بھی فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے

اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَاۨ الۡوَصِيَّةُ • (پ ۲/ بقرہ ع ۲۲)

بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو، اس جگہ خیر بمعنی مال ہے، تو مال کو خیر بھی کہتے ہیں۔

جب تاجر کی تجارت سچائی کے ساتھ ہو، زبان سچّی ہو، تو قیامت کے دن ایسے تاجروں کا حشر نبیوں کے ساتھ ہوگا اور وہ نبیوں کے ساتھ اٹھے گا۔

ایسی بات لوگوں سے نہ کرنی چاہئے، ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہئے، جسے انسان خود عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ • (پ ۲۸/ سورۂ صف ع ۱)	اے ایمان والوایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

عبادالرحمن کی چال

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا • (پ ۱۹/ فرقان ع ۶)	اور (حضرت) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شرّ کی بات کہتے ہیں۔

فرمایا کہ عبادالرحمن کی صفات یہ ہیں کہ وہ زمین کے اوپر نرمی سے چلتے ہیں نہ مَریَل اور نہ اکڑ کر چلتے ہیں۔ دوسرے جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا • (پ ۱۵/ سورۂ بنی اسرائیل ع ۴)	اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل، کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔

بزرگی کا تعلق عمل سے ہے

ارشاد فرمایا کہ بزرگی کا تعلق عقل و عمل سے ہے، حضرت شیخ نے شیخ سعدیؒ کا مقولہ پیش فرمایا کہ ”بزرگی بعقل است نہ بسال وتوانگری بدل است نہ بمال“۔

ترجمہ: بزرگی کا تعلق عقل و عمل سے ہے، عمر کی پیراں سالی کی وجہ سے نہیں، اسی طرح تونگری اور مالداری کا تعلق دل سے ہے، مال سے نہیں۔ بعض مالدار ہیں، مگر اللہ کی راہ

میں خرچ نہیں کر سکتے اور بعض غریب ہیں وہ خرچ کرتے ہیں۔

ہمارے پنجاب اور چکوال میں جو شخص عمر میں بڑا ہوتا ہے، لوگ اس کو بزرگ کہتے ہیں، یہ اس علاقہ کی عوامی اصطلاح ہے۔

حضرت تھانویؒ کی مالداری

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ دل کے غنی تھے، ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص نے حاضر ہو کر ایک لاکھ روپیہ دیئے، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے وہ رقم واپس کر دی۔

شیخ بنّوریؒ کی مالداری

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ بنّوریؒ کے متعدد واقعات ہیں کہ ان کے پاس بڑی بڑی رقمیں آتی تھیں، آپ ان کو واپس فرمادیا کرتے، چنانچہ ایک مرتبہ مدرسہ میں دس ہزار کی رقم آپ کو مدرسہ کے لئے پیش کی گئی، آپ نے قبول نہ فرمائی۔

اسی طرح رنگون کا ایک شخص جو شیخ بنوریؒ کی نماز جنازہ میں مدرسہ نیوٹاؤن میں ہمارے ساتھ شریک تھا، واپسی پر مجھ سے درددل سے ذکر کر رہا تھا کہ اس زمانہ میں اللہ نے کیسے کیسے ولی کامل اور بڑی ہستیاں پیدا فرمائیں پھر کہنے لگ کہ ہمارے رنگون کا ایک بڑا مالدار شخص ہے، اس نے بتایا کہ اس نے ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ کی رقم رات کو دس بجے شیخ بنّوریؒ کے دولت کدہ میں حاضر ہو کر پیش کی، مگر مولانا بنّوریؒ نے قبول نہ کی، بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ سے یہ رقم لینے کے لئے تیار نہیں ہوں، چونکہ جمعہ کی رات تھی اس لئے فرمایا کہ کل صبح کے وقت یہ رقم مدرسہ کے منشی کے حوالہ کردو، تاکہ وہ تمہیں رسید دیدے میں رات کے وقت ایسی رقم اپنے پاس نہیں رکھتا، بروز جمعہ وہی مذکورہ رقم اس نے لاکر مدرسہ

کے منشی کے حوالہ کردی، پھر جمعہ کی نماز جامع مسجد نیوٹاؤن میں پڑھی، شیخ بنّوریؒ نے جمعہ کی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت ایسا واقعہ ہوا تھا کہ ایک شخص نے ایک لاکھ روپیہ کی رقم لاکر میرے گھر میں رات کے دس بجے دینے کی کوشش کی، لیکن خدا نے مجھے اس رقم کے لینے سے بچایا۔ اور فرمایا کہ لوگو سنو! رات کو مدرسہ کے لئے کوئی شخص میرے گھر میں رقم نہ لایا کرے۔ اس لئے کہ اگر میں رات کے وقت دس بجے وہ رقم لے لیتا، میں فرشتہ نہیں ہوں، ایک انسان ہوں، اس رقم کے لینے سے ساری رات میرے ذہن میں کیا کیا خیالات پیدا ہوسکتے ہیں؟ میری نیّت بدل جاتی اور میں یہ فیصلہ کرتا کہ اس وقت کوئی نہیں، چلو اس رقم کو اپنے ذاتی مفاد میں استعمال کروں تو کس کو پتہ ہوتا، پھر خدا کو کیا جواب دیتا، یہ ہے ہمارے اکابر کی احتیاط۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فقر کو فخر سمجھا

آپ کا ارشاد **"الفقر فخری"** آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فقر بطور فخر کے تھا، یہ فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔

صدیق اکبرؓ نے جب اپنا مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دربار میں حاضر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا، جبکہ ایک اور شخص نے اپنا پورا مال آپ کے دربار میں حاضر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کا پورا مال واپس فرمایا، قبول نہ کیا، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دونوں کو خوب پہچان لیا تھا، دونوں کے گھر والوں کے قلبی احوال معلوم تھے کہ غریب کون ہے؟ اور امیر کون؟ اور فقر بری چیز ہے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے:

كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَّكْفُرَ ۔ قریب ہے کہ محتاجی، سبب، کفر کا بنے۔

محتاجی بسا اوقات کفر کا سبب بن جاتی ہے، اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے بہت زیادہ مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں پیش فرمایا،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا، حضرت ابوذر غفاریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے اور یہ ''جامع الصفات والکمال'' تھے۔

سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ خَيْرُ بِقَاعِ الْاَرْضِ مَسَاجِدُهَا کہ سب سے بہتر مقام مساجد ہیں، اگر مساجد نہ ہوں تو پوری دنیا برباد ہوجائے گی۔

خدا کی رحمت مولانا الیاس صاحب پر

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو حضرت مولانا محمد الیاسؒ پر جنہوں نے مساجد کو نمازیوں اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ آباد کیا، مساجد آباد کر کے اس میں بیٹھے رہنے والوں کو تیار کیا۔

فرمایا: ارشاد خداوندی ہے.

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ۔ (پ ۲/البقرۃ ع ۲۳) اور ان بیبیوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو، جس زمانہ میں تم مسجد میں معتکف ہو۔

مساجد میں بحالتِ اعتکاف مباشرت حرام ہے، ہاں اعتکاف میں مسجد کے اندر دین کی باتوں کے ساتھ دنیا کی ضروری بات کرنا جائز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ کھانا پہنچانے کے لئے مسجد میں آتی تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ومہربانی

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رات کے وقت ایک خاتون تھیں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات کی، ایک صحابی نے گزرتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری منکوحہ ہے، اس لئے میں بات کر رہا ہوں، صحابہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ!

ہمارے ذہن میں ایسی باتیں (بدگمانی) ہرگز نہیں آسکتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ کَمَجْرَی الدَّمِ** کہ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے، یہ ہے نبی کی شفقت کہ امت کو بدگمانی کے گناہ سے بچالیا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (پ ۱۱ / سورۂ توبہ کا آخری رکوع) یہ ایمان والوں پر بہت زیادہ مہربان، نہایت رحم والے ہیں۔

مجلس بعد صلوٰۃ مغرب بمقام جامع مسجد ریاض کراچی
۱۳ ر ستمبر ۱۹۷۹ء

باکمال اللہ والے کی شناخت

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ کی زیارت کے لئے روزانہ ایک ابدال جایا کرتا تھا، ایک دن راستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خلافِ سنت لباس میں ملبوس ہے۔ فوراً بول اٹھے کہ محمود الحسن انتقال کر چکے ہیں، حالانکہ وہ زندہ تھے مگر ان کی زندگی میں خلافِ شرع لباس کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّھُمْ** کہ آدمی جس شخص کے ساتھ دنیا میں محبت کرے گا قیامت میں اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

حصرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا: دل کی پاسبانی کرو، اسی میں کامیابی ہے، دل کو ماسوی اللہ سے خالی کرو۔

حکیم الامت، حضرت تھانویؒ

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس تشریف لائے، ان سے بیعت ہونا چاہا، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ شرط یہ ہوگی کہ بیعت کے بعد آپ مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کریں گے، مولانا تھانویؒ نے بیعت نہیں کیا وہ چلے گئے، جب دوبارہ مولانا دریابادیؒ تشریف لائے تو مولانا تھانویؒ نے وہ ہی شرط لگائی، اس دفعہ انہوں نے قبول کی، چونکہ مولانا تھانویؒ نے شروع میں بھانپ لیا تھا کہ یہ تو بڑے فلسفی اور منطقی ہیں، اگر ان کا ذہن پہلے سے صاف نہ کیا جائے تو یہ عجیب سوالات کریں گے، چنانچہ بیعت و ذکر کی برکت سے جب مولانا عبدالماجد دریابادی کا ذہن صاف ہوا، تو ان کے قلب کے شکوک خود بخود دور گئے۔ اسی قسم کی حکمتِ عملی کی وجہ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ”حکیم الامّت“ کہا گیا۔

صحابہ کرامؓ کے چند سوالات

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید میں، صحابہ کرام کے چند سوالات مذکور ہیں، کیونکہ صحابۂ کرام زیادہ سوالات کرنے سے احتیاط برتتے تھے، چند سوالات سنئے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

• (پ ۲ / سورۃ البقرۃ ع ۱۱)

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں کے (استعمال میں) گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو بعضے فائدے ہیں اور وہ گناہ کی باتیں، ان فائدوں سے بڑھی ہوئی ہیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ •(پ ۲/سورة البقرة)

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے، تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ • (پ ۲/سورة البقرة رکوع ۱۱)

اور لوگ آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ لوگوں کے اختیاری معاملات جیسے حملِ عدّت و مطالبۂ حقوق اور وغیرہ اختیاری مثل حج وغیرہ کے اوقات معلوم کرنے کا آلہ ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ • (۲/سورة البقرة رکوع ۱۱)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں، آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو، سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا۔

وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ • (پ ۲/ سورة البقرة رکوع ۷)

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ میری طرف سے فرما دیجئے، میں قریب ہوں اور (باستثناء نامناسب درخواست کے) منظور کر لیتا ہوں درخواست کرنے والے کی درخواست، جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست کرے، سو ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ ہی پر ایمان لائیں تا کہ وہ راہ پائیں۔

فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر کرنے لگے، تو حضرت خضر علیہ السلام نے شرط لگائی کہ **فَلَا تَسْئَلْنِ عَنْ شَيْءٍ**•

ترجمہ: مت سوال کیجئے مجھ سے کسی چیز کا۔

کثرتِ سوال ضعفِ ایمان کی دلیل ہے

بلاضرورت سوالات کرنا، فرضی سوال کرنا، اچھا نہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ • (پارہ ۷ رسورۃ المائدۃ رکوع ۴)

اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صرف بارہ سوالات ثابت ہیں، یہ اس لئے کہ کثرتِ سوال، ضعفِ ایمان کی دلیل ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ •

ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے (بیجا بیجا) درخواستیں کرو جیسا کہ ان سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی (ایسی ایسی) درخواستیں کی جاتی تھیں۔

حضرت کی تواضع

حضرت نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سفرِ حج میں، میں؛ مولانا بنّوریؒ اور مولانا مفتی ولی حسن صاحب، بحری جہاز میں ساتھ تھے، مولانا بنّوریؒ فرمایا کرتے کہ تم نماز پڑھایا کرو اور تبلیغ کرو، مولانا بنّوریؒ خود بھی بیان سنا کرتے اور مفتی ولی حسن صاحب تو بالکل میرے نزدیک آکر بیٹھا کرتے اور غور سے سنا کرتے تھے، ایسی باتوں کے بیان کرنے سے نفس کی بڑائی ہوتی ہے، اور میں اس چیز سے ڈرتا ہوں۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب اور مولانا فضل الرحمن صاحب میرے پاس تشریف لائے اور سنتے رہے۔ مولانا مفتی ولی حسن صاحب کی وساطت سے آئے اور میری باتیں سن کر بہت متأثر ہوئے۔ مفتی ولی حسن صاحب کی وساطت سے انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا کہ جب آپ کراچی تشریف لائیں گے تو ضرور ہمارے یہاں تشریف لائیں، انہوں نے مجھے اپنے یہاں آنے کی دعوت کی، میں نے قبول کیا۔ جب میں کراچی آیا تو ان کے یہاں گیا، انہوں نے بہت سارے علماء کرام سے میری ملاقات کرائی، اس مجمع میں مولانا فضل الرحمن اور تنزیل الرحمن صاحبان نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوکر ایسی ایسی باتیں سنائیں کہ بیان نہیں کرسکتا، کہ ان باتوں سے نفس بڑا ہوتا ہے۔ بہرحال انہوں نے کہا کہ ہم نے ایسی ایسی باتیں ان بزرگ سے سنی ہیں کہ کسی کتاب میں ہم نے نہیں پڑھیں اور تمام باتوں کی قرآن کی آیتوں سے تصدیق فرما رہے تھے۔

اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، ورنہ مولانا تنزیل الرحمن اور فضل الرحمن صاحبان خود بڑے اونچے بولنے والے عالم ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ دین کی الہامی باتیں، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوتی ہیں، اپنے بندے پر۔

حضرت تھانویؒ پر تین بڑی شخصیتوں کا اثر

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں، کسی نے مولانا تھانویؒ کی تصانیف دیکھ کر کہا کہ حضرت آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے، معلوم نہیں کہ آپ نے کتنی کتابیں دیکھی ہوں گی، تو جواباً مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ میری کتابیں صرف تین ہیں یعنی تین شخصیتوں سے میں نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہوا

ہے (۱) حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی (۲) مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۲) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔

فرمایا کہ ان تین شخصیتوں کی وجہ سے میں اس وقت سب کچھ کر رہا ہوں، میں نے ان حضرات کا مطالعہ بار بار کیا ہے، ان کی برکت سے سب کچھ مل گیا ہے۔

کسی کے گھر میں بلا اجازت مت جاؤ

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ معاشرے کی باتوں کو لوگ اس زمانے میں دین ہی نہیں سمجھتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھر میں کوئی صحابی بغیر اجازت داخل نہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ مطہرہؓ کے گھر میں داخل ہوئے، انہوں نے عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا صحابی کو دیکھ کر پردہ نہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ارشاد فرمایا کہ پردہ کرو، انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو نابینا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اندھا ہے تم تو اندھی نہیں ہو۔

اسی طرح مؤمنوں کے بارے میں ارشاد ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ •

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔

اسی طرح ایک دوسری آیت ہے

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ • (پ۲۱/ سورۂ احزاب ع۱)

نبی مؤمنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا • (پ ۱۸ سورۂ نور ع ۴)

اے ایمان والو! تم اپنے خاص رہنے کے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو (جب تک ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔

اور فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ • (پ ۱۸ سورۂ نور ع ۴)

اگر تم سے اجازت لینے کے وقت یہ کہہ دیا جائے کہ (اس وقت لوٹ جاؤ) تو تم لوٹ آیا کرو، یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ معاشرے کو آج کل لوگ دین میں شامل نہیں کرتے یعنی دین کو علیحدہ گردانتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا • (پ سورۂ احزاب ع ۱)

تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

غیر شادی شدہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تجویز

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غیر شادی شدہ نوجوانوں کے لئے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ مشکوٰۃ شریف (جلد ثانی) میں حدیث موجود ہے، الفاظ راقم الحروف پیش کرتا ہے:

یا معشر الشّباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوّج فانّه اغضّ للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه الصَّوم فانه له وجاء•متفق علیه۔

اے نوجوانوں کی جماعت! جوتم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو، اس کو چاہئے کہ نکاح کرے، اس لئے کہ نکاح غضّ بصر اور شرمگاہ کی حفاظت کا سبب ہے اور جس کو نکاح کرنے کی طاقت نہیں، پس اس کو چاہئے کہ روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ رکھنے سے قوّتِ شہوانی ٹوٹ جاتی ہے۔ متفق علیہ حدیث ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ تین چیزوں میں جلدی کرو، دیر نہ کرو، جب لڑکی بالغہ ہو تو فوراً اس کے نکاح کا انتظام کرو اور جب جنازہ حاضر ہو تو فوراً اس کی نماز پڑھانے کا انتظام کرو، جب نماز کی جماعت تیار ہو تو اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

مجلس بعد صلوٰۃ المغرب بمقام جامع مسجد ریاض

۱۳ر ستمبر ۱۹۷۹ء

سورۂ مؤمنون میں صفات مؤمن

اس مجلس میں حضرت شیخ نے سورۂ مؤمنون کی چند آیتیں پڑھی اور فرمایا کہ اس سورۃ کے اندر مؤمنین کی صفات کا بیان ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر یہ صفات ہمارے اندر موجود ہوں تو پھر ہم ''عباد الرحمن'' کہلائے جانے کے مستحق ہوں گے اور اگر نہ ہوں، تو پھر عباد الشیطان کہلائے جائیں گے۔

کچھ اوقات لینے کے ہوتے ہیں اور کچھ دینے کے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ لینے کے طریقے ہوتے ہیں اور کچھ دینے کے یعنی لینے دینے کے خاص اوقات ہوتے ہیں۔ فرمایا جمعہ کا دن، لینے

دینے کا دن ہے، جس میں دعا قبول ہوتی ہے اگر اُس وقت ہم دعا کریں، تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ (حضرت اس موقع پر پنجابی زبان کے کچھ اشعار پڑھ کر پُر لطف طریقہ سے سناتے رہے اور ان کا خلاصہ بیان فرمایا) بعض وہ لوگ ہیں جو رات کو کچھ جاگتے ہیں، مٹھی بھر کر لیتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں جو رات بھر جاگتے ہیں مٹھی بھر کر لیتے ہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں کہ رات بھر جاگتے ہیں، مگر اُلّو کی طرح ان کو کچھ نہیں ملتا۔ فرمایا کہ الّو، رات بھر جاگتا ہے اور سانس لیتا رہتا ہے، مگر اس کو اپنے اس جاگنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ کچھ نہیں، اسی طرح بعض لوگ لینے کے اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہیں، آج جمعہ کا دن ہے اور ہم مسجد ریاض میں بیٹھے ہوئے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ملے گا۔

شیطان نے لوگوں کے قلوب کو عمل سے محروم کر رکھا ہے، انسان کو چاہئے کہ قلب کو اس طرح صاف وشفاف رکھے کہ اس کا قلب گزرگاہِ الٰہی بن جائے، بے ایمان شیطان نے قلبی عمل سے پوری امت کو محروم رکھا ہے، لوگوں کا لباس شیطانی ہے، ٹخنہ ڈھکا ہوا ہے، شلوار کے پائینچے جانوروں جیسے، اللہ تعالیٰ کی نعمت کا یہ قیمتی کپڑا، بے دردی سے گھسیٹا جا رہا ہے۔ یہ سب گناہ کبیرہ میں داخل ہیں، بعض گناہ کبیرہ کے مرتکب کو شرعاً سزا دی جاتی ہے، دنیا میں ٹخنوں کا ڈھانکنا حرام ہے، فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ (پ ۸/ سورۂ اعراف رکوع ۳۰) اے اولادِ آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

اصل خوبصورتی اللہ کے احکام ماننے میں ہے

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔

آجکل ننگا ہونے کولوگ خوبصورتی سمجھتے ہیں، اصل خوبصورتی وہ ہے جس کو خدا خوبصورت کہے اور بدصورت وہ ہے جس کو خدا بدصورت کہے، بعض لوگ وہ ہیں جو کتاب کے کچھ پر عمل کرتے ہیں اور کچھ پر نہیں کرتے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ • کیا تم یہودیوں کی طرح بعض احکام کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

بعض اپنے معاملہ میں بدعہدی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ • (پ ۱/ س بقرہ ع ۱۰)

سنو! پس کیا سزا ہوا یسے شخص کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت (بدعہدی) کرے بجز رسوائی کے دنیوی زندگی میں اور قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کچھ بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال (زشت) سے، ایسے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ ان کے لئے دنیا وآخرت میں ذلت کا عذاب ہوگا۔

اتباع سنت کا حکم

فرمایا کہ وہ کیسا مسلمان ہے جو دیدہ ودانستہ گناہ کرنے پر جرأت کرے، حالانکہ حدیث میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ •

تم میں سے کوئی کامل مؤمن بن نہیں سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اُس کے والدین، اولاد اور تمام خاندان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حضرت شیخ نے دوسری حدیث بھی بیان فرمائی جس کے الفاظ راقم الحروف نقل کر

رہا ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبعاً لِمَا جِئْتُ بِہٖ۔	تم میں سے کوئی کامل مؤمن اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہوں جس کو میں لے کر آیا ہوں یعنی دینِ حق کے تابع نہ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (پ ۳/ آل عمران ع ۴)	آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

خلافِ سنت عمل

اذان کے وقت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آتا ہے، تو بعض لوگ اپنا ہاتھ چومتے ہیں، اپنا تقویٰ اپنی محبت جتلاتے ہیں اور اپنے آپ کو متقی اور محب کہلاتے ہیں، فرمایا کہ یہ مصنوعی متقی ہیں، اللہ کی رضا کے لئے سب دروازے بند ہیں، صرف محمدی دروازہ کھلا ہوا ہے، جو نبیوں کے خلاف چلے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔

خلافِ　پیمبرؑ　کسے　رہ　گزید
کہ　ہرگز　بمنزل　نہ　خواہد　رسید

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف اگر کوئی راستہ طے کرے تو وہ منزلِ مقصود تک ہرگز نہ پہنچے گا۔

فرمایا کہ ڈرنے والا ہمیشہ قانون کی پابندی کرتا ہے، سنتِ نبوی کی اتباع

کرتا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (پ ۳۰/ سورۃ النّٰزعٰت)

اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا، سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

پورے رمضان میں، میں نے قرآن مجید سنا تو ہر جگہ تقویٰ تقویٰ کا ذکر تھا، وہ زمانہ تھا جب لوگ مستحب عمل کو ترک نہ کرتے تھے اور اب تو سنّت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ تقویٰ کا کہاں خیال؟

مجلس بروز شنبہ بمقام جاپان ہاؤس
نزد جامع مسجد ریاض کراچی ۱۴/ستمبر ۱۹۷۹ء

بوقتِ سفر ایک دوسرے کو وصیّت کرنا

حضرت نے چودہ ستمبر ۱۹۷۹ء کو سفر بمبئی جانے سے قبل جاپان ہاؤس میں فرمایا کہ ہمارے بزرگانِ دین، اولیائے کرام کا معمول رہا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے تو ایک دوسرے کو سورۂ عصر سنایا کرتے، چنانچہ اس سورۂ عصر میں چار چیزوں کا ذکر ہے، دو کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے اور دو کا تعلق دوسروں سے ہے۔ سورۂ عصر، میں جو لفظِ عصر ہے، اس کی اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے کہ مجھے قسم ہے، وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضییع عمر) کے بڑے خسارے میں ہے اور سارے انسان خسارے میں ہیں، آگے استثناء ہے چار قسم کے لوگوں کا کہ وہ اس خسارے سے بچ جائیں گے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ • مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق (پر قائم رہنے کی) فرمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا، مگر صرف ایمان لانا نجاتِ کامل اور خسارے سے بچنے کے لئے کافی نہیں، اس لئے آگے فرمایا **وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ**۔ ایمان لانے کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی نجاتِ کامل کے لئے کافی نہیں بلکہ **وَتَوَاصَوْ بِالْحَقِّ** یعنی وصیت حق کہ لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے اور وہ نصیحت بشکلِ وصیت کرے، جس طرح وصیت کرنا ضروری ہے اسی طرح وہ اس نصیحت کو وصیت جیسی ضروری سمجھے اور حق کی تلقین کرے اور اگر اس حق کے پہنچانے میں تکلیف درپیش ہو تو برداشت کرنا ضروری ہے، چنانچہ ایک اور جگہ ارشاد ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ • (پ ۴/ سورۃ آل عمران ع ۲۰) اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پورے کامیاب ہو۔

حضرت اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے: اے ایمان والو مصیبت پر صبر کرو **وَصَابِرُوْا** صبر کرنے پر مر مٹو اور مر مٹنے کی ترغیب دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ نجات کامل کے لئے صرف ایمان کافی نہیں، اسی طرح صرف اپنا عملِ صالح کافی نہیں جب تک دوسروں تک نہ پہنچایا جائے اور حق کی طرف لوگوں کو نہ بلایا جائے۔

ارشاد فرمایا کہ زامبیا کے سفر میں مولانا بنّوریؒ میرے ہمسفر تھے، آپ نے سورۂ عصر کے موضوع پر تقریر شروع کی، ماشاء اللہ آپ کی تقریر ڈھائی گھنٹہ جاری رہی۔ مولانا

بنّوریؒ ماشاء اللہ تیز تیز بولتے تھے، وہ علم کے سمندر تھے، عجیب اتفاق کہ اسی سفر میں مولانا بنّوریؒ کا سامان گم ہوگیا، بہت تلاش کے بعد آخر مل گیا، حضرت شیخ نے یہ حدیث شریف پڑھی **اشدّ البلاء الانبیاء** سب سے زیادہ امتحان وابتلاء انبیاء کا ہوتا ہے، اس کے بعد صحابہؓ پر کا اسی طرح سے تابعینؒ اور تبع تابعین کا۔ **فالامثل ثمّ الامثل•**

غرضیکہ درجہ کے مطابق ابتلاء اور آزمائش ہوتی ہے، حضرت بنوریؒ بھی ضروری سامان کی گمشدگی کی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔

عصا، سنتِ انبیاء ہے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ عصا جو اس وقت ائیر پورٹ پر میں دونوں ہاتھوں سے لے کر کھڑا ہوں، یہ سنّتِ انبیاء ہے، میں نے اس کا استعمال کرنا جوانی سے شروع کیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت ہے۔ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے بارے میں فرمایا کہ اُس میں خیر و برکت تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھی ایک عصا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ پھر آپ نے آیت پڑھی:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ• (پ ۲۲/سورۂ سبا، ع ۲)

پھر جب ہم نے اُن پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گُھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان (علیہ السلام) کے عصا کو کھاتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا عصا لے کر کھڑے تھے کہ آپ کا انتقال ہوا اور عصا کو دابّۃ الارض یعنی دیمک کھا گئی، سلیمان علیہ السلام گر گئے تب جنّات کو پتہ لگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے۔ ورنہ پہلے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عالم الغیب ہیں۔ پس معلوم ہونا چاہئے کہ غیب دان صرف اللہ تعالیٰ کی

ذات ہے۔

اہلِ علم اور پیر کا معیار

مولویوں کو معاملات میں دیکھو اور پیروں کو عہد و قرار میں دیکھو، ظاہری پگڑی وغیرہ پر نظر نہ ڈالو۔ پتہ لگ جائے گا کہ کون کس معیار پر ہے۔

تہجد پڑھوں یا تبلیغ کروں؟

ارشاد فرمایا کہ جب مولانا فضل علی قریشی صاحب بدن وصحت سے کمزور ہوئے تو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ لیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب میں بدن سے کمزور ہو گیا ہوں، دن بھر کی تبلیغ کی وجہ سے رات کو تہجد کے لئے اٹھ نہیں سکتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا کہ اپنی تبلیغ کسی حالت میں نہ چھوڑو۔

تیری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے

حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا اشرف علی تھانوی جب ہندوستان میں کانپور شہر کے مدرسہ جامع العلوم میں پڑھا رہے تھے، ایک بزرگ (حضرت امداد اللہ مہاجرؒ) کے پاس آمد و رفت ہوتی تھی۔ اس بزرگ کی طرف سے مولانا کو پیغام پہنچا کہ جب تم مدرسہ سے استعفیٰ دو گے تو پھر سیدھے ہمارے پاس آجاؤ، مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اس درس و تدریس سے بڑھ کر اور کونسی خدمتِ دین ہے، میں اس کام سے کیوں مستعفی ہوں گا؟ کچھ صورت کے بعد حضرت کی طبیعت وہاں سے ہٹ گئی، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اُس درسگاہ سے استعفیٰ دے دیا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں میں نے مستقل تصوّف اختیار کیا، تو ایک

مجذوب نے ایک شعر موقع کے مطابق پڑھا، مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو۔

تیری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھوائے جاتے ہیں

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ تو تجربہ کی چیز ہے، بندہ نے اس چیز کا کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے اور کامیابی بھی ہوئی ہے۔

مجلس بعد صلوٰۃ مغرب بخانہ حاجی محمد یعقوب صاحب بمقام بہادر آباد کراچی، مؤرخہ ۲ر محرم الحرام ۱۴۰۰ھ م ۲۴ر نومبر ۱۹۷۹ء

حضرت جب ۲۰ر نومبر ۱۹۷۹ء کو حج سے تشریف لائے تو آپ کا قیام حاجی محمد یعقوب صاحب بہادر آباد والے کے یہاں ہوا، بندہ کو بروز شنبہ ۲۴ر نومبر ۱۹۷۹ء کو اطلاع ملی، اسی روز حضرت کی زیارت سے مستفید ہوا، حضرت نے فرمایا کہ مولانا محمد فہیم صاحب سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی ماشاء اللہ ان پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی کہ وہ کوئی تین ساڑھے تین ہزار روپیہ تنخواہ اٹھا رہے ہیں، اس کے بعد آپ نے قرآن پاک کی آیت تلاوت فرمائی **تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ** [1] کہ اللہ تعالیٰ حالات کو تبدیل فرماتے ہیں اور بندے پر مہربانی فرماتے رہتے ہیں، انسان ہر وقت ایک حال پر نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد حافظ محمد احمد صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کو اس زمانے میں پانچ سو روپے تنخواہ ملتی تھی اور قاری صاحب کے دادا مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ جو حافظ محمد احمد صاحب کے والد محترم ہیں اُن کو اس زمانے میں دس روپیہ تنخواہ ملتی تھی، اس دس روپیہ میں سے آپ پانچ روپیہ سے اپنا گزارہ کرتے اور بقیہ پانچ روپیہ فقراء اور مساکین کو ڈھونڈھ کر دیا کرتے۔

---

[1] پ ۴ر سورۃ آل عمران ع ۱۴ر ترجمہ: اور ہم ان ایّام کو ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔

ایک دفعہ ہندوستان میں ایک بڑے رئیس نے ایک بڑی زمین مدرسہ بنوانے کے لئے خریدی۔ ارادہ یہ تھا کہ مدرسہ جب بن جائے گا تو اس میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو پڑھانے کے لئے بٹھادوں گا اور ایک سو روپیہ ان کو تنخواہ دوں گا، وہ جلدی میرے پاس تشریف لے آئیں گے، جب مدرسہ تیار ہو گیا تو مولانا نانوتوی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک سو روپیہ کی پیشکش کی، تو مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت صرف دس روپیہ مل رہے ہیں۔ جس میں سے پانچ روپیہ میرے خرچ کے ہوتے ہیں اور پانچ روپیہ فقراء اور مساکین کو دیتا ہوں اور اگر میں ایک سو روپیہ ماہانہ کماؤں تو ۹۵ ر روپیہ لے کر کہاں کہاں تک میں فقراء اور مساکین تلاش کر کے دیا کروں گا، لہٰذا معذرت کر دی۔

یہ حضرات قانع تھے، ان کو ضرورت سے زائد رقم رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

قاری محمد طیب صاحب انہیں کے پوتے ہیں، ان کا تقویٰ دیکھ کر میں حیران ہو جاتا ہوں، جہاں جہاں میں جاتا ہوں وہاں قاری صاحب کا نام لیا جاتا ہے، پوری دنیا ان کو جانتی ہے، ارشاد فرمایا کہ ان کے تقویٰ کا یہ حال ہے تو ان کے باپ دادا کے تقویٰ کا کیا حال ہوگا؟ اور پھر قیاس کر کے دیکھا جائے کہ صحابہ کے تقویٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقوے کا کیا حال ہوگا؟

قاری محمد طیب صاحب کے ساتھ مجھے بھی سفر کرنے کی سعادت ملی، فرمایا کہ ان کا اٹھنا، ان کا بیٹھنا سب سنت طریقہ پر ہوتا تھا۔

جنکے رتبے ہیں سِوا ان کی مشکل ہیں سِوا

ایک مرتبہ میں اور مولانا بنوریؒ صاحب، سفرِ حج میں ساتھ تھے، اس سفر میں مولانا بنوریؒ کی صاحبزادی بھی ساتھ تھیں، میرے اور مولانا بنّوریؒ کے لئے ایک ایک کمرہ اوپر مخصوص کیا گیا، دونوں ایک دوسرے کے برابر میں تھے، جب اوپر چلا گیا تو اس کمرہ میں

مولانا بنوریؒ کا نام لکھا ہوا تھا، مگر وہاں پر نہیں تھے، میں نے اپنے کمرہ میں رات گزاری تو بھی نہیں آئے، صبح کو مولانا سے میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا نام تو اس پر لکھا ہوا ہے، آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا کہ کمرہ ملا نہیں، حضرت نے فرمایا کہ ایک طرف مجھے بڑا افسوس ہوا اور دوسری طرف تعجب ہوا کہ ساری رات حضرت بنوریؒ نے کس طرح گزاری ہوگی یعنی ساری رات بحری جہاز کے نچلے حصّے میں ٹھہرے رہے اور اوپر کا کمرہ ان کو نہ مل سکا۔

فرمایا کہ بڑوں پر بڑی آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔

ہر کہ خدمت کرد، مخدوم شد

ارشاد فرمایا کہ جو بزرگانِ دین کی خدمت کرے گا، وہ مخدوم ہو جائے گا اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما کر رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں، جہاں جہاں ہم نے دیکھا کہ جن لوگوں نے اپنے بڑوں اور بزرگوں کی خدمت کی وہ آج مخدوم بنے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑی مہربانی فرمائی ہے۔

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے مساکین اور فقراء کی خدمت کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا عالم بزرگ بنایا، ان کی شادی اس زمانہ کے ایک بڑے نواب کی صاحبزادی سے ہوئی، اللہ تعالیٰ اس طرح مہربانی فرماتے ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ میں نے خود شیخ بنوریؒ کو اپنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اُن کے پاس جو غریب آیا مولانا نے ان کو خالی واپس نہ کیا، خصوصاً رمضان مبارک کے مہینے میں آپ جب مسجد سے نماز پڑھ کر باہر تشریف لاتے تو جو غریب لوگ سامنے آتے ان سے فرماتے بتاؤ تم کو امداد کی ضرورت ہے؟ فرماتے تھے جلدی جلدی بتاؤ۔

مجلس بعد نماز مغرب بمقام بہادر آباد بخانہ حاجی محمد یعقوب صاحب
مؤرخہ ۳؍محرم الحرام ۱۴۰۰؁ھ م ۲۵؍نومبر ۱۹۷۹؁ء

خانۂ کعبہ کی بے حرمتی

حضرت نے بعد نماز مغرب کی مجلس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ آج کی خبروں سے پتہ چلا کہ خانہ کعبہ مُفسدوں سے خالی کردیا گیا اور بہت سارے گرفتار کر لئے گئے، آپ قرآن پاک کی بہت ساری آیات یکے بعد دیگرے مسلسل پڑھتے رہے۔

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ • (پ ۱۷ ؍سورۂ حج ع ۳)

اور جو اس میں شرارت سے کجروی (وکفر) کرنا چاہے، ہم اس کو درد دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

مقامِ امن میں ان مُفسدوں نے بدامنی پھیلائی بلکہ پوری دنیا سکتہ میں آ گئی، جو اللہ تعالیٰ کے گھر اور حرم کی بے حرمتی کا ارادہ کرے گا اس کے لئے دنیا ہی میں دردناک عذاب ہوگا، چہ جائیکہ ان ظالموں نے اندر گھس کر اس کی بے حرمتی کی، اس کے برعکس جو اس کا ادب واحترام کرے گا اس کے لئے عجیب بشارت ہے۔

پھر آپ نے دوسری آیت تلاوت فرمائی

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ • (پ ۱۷ ؍سورۂ حج ع ۴)

اور جو شخص خداوند کے ان شعائر (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو ان کا یہ لحاظ رکھنا خدا تعالیٰ سے، دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے۔

فرمایا کہ حرم شریف کی حرمت کا بجالانا فرض ہے، ارشاد باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا۝ (پ۶؍سورہ مائدہ ع۱)

اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں جو اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں۔

دورِ نبوت میں خادم مسجد[۱] کی عزت

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو لوگ مساجد کے خدّام تھے ان کی بڑی عزّت ہوتی تھی۔

اس کے بعد آپ نے قریش کا ذکر کیا کہ یہ لوگ چونکہ بیت اللہ کے مجاور اور خادم تھے اس لئے لوگوں کو حکم ہوا کہ تم ان قریش کی عزت کرو مگر قریش کے لوگ اپنی تجارت کی آمد ورفت میں منہمک ہو کر، اپنے رب کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ سورۂ لایلٰف میں ان کا تذکرہ سنئے۔

---

[۱] مؤذّن اور خُدّام مسجد کو حقیر سمجھنا دراصل علم دین سے ناواقف ہونے کے سبب سے ہے، اہل محلہ اور اراکین انتظامیہ مؤذنوں سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ ان کے بچوں کو بھی گود میں اٹھا کر تفریح کرائے اور ان کے گھر کی سبزی اور گوشت بھی لا دیا کرے۔ حالانکہ مؤذن خدا تعالیٰ کے گھر کا خادمِ خاص ہے، خدا تعالیٰ کے حکم، نماز کا منادی ہے۔ وزیر اعظم کے گھر کا ملازم اور خادم بلکہ شہر کے کلکٹر کے باورچی اور بھنگی سے بھی ڈرتے ہیں اور ان کا بڑا احترام ہوتا ہے کہ شاید ان سے کوئی سفارش اور دنیا کا کوئی کام چل جائے۔ اگر کام نہیں تو ان کے ساتھ اہانت اور اذیت بھی نہیں، مگر صد افسوس کہ خدا کے گھر کے خدّام کا کوئی احترام نہیں۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِھِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ • (پ ۳۰/سورۂ قریش)

چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں (تو اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔

اہل مکہ کی فضیلت

قریش کو اللہ تعالیٰ نے حرم کعبہ کی وجہ سے سب کچھ عنایت فرمایا تھا، جس کا اظہار قرآن میں اس طرح ہے:

اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِناً یُّجْبٰٓی اِلَیْهِ ثَمَرَاتُ کُلِّ شَیْءٍ رِّزْقاً • (سورۂ قصص پ: ۲۰/ع ۶)

کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی، جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں (یعنی ہماری قدرت اور رزاقی سے) کھانے کو ملتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ • (پ ۱/البقرۃ ع ۱۵)

اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے (دعا میں عرض کیا (اے میرے پروردگار! اس کو ایک (آباد) شہر بنا دیجئے امن (امان) والا اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں سے بھی عنایت کیجئے، ان کو (کہتا ہوں) جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہوں۔

حرم شریف کا ادب

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بغیر ولایت کامل کے حرم شریف کے آداب بجا لانا مشکل ہے۔ وہاں کے آداب ہر شخص پورا نہیں کرسکتا، وہاں جب چلتے ہیں تو جوتے کس طرح پکڑے ہوئے چلتی ہیں۔ میرے شیخ پیر محمد عبدالمالک صاحب نقشبندی مجدّدیؒ گھر سے ایک تھیلا کپڑے کا لائے جس کے منہ کی طرف ڈھاگہ ڈالا ہوا تھا جوتے اس میں رکھتے اور دونوں طرف اس کا دھاگہ کھینچ کر بند کردیتے، جہاں جہاں حرم شریف میں ٹھہرنا ہوتا، جوتے اپنے ساتھ رکھتے، اس طرح سے نہ جوتے گم ہوتے اور نہ حرم شریف کی بے حرمتی ہوتی۔

خُذُوْ عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ کا عملی نمونہ

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے بزرگوں کو حج ادا کرتے دیکھا اور ان کے ساتھ حج بیت اللہ ادا کیا، مجھے کامل لوگوں کے ساتھ حج ادا کرنے کا موقعہ لا، ان کے ساتھ طواف کیا، رمی کی، بیت اللہ کی زیارت کی۔ میں نے ان کے تمام مناسکِ حج ادا کرنے کا طریقہ دیکھا، مشاہدہ کیا، تب میں نے یہ سب سیکھا، چونکہ انہوں نے اپنے سے اوپر والوں کو دیکھا ہوگا اور ہم نے اِن کو دیکھا۔

بزرگوں کی صحبت کا اثر جمادات پر

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کاملوں کی صحبت کا اثر انسانوں سے بڑھ کر جانوروں بلکہ جمادات و نباتات پر بھی ہوتا ہے، اس کے بعد آپ نے گلستان کا واقعہ جسے شیخ سعدیؒ نے بیان فرمایا ہے ذکر کر کے فرمایا کہ شیخ سعدیؒ نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک دن میں حمّام میں گیا تو مٹّی پڑی تھی اور اس سے بہت خوشبو آرہی تھی، جس کی خوشبو کی وجہ سے میرا

دماغ بہت معطر ہو گیا۔

گلے خوشبوئے در حمّامے روزے
ایک خوشبو دار مٹّی حمّام میں ایک دن

رسید از دستِ محبوبے بدستم
ایک محبوب کے ہاتھ سے مجھ کو ملی

بدگفتم کہ مشکے یا عبیرے
میں نے اس سے کہا کہ ارے تو مشک ہے یا عنبر ہے

کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
کہ تیری دلکش خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں

بگفتا من گلے ناچیز بودم
تو اس نے کہا کہ میں ایک ناچیز مٹّی تھی

ولیکن مدّتے باگل نشستم
مگر ایک مدت تک پھول کے ساتھ میری صحبت رہی

جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد
جمالِ ہمنشیں کی خوبصورتی نے مجھ میں اثر کیا

دگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم
نہیں تو میں وہی خاک ہوں جیسی کہ پہلے تھی

ارشاد فرمایا کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے اور اسی صحبت سے اچھے بُرے نتیجے ظاہر ہوتے ہیں۔

فرمایا کہ صحبت بڑی چیز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک منٹ کی صحبت جس کو نصیب ہوئی، وہ صحابی ہو کر جنّتی بن گیا۔

قربانی ضرور رنگ لاتی ہے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ محرّم کا تعلق حضرت حسینؓ کی ذات سے نہیں ہے، آج کل لوگ کیا کیا کر رہے ہیں، ہائے حسین، ہائے حسین کرتے کرتے اپنے سینہ کو مارتے ہیں، ہم تو واہ حسین، واہ حسین کہتے ہیں، انہوں نے قربانی دے دی، قربانی چاہے کوئی جانی دے یا مالی دے، دونوں قسم کی قربانی رنگ لاتی ہیں۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی بیٹے کی دی، جس بیٹے کی دعا جوانی

سے کرتے رہے حتی کہ جب عمر ۸۶ / برس کی ہوئی تب دعا قبول ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خواب دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، بیٹے سے ذکر فرماتے ہیں کہ تمہارا کیا خیال اور کیا رائے ہے، بیٹے نے فوراً فرمایا کہ جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے کر گزرو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ (پ ۲۳ / سورۃ صٰفّٰت ع ۳) دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کرلیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا۔

اور چاہتے تھے کہ گلہ کاٹ ڈالیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھک گئے **اَسْلَمَا** کے معنی جھک جانا، اللہ تعالیٰ کے قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا، جس طرح ایک جگہ ارشاد ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۱ / سورۃ البقرۃ ع ۱۶) جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی۔

حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کا یہ واقعہ، پوری امتِ محمدیہ کے لئے قیامت تک ایک یادگار رہے۔

دعاء فاروق اعظمؓ اور شہادت

حضرت عمر فاروقؓ نے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے تیرے راستہ کی شہادت نصیب فرما اور مجھے مدینہ پاک میں موت عطا فرما۔ حالانکہ شہادت کے لئے میدانِ جنگ میں نکلنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو شہادت مسجدِ نبوی میں نصیب ہوئی۔

قوتِ روحانی اور قوت جسمانی

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو سچے مسلمان ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوّتِ روحانی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ • (پ۱۰/س انفال ع۹)

اے پیغمبر! آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے، تو دو سو کفّار پر غالب آ جائیں گے اور ان کا مقابلہ کریں گے۔ یہ مقابلہ اسی روحانی طاقت پر ہوسکتا تھا۔

مسلمان جہاد کے لئے جب نکلتا ہے تو مرنے کے لئے نکلتا ہے اور کافر بچنے کے لئے نکلتا ہے، ان کے دل میں خوف ہوتا ہے یعنی کفار کے قلوب میں مسلمانوں کا خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔

نقلی مسلمان کی بھی اللہ تعالیٰ لاج رکھتا ہے

فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ • (پ۱/سورۃ البقرۃ ع۲)

اور ان لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر، حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ منافقین، جو نقلی مسلمان اور اسلام کے دعویدار بنے ہوئے ہیں، ان کی بھی لاج رکھتے ہیں۔

ورنہ سختی اور ضرورت کے وقت مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کو پکارا کرتے تھے، قرآن کہتا ہے:

وَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ • (پ۲۱ عنکبوت ع ۷)

پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں، تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب ہم ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتے ہیں تو وہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

مشرکین یہ بھی کہیں گے

لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ • (پ۱۱ رس یونس ع ۳)

اے اللہ! اگر آپ ہمیں اس (مصیبت) سے بچا لیں تو ہم ضرور حق ہو جائیں گے۔ پروردگار ان کی بھی سن لیتا ہے، تو پھر اہل ایمان اور کامل مؤمن کی کیونکر دعا قبول نہ کرے گا۔

شیطان خواب میں دھوکہ دیتا ہے

کسی مرید نے توحید کے متعلق سوال کیا تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا، سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ ہمیں خوابوں میں نظر آتے ہیں، کہ یہ یہ کریں گے، یہ سب غلط ہے، فرمایا کہ بے ایمان شیطان ہے سبز رنگ کے کپڑے وغیرہ پہن کر لوگوں کے خوابوں میں بزرگوں کی شکل بنا کر آتا ہے۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ مندرجۂ ذیل آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ • (پ ۱۴/ س نحل ع ۱۲)

اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! وہ ہمارے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کو پوجا کرتے تھے، سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو اور مشرک اور کافر لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو افترا پردازیاں کرتے تھے، وہ سب گم ہوجاویں گی۔

''یہ بزرگ بے گناہ ہیں، بے ایمان شیطان کسی بزرگ کی شکل بنا کر اپنے کو گمراہ کرتا ہے۔''

خانوادۂ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ ایک مرتبہ رونے لگے، اسی رونے کی حالت میں ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، یہ زیارت حالتِ غنودگی میں ہو سکتی ہے اور بالمشاہدہ بھی ہوسکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے پوچھا ولی اللہ روتے کیوں ہو، تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ دو وجہ سے روتا ہوں، ایک وجہ یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ میرے بعد میرے بچوں کا کیا حال ہوگا اور وہ کیا کریں گے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ آخرت میں میرا کیا حشر ہوگا؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ ولی اللہؒ کو تسلّی دی کہ فکر نہ کریں تمہاری آخرت بھی صحیح ہوگی اور تمہاری اولاد مثل میری اولاد کے ہیں، تمہاری اولاد انشاء اللہ تعالیٰ دنیا میں کامیاب ہوگی۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں کی اولاد کی بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے

ہیں، چنانچہ شاہ ولی اللہؒ کے بیٹے سب بڑے بڑے علماء اور شیخ بنے شاہ عبدالقادر نے جو ''ترجمہ قرآن پاک'' لکھا ہے، آپ کے اس اردو ترجمہ سے پہلے ہندوستان میں کوئی ترجمہ قرآن پاک کا اردو میں نہیں تھا۔

اس کے بعد آپؒ نے سورۂ کہف کی آیت پڑھی کہ اللہ والوں کی اولاد کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، فرمایا کہ جب باپ صالح ہوتا ہے تو اس کے طفیل، اولاد بھی کامیاب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صٰلِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا • (پ ۱۶ رس کہف ع ۱۰)

اور رہی دیوار سو، وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا، جو ان کے باپ کی میراث سے پہنچا ہے اور ان کا باپ جو مر گیا ہے وہ ایک نیک آدمی تھا، سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور یہ سارے کام میں نے بالہامِ الٰہی کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا، لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

کامیابی کے لئے تین چیزیں

عذاب سے نجات اس وقت ہوگی، جبکہ تین چیزوں کو پابندی سے پورا کیا جائے۔

(۱) تلاوتِ قرآن پاک، روزانہ ذوق وشوق سے پڑھنا۔

(۲) ذکرِ الٰہی میں مصروف ہونا۔

(۳) دل میں خدا کا خوف رکھنا۔

اب حالت یہ ہے کہ جس کے دل میں خوف ہے، وہ ذکر نہیں کرتا اور جس کو تلاوت کرنے کا شوق ہے، وہ ذکرِ الٰہی سے غافل ہے اور جو ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو تلاوت کی پرواہ نہیں کرتا، حالانکہ ان تینوں کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

جو عملِ صالح کرے گا عزت پائے گا

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو عمل صالح کرے گا، اس کو دنیا میں ہی عزت ملے گی اور اس کی اولاد میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائیں گے، اس کی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں، اس طرح کہ اس کے گمان میں بھی نہیں آتا۔ اس کے برخلاف جو دنیا کے پیچھے لگ جاتا ہے، دین کی خدمت نہیں کرتا اور رات دن بچوں کی دنیاوی فکر میں لگا ہوتا ہے کہ بچوں کو کھلانا ہے، ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے یہاں برا حال ہوگا۔

مجلسِ وعظ بمقام پاک کالونی کراچی بعد نمازِ عشاء
رات سوا آٹھ بجے سے لے کر سوا نو بجے تک

موت کے بارے میں وعظ وارشاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ • بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ •

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ الخ (پ ۴/سورۃ آل عمران ع ۱۹/) — ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ • (اوّل سورۂ مُلک ع ۱۹) — جس نے موت وحیات کو پیدا کیا۔

فرمایا: یہ دنیا امتحان گاہ ہے، دنیاوی زندگی ایک چراگاہ ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ • (پ ۴/آل عمران ع ۱۹) — تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا، سو وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر صرف دھوکے کا سودا ہے۔

راہِ خدا میں موت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰہِ وَكَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا • (پ ۵/سورۃ النساء ع ۱۴) — اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کر کھڑا ہوا کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا، پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا، اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں، بڑے رحمت والے ہیں۔

جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اور مارا گیا بس اس کا اجر اللہ کے ہاں ہے، اسی طرح علماء اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جاتے ہیں، طلباء بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلتے ہیں، ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر اس دورانِ سفر میں مرجائیں تو ان کو درجۂ شہادت ملے گا، اگرچہ اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف چلا جائے۔

فَاَصَابَتۡکُمۡ مُّصِیۡبَۃُ الۡمَوۡتِ• پھر تم پر واقعہ، موت کا پڑ جائے۔

موت کو مصیبت سے تعبیر فرمایا۔

موت سے مفر نہیں

ارشاد فرمایا:

قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیۡکُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ • (پ ۲۸ ر سورۂ جمعہ رکوع ۱)

(ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت) ایک روز تم کو آ پکڑے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے (خدا) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دے گا۔ (اور سزا دے گا)

کَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ وَقِیۡلَ مَنۡ رَّاقٍ وَظَنَّ اَنَّہُ الۡفِرَاقُ • (پ ۲۹ ر سورۂ قیامہ رکوع ۱)

ہرگز ایسا نہیں، جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے، (نہایت حسرت سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا ہے اور (اس وقت) وہ مرنے والا یقین کر لیتا ہے کہ یہ (مفارقتِ دنیا) کا وقت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡکُمۡ وَلٰکِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ • (پ ۲۷ ر سورۃ الواقعہ ع ۳)

اور (ہم اس وقت) اُس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں، لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔

فرمایا کہ جس کے اوپر موت آتی ہے ہم اس کو دیکھتے ہیں تم اس کی موت کو نہیں دیکھتے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ موت کا ایک عجیب منظر ہوتا ہے۔

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ • (پ۲۳، سورۂ یٰسٓ ع ۳) سو نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔

موت و مابعد الموت کا منظر

جب موت طاری ہوتی ہے، اس وقت انسان کچھ نہیں کرسکتا، بلکہ اس وقت انسان وصیت بھی نہیں کرسکتا، اس لئے جو کرنا ہے اسی دنیا میں رہ کر کرنا ہے اور موت سے پہلے پہلے حالتِ تندرستی میں کرنا ہے۔

ہمیں موت پر یقین نہیں، اگر یقین ہوتا تو مجلس سے کوئی نہ اٹھ جاتا، جس کے دل میں یقین ہوتا ہے۔ اس کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوتا ہے اور وہ اس وقت یقین کرے گا جب کہ اس کے اوپر موت آجائے گی۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ الخ• (پ ۷، سورۃ انعام رکوع ۷) اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔

... جہنم کی آگ سب سے پہلے قلب پر اثر انداز ہوگی۔

... تم اللہ کی محبت کے ساتھ غیروں کو شریک کرتے ہو۔

... قیامت وہ ہے

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ• کہ اُس روز سارے لوگ اسی کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

... اُس دن ذرّہ ذرّہ کا حساب و کتاب لیا جاویگا۔

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ • (پ ۳۰/سورۃ الزلزال)

سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اُس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

غور سے سنو! ورنہ بے ایمان شیطان انسان کے اوپر حملہ کر کے شکار کر لیتا ہے، جس طرح شکاری وہاں شکار کرتا ہے، جہاں پر شکار کثرت سے ہوں۔

... قیامت کے دن انسان سے کہا جائے گا۔

اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا • (پ ۱۵/بنی اسرائیل ع ۲)

اپنا نامۂ اعمال (خود) پڑھ لے، آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

... اس روز سب کچھ اس کے سامنے آجائے گا۔

وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰهَا • (پ ۱۵/ س کہف ع ۶)

اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اُس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامۂ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا)۔

اس کا نامۂ اعمال اس کے سامنے آئے گا، جس میں نہ چھوٹا عمل چھوڑا جائے گا اور نہ بڑا عمل، لہٰذا اس وقت ہمیں اپنے اعمال درست کرنے چاہئے، ورنہ پھر مرنے کے بعد موقعہ نہیں دیا جائے گا، موقعہ مانگے گا انسان، مگر نہ مل سکے گا، ارشاد ہے:

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الۡمُجۡرِمُوۡنَ نَاكِسُوۡ رُءُوۡسِهِمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ رَبَّنَاۤ

اور اگر آپ دیکھیں تو عجیب حال دیکھیں، جبکہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے

اَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صٰلِحًا اِنَّا مُوۡقِنُوۡنَ • (پ ۲۱/س السجدہ ع ۲)

ہوں گے، کہ اے ہمارے پروردگار! بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے، سو ہم کو پھر بھیج دیجئے ہم نیک کام کریں گے، ہم کو پورا یقین آ گیا۔

بلکہ موت کی حالت میں تو، توبہ بھی قبول نہیں۔

وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ اُولٰٓٮِٕكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا • (پ ۴/ سورۂ نساء ع ۳)

اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی آ کھڑی ہو تو کہنے لگے، اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی جن کو حالتِ کفر پر موت آ جاتی ہے، ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک سزا بنا رکھی ہے۔

فرمایا کہ ان لوگوں کی توبہ اس وقت بے کار ہو جائے گی، جن لوگوں نے برا عمل کیا ہے۔

... وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ • (پ ۴/سورۃ آل عمران ع ۲۰)

سو جن لوگوں نے ترکِ وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنہیں تکلیفیں دی گئیں، میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے، ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا۔

... اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِمَنۡ كَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَى السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِيۡدٌ • (سورۃ ق، ع ۳)

اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے، جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کر بات کی طرف کان ہی لگا دیتا ہو۔

فرمایا کہ قرآن ان لوگوں کو ڈراتا ہے، جن کے دل زندہ ہوں، مُردہ نہ ہوں،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ • (پ ۱۳/س رعد ع ۲)

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا، جب تک وہ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل لیتے۔

مَنْ جَدَّ وَجَدَ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو جدّ و جہد کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا• (پ ۲۱ س عنکبوت ع)

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشتقیں برادشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھاویں گے۔

فرمایا جو ہماری طرف آئے گا، ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر ہدایت کے راستے پر گامزن کر دیتے ہیں، ہدایت کے بعد انسان مقصد تخلیق کو سمجھتا ہے اور عمل کرتا ہے۔

... انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ• (پ ۲۷ /س ذٰریٰت رکوع ۳)

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

لہٰذا اہل جنت میں سے بننا چاہئے، نہ کہ اہل جہنم میں سے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ• (پ ۹ /س اعراف ع ۲۲)

اور ہم نے ایسے بہت سے جنّ اور انسان، دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔

... اسی لئے ضروری ہے کہ قلب ذکر سے غافل ہرگز نہ ہو اور خواہشات پر چلنا بھی نہ ہو۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا • (پ ۱۵ /سورۂ کہف ع ۴)

اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے۔

ورنہ تمہارے قلوب بھی سخت ہو جائیں گے۔

فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۰ (پ ۲۳/ س زُمر، ع ۳)

سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متأثر نہیں ہوتے، سو ان کے لئے بڑی خرابی ہے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

اس کے برعکس عقلمند کی پہچان بتائی فرمایا کہ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوۡدًا الخ (پ ۴/ س آل عمران ع ۲۰)

جن کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی۔

وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰٮكُمۡ ۚ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ ۰ (پ ۲/ س بقرہ ع ۲۵)

اور اس کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے (نہ یہ کہ اپنی رائے کو دخل دو) اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ہی ناواقف تھے۔

فرمایا کہ ان مذکورہ آیات میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے، نہ کہ ذکرِ لسانی، ورنہ اٹھتے بیٹھتے ذکر زبانی ہو، تو اس سے انسان پاگل ہو جاتا ہے۔

خواہشات کی پیروی

باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ۰ (پ ۲۵/ س جاثیہ ع ۳)

اے پیغمبر اس شخص کی بھی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔

اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا ۰ (پ ۱۹/ س فرقان ع ۴)

سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۰ (پ ۲۳/ س یٰسٓ ع ۴)

(اے اولادِ آدم) کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا بلاشبہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

ان آیات میں فرمایا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو، شیطان کی عبادت اس کی اتباع سے ہوتی ہے اور اتباع خواہشِ نفس بھی ہے۔

ہم شیطان کی عبادت اس طرح کرتے ہیں کہ ہمیں پتہ نہیں لگتا، حدیث میں ہے کہ زندہ وہ ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور مردہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يُّعۡرِضۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهٖ يَسۡلُكۡهُ عَذَابًا صَعَدًاۙ (پ ۲۹ / الجن رکوع ۱)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان واطاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کردے گا۔

... اللہ تعالیٰ کو ذکرِ کثیر چاہئے ذکر قلیل نہیں۔

موت سے کس کو نجات؟

موت کے بارے میں فرمایا کہ لوگ موت سے بھاگتے ہیں اور ڈرتے ہیں، لیکن فرمایا فَاِنَّهٗ مُلٰقِيۡكُمۡ کہ وہ تم سے ضرور ملے گی اور اس کے آنے کے بہت سے راستے ہیں، بلکہ لاکھوں راستے ہیں، اس کو پیسوں ٹکوں اور ڈاکٹروں سے نہیں بھگایا جاسکتا۔

فرمایا کہ میرے مکہ مکرمہ میں چند ساتھی تھے، جن کا میں کراچی میں انتظار کررہا تھا ان کے بارے میں آج کی خبروں سے پتہ لگا کہ حاجیوں کا جہاز گر کر تباہ ہوگیا، یہ ہے دنیا کی زندگی، ہم انتظار کر رہے تھے اور وہ نہ پہنچ سکے۔

فرمایا کہ ساری رات سو جانا اور صبح اٹھ کر نماز پڑھنا اور پھر ظہر پڑھنا، یہی کافی نہیں، اللہ تعالیٰ صرف اسی عبادت ہی کو نہیں چاہتے بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ ذکر کو پسند کرتے ہیں، اس لئے ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے۔

اللہ کے راستہ میں مرنے والا شہید ہے

شہادت کے مختلف مراتب ہیں، چاہے گر کر مرے یا جل کر یا طالب علمی کے دوران مرے یا سانپ کاٹے تو بھی شہید ہوگا، مؤمن کی شان یہ ہے کہ اس کا ہر عمل، ہر نقل و حرکت اللہ کے لئے ہو۔

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ • لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ • (پ سورۂ انعام ع ۲۰)

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے، جو مالک ہے سارے جہاں کا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور موت دونوں محمود ہیں، فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی قوم کے لئے ہے، نعوذ باللہ ان لوگوں کو کچھ پتہ نہیں، زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

ہاں اصل زندگی ان لوگوں کی ہوتی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلتے ہیں اور زندگی گزراتے ہیں، جو لوگ نافرمان ہیں وہ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ میں داخل ہیں کہ وہ لوگ دل اور قلب کے اندھے تھے، ویسے لوگوں کا حشر سنئے:

ساتویں پارہ کے بالکل اخیر میں ہے

وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ • (پ ۷ / سورۂ انعام ع ۱۳)

اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

مؤمن کی شان یہ ہے کہ پہلے غلطی ہی نہ کرے اور اگر ہو جائے تو فوراً اس کو مان کر توبہ کرنی چاہئے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانا گیا، تو اللہ تعالیٰ دلوں کو اندھا بنا دیتے ہیں۔

مورخہ ۲۹؍نومبر ۱۹۷۹ء مجلس بوقت صبح ۸؍بجے
بخانہ حاجی محمد یعقوب صاحب بہادرآباد کراچی

دنیا کی روشنی اور قبر و محشر کی روشنی

۸؍محرم الحرام مطابق ۲۹؍نومبر بعد نماز صبح حضرت کے درسِ قرآن پاک میں شرکت کے لئے راقم جامع مسجد ریاض پہنچا، حضرت درس قرآن پاک سے فارغ ہونے والے تھے کہ میں پہنچ گیا، دعا میں شامل ہوا اس کے بعد حاجی محمد یعقوب صاحب کے گھر گئے، حضرت شیخؒ کا قیام تھا، آپ نے پہلی نشست میں بتیاں روشن کرنے کو فرمایا اس کے بعد آپ نے دعا پڑھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ سَمْعِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ فَمِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ یَدِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ رِجْلِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ رَاْسِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ اُذُنِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لِسَانِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَحْمِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ عَظْمِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ شَحْمِیْ اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ عَیْنِیْ•

اے اللہ! میرے دل کو منور فرما، یا اللہ میرے کان کو منّور فرما، یا اللہ میرے منہ کو منور فرما، میرے ہاتھ کو، میرے پیر کو، میرے سر کو، میری زبان کو اور میرے بدن کے گوشت اور ہڈی کو اور چربی کو اور میری آنکھ کو منوّر فرما۔

آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیسی اچھی اور جامع دعائیں ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ یا اللہ جس طرح ہمارے لئے یہاں روشنی کا انتظام ہے، قیامت کے دن ہم کو نور عطا فرما اور ہماری قبروں کو منّور فرما۔

مجلس بروز جمعہ المبارک بمقام جامع مسجد ریاض کراچی
مؤرخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۷۹ء

پریشان حال کی کون سنتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیۡلاً مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ۰ (پ ۲۰ س نمل رکوع ۵)

یا وہ ذات جو بیقرار آدمی کی سنتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور (اس) مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحبِ تصرف بناتا ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، مگر تم بہت ہی کم یاد رکھتے ہو۔

حضرت نے توحید کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مشرک بھی بوقتِ ضرورت اور بوقتِ مصیبت، اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔

کاش کہ مسلمان قرآن پڑھتے

ارشادِ فرمایا:

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَتَمَتَّعُوۡنَ وَیَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ وَالنَّارُ مَثۡوًی لَّھُمۡ ۰ (پ ۲۶ ؍س محمد ع ۲)

اور جو لوگ کافر ہیں، وہ عیش کر رہے ہیں اور اِس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

کاش مسلمان قرآن پاک پڑھتے، قرآن جانتے اور سمجھتے، وہ لوگ جو کافر ہیں، وہ

دنیا کے سازوسامان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اوراس طرح کھاتے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں، گویا دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے۔

مؤمن پرسکون ہوگا

فَمَنۡ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ (پ ا؍سورۃ البقرہ رکوع ۴) سو جو شخص پیروی کرے گا۔ میری ہدایت کی، تو نہ کچھ اندیشہ ہوگا، ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔

یہ مؤمنین کے لئے بشارت ہے، فرمایا کہ اللہ والوں کی موت اور زندگی دونوں محمود ومحبوب ہیں۔

مجلس بعد نماز جمعۃ المبارک بمقام جامع مسجد ریاض کراچی

مال واولاد کہیں غافل نہ کردیں

سورۂ منافقون میں فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ۔ (پ ۲۸؍ سورۂ منافقون رکوع ۲) اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دینا ہے) اللہ کی یاد (اطاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پاویں اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔

موت سے پہلے خرچ کرلیجئے

آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ رنگ لائے گا۔

قربانی چاہے مال کی ہو یا جان کی دونوں رنگ لاتی ہیں، کچھ معلوم نہیں کہ موت کب آئے گی، لہٰذا موت سے قبل اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا چاہئے اور منجملہ طاعت کے ایک طاعتِ مالیہ کا حکم دیکھئے کہ کس انداز میں کیا جاتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ• (پ ۲۸/سورۂ منافقون ع ۲)

ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (حقوقِ واجبہ) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو۔

مزید دیکھئے کہ دل سوز انداز میں ترغیب ہے۔

ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ• (پ ۳/سورۃ البقرۃ رکوع ۳۴)

اے ایمان والو! خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی، پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم۔

قیامت کے دن جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ نہیں کیا تھا، وہ تمنّا کریں گے کہ یا اللہ ہم کو دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے، تاکہ ہم دنیا میں جا کر نیک و صالح بن جائیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن سے کہا جائے گا کہ اب یہاں سے دوبارہ

واپسی نہیں ہوگی۔

(اور منجملہ طاعت کے ایک طاعتِ مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ)

وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ فَیَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۔ (پ ۲۸/ سورۃ منافقون رکوع ۲)

میں نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (حقوقِ واجبہ) اس سے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو، پھر وہ تمنّا وحسرت سے کہنے لگے اے میرے پروردگار! مجھ کو اور تھوڑے دن کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر وخیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا جائے گا

وَلَنۡ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۔ (پ ۲۸/منافقون ع ۸)

اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جبکہ اس کی میعاد (عمر کی ختم ہونے پر) آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔ ویسی ہی جزا کے مستحق ہوں گے۔

دولت کے خزانے اللہ کے پاس ہیں

مالداروں پر فرض ہے کہ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں صرف کریں، ورنہ اللہ تعالیٰ کو ہماری دولت کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس زمین وآسمان کے خزانے ہیں:

وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰکِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَفۡقَہُوۡنَ ۔ (پ ۲۸/س منافقون ع ۱)

اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے ولیکن منافق نہیں سمجھتے۔

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پ ۴/ آل عمران ۱۸)

اور واسطے اللہ کے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خرچ کرنے میں سبقت کریں

انسان کو ابھی سے یعنی اپنی زندگی میں اپنے فرائض، مستحبّات کو پورا کرنا چاہئے، تا کہ اس وقت پچھتانا نہ پڑے۔

ارشاد فرمایا:

سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ الخ (پ ۴/ آل عمران ع ۱۴)

نیکی کرنے میں اپنے رب کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کرو۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ ۱۱/ سورۂ توبہ ع ۱۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجئے، جس کے (لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک و صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینانِ قلب ہے اور اللہ تعالیٰ (ان کے اعتراض کو) خوب سنتے ہیں (اور ان کی ندامت کو) خوب جانتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے، تو اس سے ان کے نفس اور مال کے اندر طہارت آئے گی۔

صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کا تقابل انفاق

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقابلے میں حضرت عمر فاروقؓ نے سوچا کہ آج میں صدیق اکبرؓ سے انفاق فی سبیل اللہ میں سبقت لے جاؤں گا، صدّیق اکبرؓ گھر میں جو کچھ تھا سب کچھ لے کر دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے، عمر فاروقؓ گھر گئے آدھا مال گھر چھوڑ کر اور آدھا لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دریافت کرنے سے پتہ لگا کہ صدیقؓ اکبر سب کچھ لے آئے، تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ آئندہ میں رشک نہیں کرونگا۔

صحابہؓ نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہمیشہ نیکی کرنے میں سبقت لے جاتے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی قربانی پیش کی

حضرت حسینؓ نے قربانی دی تھی اوران سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے پیش کیا اور آج تک ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ مقام منیٰ میں اس قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں، تو جو قربانی دیتا ہے، اللہ اس کو قبولیت سے نوازتے ہیں۔

مسجد حرام کی حرمت فرض ہے

مسجد حرام کی عظمت وحرمت فرض ہے، بلکہ جو وہاں پہونچا حتی کہ پرندے بھی اس کی حرمت کی برکت سے عاجز ہوجاتے ہیں۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۰ (پ ۴ ر سورۂ آل عمران ع ۱۰) اور جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ امن والا ہوجاتا ہے۔

وَالتِّیْنِ • وَالزَّیْتُوْنِ • وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ • (پ ۳۰ ؍سورۂ والتین)

قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظّمہ) کی۔

مکہ مکرمہ کو بلدِ امین فرمایا کہ یہ امن و امان کا شہر ہے اور مسجدِ نبوی کی ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

بلدِ امین کی بے حرمتی پر رسوائی

ربّ کعبہ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ • لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ • (پ ۱؍سورۃ البقرۃ رکوع ۱۴)

اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجد میں (اللہ کا ذکر اور عبادت) کئے جانے پر بندش کرے اور ان کے ویران (معطّل) ہونے کے بارے میں کوشش کرے، ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں داخل بھی نہیں ہونا چاہئے تھا، (بلکہ جب جاتے تو ہیبت اور ادب سے جاتے) ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی (نصیب ہوگی) اور ان کو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔

جو لوگ حرمِ محترم کے اندر شرّ و فساد پھیلا رہے ہیں اور بلدِ امین کے اندر بدامنی پھیلا رہے ہیں، (ان شر پسندوں کے لئے دنیا ہی میں رسوائی ہونی چاہئے اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

بہر حال جو مسلمان اس جنگ میں مارے جا رہے ہیں وہ شہید ہیں، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے، اس لئے مؤمنین کو شہید کراتے ہیں، جس طرح آیت کے اندر ارشاد ہے

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پ ۴ سورۂ آل عمران ع ۱۴)

اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیویں اور ان میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔

شہادت کے درجات ہیں، جو گِر کر مرے وہ بھی شہید اور جو دب کر مرے وہ بھی شہید اور جل کر مرے وہ بھی شہید ہے، اس طرح اللہ پاک نے اس امت کو شہادت کے بہت سے موقع دے دیئے۔

حاجی اور مُبلّغ مستجاب الدّعوات ہیں

فرمایا کہ حاجی صاحبان جب تک اپنے گھر نہیں پہنچتے؛ وہ عنداللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں، ان سے دعائیں کراؤ، ان کی دعائیں عنداللہ قبول ہوجاتی ہیں۔

اسی طرح وہ مبلّغ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اور دین کی تبلیغ کے لئے سفر میں نکلتا ہے وہ بھی عنداللہ مستجاب الدعوات ہے۔ اگر یہ سفرِ حج میں یا سفرِ تبلیغ میں مر جائیں تو شہید ہو جائیں گے۔

حضرات صحابۂ کرامؓ کی تعدادی حکمت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور یہی تعداد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور دس ہزار قبریں صحابہؓ کی مدینہ منوّرہ میں ہیں۔

شہداء، عنداللہ زندہ ہیں

لوگ عشرہ محرّم الحرام میں اپنے آپ کو پیٹتے رہتے ہیں، حالانکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنداللہ زندہ ہیں، شہید مرتا نہیں وہ زندہ ہوتا ہے، قرآن کا اعلان ہے کہ ان کو

مردہ نہ کہو اس لئے کہ وہ زندہ ہیں، زندہ کے اوپر کبھی ماتم نہیں ہوتا، قرآنی شہادت دیکھئے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ، بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مُردوں کی طرح) مرے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں، لیکن تم اِن حواس سے (اُس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔

اور چوتھے پارہ کے اندر فرمایا کہ تم ان کو مردہ گمان نہ کرو اس لئے کہ وہ زندہ ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (پ ۴/ سورۂ آل عمران ع ۱۷)

اور (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مُردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرّب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں، اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں، (ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ) ان پر کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

شہادت کی خواہش

شہادت ایسی چیز ہے جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمنّا فرمائی ہے، الفاظِ حدیث پڑھئے:

وَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلَ۔

بیشک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں۔

خلاصہ: حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب شہید سے پوچھا جائے گا، تو وہ قیامت

کے دن کہے گا یا اللہ جس وقت یری گردن تیرے راستے میں کٹی تو مجھے بڑا مزہ آیا، لہٰذا یا اللہ! دوبارہ زندہ فرما کر دنیا میں بھیج دو، تاکہ دوبارہ تمہارے دین کی سربلندی کے لئے گلہ کٹوا دوں۔

پھر تو ہر ہر ساعت قابلِ ماتم ہے

اگر ہم علماء دیو بند ماتم کرنا شروع کریں تو ہماری تاریخ میں شہید کی کمی نہیں، بلکہ بہت ہیں، پھر تو ہمارا ہر ہر گھنٹہ بلکہ ہر ہر منٹ وسیکنڈ بغیر ماتم کے نہ ہوگا، اور ہر وقت ماتم کرتے رہیں، اس لئے کہ ہماری پوری تاریخ شہداء سے بھری پڑی ہے، ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم ماتم کریں، ہائے حسین ہائے حسین کہیں، بلکہ ہم ہائے حسین کے بجائے واہ حسین واہ حسین کہیں گے اس لئے کہ انہوں نے باطل کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور جرأت مندی کے ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے انہوں نے اپنا سر کٹوایا، انہوں نے کمال کیا ''وہ واہ واہ'' کے لائق ہیں، نہ کہ ہائے ہائے کے۔

صحابۂ کرامؓ موت سے محبت کرتے تھے

ایک غزوہ میں ایک صحابی کا بدن دو ٹکڑے کر دیا گیا اور وہ اس وقت یہ کہنے لگے **فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ** کہ ربِّ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا، دیکھنے والے نے تعجّباً دیکھا اور حیران ہوا اور اسی وقت وہ مشرف بہ اسلام ہوا۔

فرمایا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موت سے محبت کرتے تھے، کیونکہ ان کو آخرت کی نعمتوں پر یقین تھا۔

مجلس بمقام جامع مسجد ریاض کراچی

۲۱؍محرم الحرام ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۲؍دسمبر ۱۹۷۹ء

بیوی بچّے باعثِ فتنہ ہیں

بعض بیوی بچے انسان کے لئے فتنے ہیں۔ آپ نے پھر یہ آیت پڑھی

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ• (پ ۳؍سورۂ آل عمران ع ۲)

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت، مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر سونے اور چاندی کے، نمبر یعنی نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے۔

آپ نے یہ آیت بھی پڑھی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ الخ (پ ۲۸؍سورۂ تغابن ع ۲)

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے (دین کی) دشمن ہیں، سو تم ان سے ہوشیار ہو۔ اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو۔

اس کے ساتھ والی آیت میں فرمایا

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ• تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے۔

تاہم جو عبادت، طاعت، نبی کی عبادت سے روگردانی کرنے کا ذریعہ بنے وہ فتنہ ہے۔

فتنوں سے بچانے والی، اللہ کی کتاب

قرآن مجید باعثِ ہدایت ہے، مگر ان لوگوں کے لئے جو اس کو دل و جان سے سُنیں اور اس پر غور کریں، پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا کیا معملہ بندے کے ساتھ ہوگا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ۔ (پ ۲۶ / سورۂ ق اواخر، ع ۳)

اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا کم از کم دل سے متوجہ ہو کر بات کی طرف کان لگا دیتا ہو۔

بخل ایک مذموم صفت

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۔ (پ ۵ / س نساء ع ۱۹)

اور نفوس کو حرص کے ساتھ اقتران ہوتا ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو، بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو بخل کے مرض سے بچایا، وہ کامیاب ہے۔

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (پ ۲۸ / س حشر ع ۱)

اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

شرح صدر کی دولت

ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت پر لاتے ہیں، اس کا سینہ اپنے دین کے سمجھنے کے لئے کھول دیتے ہیں۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ الخ (پ ۸ سورۃ الانعام ع ۱۵)

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں، اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں۔

اس کے برعکس کوئی خلافِ شریعت کام کرے تو عذاب کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح ارشاد ہے

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ • (پ ۱۷ رس حج ع ۳)

اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں) کوئی خلاف دین کام کا قصد ظلم (یعنی شرک وکفر) کے ساتھ کرے گا تو ہم دردناک عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے۔

فرمایا کہ جو قانونِ الٰہی پر نہیں چلتا۔ اس کو اللہ تعالیٰ عذابِ الیم یعنی دردناک عذاب چکھاتے ہیں۔

اسلام مؤمن کے لئے ایک نور ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ • (پ ۲۳ رس زمر ع ۳)

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے (قبول کرنے) کے لئے کھول دیا ہے، وہ اپنے پروردگار کے عطا کئے ہوئے نور پر ہے۔

اسلام، اللہ کی بڑی نعمت ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کا نور ہے

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ • (پ ۷ رس انعام ع ۱۳)

اب بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں، سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔

خلاصہ: فرمایا ظاہری آنکھیں بصارت ہیں اور قلب کی روشنی، بصیرت ہے۔

اللہ والے دھوکے (فریب) سے بچ جاتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا دل وسینہ اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے، وہ اس دھوکہ والی دنیا سے بچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اِس دنیا کی تنگ زندگی سے بچا کر جلدی موت دیتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے موت کی تمنّا کرتے ہیں، یہی

وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ خود موت کی تمنّا کرتے تھے۔ چونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں جنّت ودوزخ کا مشاہدہ کیا تھا۔

رؤیائے صادقہ کا درجہ

ارشاد فرمایا کہ رؤیائے صادقہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب دیکھنا

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى • (پ ۲۳ رس الصّٰفّٰت ع ۳)

سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا، تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامرِ الٰہی) ذبح کر رہا ہوں، سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

فرمایا کہ خواب کا معاملہ تھا اور رؤیائے صدقہ تھا، باپ خواب دیکھتا ہے، بیٹے کے ذبح کا، مشورہ کرتے ہیں، بیٹا خندہ پیشانی سے تیار ہوجاتا ہے۔

حضرت یوسف کو تعبیر رؤیا کا علم

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں:

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ • (پ ۱۲ رس یوسف ع ۱)

جبکہ یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد (یعقوب علیہ السلام) سے کہا کہ ابّا جان میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فرمایا خواب صحیح ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز کرتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور

وَفِى الْاٰخِرَةِ ۰ (پ ۱۱/ س یوسف ع ۷) آخرت میں بھی منجانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی خوش خبری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رؤیائے صادقہ کی تعبیر کا پورا علم حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۰ (پ ۱۲/ س یوسف ع ۱) اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا (اور تم کو علومِ دقیقہ بھی دے گا مثلاً) تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ (اور نعمتیں دے کر بھی)

فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب جیل میں قید کر دیئے گئے، تو وہاں پر خوابوں کی تعبیر لوگ آپ سے دریافت کرنے لگے، اخیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمانروائے مصر بنایا اور تختِ شاہی پر بٹھلایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کہنے لگے

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۰ (پ ۱۳/ س یوسف ع ۱۱)

الحاق بالصالین کی دعا

صالحین کے ساتھ حشر ہو اس کی دعا کرنی چاہیے، حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا ہے

وَاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۰ (پ ۱۳/ سورۂ یوسف رکوع ۱۱) اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لے۔

صالحین کے ساتھ الحاق، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ هَبْ لِىْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۰ (پ ۱۹ سورۃ الشعراء ع ۵) اے میرے پروردگار! مجھ کو حکمت عطا فرما اور (مراتب) قرب میں مجھ کو (اعلیٰ درجہ) کے نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔

شیخِ کامل کا ایک چُنندہ ہوتا ہے

فرمایا ہر شیخ اور ہر کامل کا ایک چنا ہوا ہوتا ہے، مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور مولانا غلام علی صاحبؒ تھے، مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے کہ تم نے کس کو بنایا تو میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو پیش کروں گا، کہ یا اللہ میں نے اس کو بنایا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو تعلق حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تھا، وہ تعلق دوسروں کے ساتھ نہیں تھا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے تعلقات مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ساتھ بہت شدید تھے، مولانا عبید اللہ انور کا کہنا ہے کہ میرے والد صاحب، مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ہم سے ذکر کیا کہ میرا جو تعلق حافظ غلام حبیب سے ہے، وہ تعلق مجھے اپنے بیٹوں سے نہیں ہے، اسی طرح مولانا دین پوریؒ کا جو تعلق مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا، وہ کسی دوسرے سے نہیں تھا، میرے شیخ پیر محمد عبدالمالکؒ کا جو تعلق مجھ سے تھا کسی اور سے نہیں تھا۔

حضرت شیخ پیر محمد عبدالمالکؒ کراچی تشریف لائے ہوئے تھے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، دو تین حکیم ان کے علاج کے لئے آئے ہوئے تھے، جب میں ان کے پاس پہنچا حضرت نے بنفس نفیس مجھے فرمایا حافظ غلام حبیب، یہ مریدین جو اس وقت میرے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ سب آپ کے سپرد ہیں۔

یہ حکم حضرت کی طرف سے تھا، اس کے باوجود معاندین حاسدین نے خفیہ طور سے حضرت کو بتلایا کہ ''حافظ غلام حبیب آپ کی موجودگی میں لوگوں کو بیعت کر رہے ہیں اور وہ اسی نتظار میں ہیں کہ شیخ جلدی مرجائے تاکہ میں ان کی جگہ جانشین بن جاؤں''۔ یہ ضد و حسد بھائیوں میں ہوتا ہے، کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حسد نہیں کیا کہ ان کو لے جا کر جنگل میں کنویں میں ڈال دیا تاکہ ہماری عزت رہے، ورنہ اس یوسف کی موجودگی میں ہماری کوئی عزت نہ ہوگی، فرمایا کہ یہ تو نبی زادوں کی حالت ہے کہ ایک دوسرے پر حسد

کرتے ہیں۔

میرے شیخ پیر عبدالمالکؒ نے فرمایا کہ حافظ غلام حبیب! جو معاملہ لوگوں کا آپ کے ساتھ ہو رہا ہے بعینہ ہو بہو یہی میرے ساتھ ہوا، میرے شیخ نے فرمایا کہ جب میں دہلی میں اپنے حضرت قریشیؒ کے ساتھ تھا، حضرت قریشیؒ مکان کے اوپر ٹھہرے ہوئے تھے اور مریدین حضرات نیچے انتظار کر رہے تھے کہ عبدالمالک کب نیچے مردود ہو کر آئے؟ فرمایا کہ بھائیوں میں یہ حسد ہوتا رہتا ہے، یہ حاسدین حضرات تو ابھی خلیفہ بن گئے جبکہ میں قریشی صاحبؒ سے اس وقت بیعت ہوا اور خلیفہ بنا جبکہ یہ حضرات اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

میرا مقبول اِن کا مقبول، میرا مردود اِن کا مردود

ایک مرتبہ میرا کچھ اختلاف مولانا عبدالغفور عباسیؒ کے خاندان سے ہوا، جب میرے شیخ پیر محمد عبدالمالکؒ کو پتہ لگا تو فرمایا کہ حافظ غلام حبیب کا مقبول میرا مقبول، ان کا مردود میرا مردود، پھر ان لوگوں کا اختلاف ختم ہو گیا۔ اگر یہ تمہیں مقبول ہے تو میں تمہیں مقبول ہوں اور اگر یہ تمہیں مردود ہے تو میں بھی تمہیں مردود ہوں۔ میرے حضرت شیخ کو میرے ساتھ اس قدر محبت وشفقت تھی۔

قریشی صاحبؒ داؤدخیل کے تھے

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولانا فضل علی قریشیؒ پہلے ''داؤدخیل'' کے ساتھ تھے، وہاں سے ہجرت کر کے مسکین پور تشریف لے آئے، ایک مرتبہ قریشی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے خود ہل چلایا ہے اور ہل چلایا باوضو ہو کر پھر قریشی صاحب مریدوں سے فرماتے تھے کہ فقیرو! کاش تم کم از کم باوضو کھاتے اور باوضو سوتے۔

ظالم کا انجام

حضرت نے دکھنی مسجد میں بعد نماز ظہر کچھ بیان فرمایا کہ ظالم خدا کی طرف سے پکڑا جائے گا۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْماً اٰخَرِيْنَ • (پ ۱۷ر س انبیاء ع ۲)

اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے غارت کر دی اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی۔

پھر دوسری آیت پڑھی:

فَلَمَّا اَحَسُّوْا بَأْسَنَا اِذَاهُمْ مِنْهَا يَرْكُضُوْنَ • (پ ۱۷ر س انبیاء ع ۲)

سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا۔

خلاصہ: جب ہمارا عذاب ان کے پاس آیا تو وہ اس جگہ سے بھاگنے لگے، جن محلّات میں وہ زنا کرتے تھے، شراب و کباب کھاتے تھے، وہ وہاں سے بھاگنا شروع کرتے ہیں۔

قیامت کے دن جرم کا اعتراف

فرمایا کہ یہ کافرین قیامت میں خود اپنے لئے پچھتائیں گے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ • (پ ۱۷ر انبیاء ع ۲)

نزولِ عذاب کے وقت کہنے لگے ہائے ہماری کم بختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے۔

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْداً خٰمِدِيْنَ •

سو ان کی غل پکار رہی حتی کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہو گئی ہو۔

فرمایا کہ مجرمین عذاب کو دیکھ کر بھاگنا شروع کرتے ہیں کہ کہیں پناہ کی جگہ مل جائے جہاں جہاں پناہ کی جگہ ڈھونڈ ھتے ہیں، مگر کہیں جگہ نہیں ملتی۔

وعظ بروز جمعۃ المبارک بمقام دارالعلوم رحمانیہ لی مارکیٹ کراچی
مؤرخہ ۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۰۰ھ م ۱۴ ردسمبر ۱۹۷۹ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

خطبہ پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں جسمانی اور روحانی امراض میں مبتلا ہوں دعا کریں ہم سب کو اللہ تعالیٰ جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفا دیں۔

قرآن جسمانی وروحانی امراض کا علاج

فرمایا کہ قرآن تمام امراضِ جسمانی اور امراضِ روحانی کا معالج ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ (پ ۱۱ رس یونس ع ٦)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی جو (بُرے کاموں سے روکنے کے لئے) نصیحت ہے اور دلوں میں جو (بُرے کاموں سے) روگ ہو جاتے ہیں ان کے لئے شفا ہے۔

فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا درجہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، جو خُلّت دائمی ہے، اس کے برخلاف ہماری دوستی ایک زمانہ میں دشمنی سے تبدیل ہوسکتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی حق گوئی

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات نقل فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ ۷ رس انعام ع ۹)

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے، بیشک میں تجھ کو اور تیری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں۔

جو حق گو ہوتے ہیں وہ اپنے باپ کے سامنے بھی کہتے ہیں، ورنہ باپ کے سامنے کلمہ حق کہنا مشکل ہے، مگر کہنے والے کہہ دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۱۹ / سورۂ شعراء ع ۵)

تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین) میرے (اور تمہارے لئے) باعثِ ضرر ہیں، مگر رب العالمین۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا:

اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ (پ ۱۹ / سورۂ شعراء ع ۵)

جس نے مجھے اور اسی طرح سب کو پیدا کیا پھر وہی میری (مصلحتوں کی طرف) راہنمائی کرتا ہے۔

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝

میرا رب وہ ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝

جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو میرا رب مجھے شفا دیتے ہیں۔

مصیبت، گناہ کا اثر

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرض کی نسبت اپنی طرف کی، دلیل یہ ہے

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ (پ ۲۵ س شوریٰ ع ۴)

اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی) ہے اور بہت سی تو درگزر ہی کرتا ہے۔

سورۂ تغابن میں فرمایا:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (پ ۲۸ س تغابن ع ۲)

کوئی مصیبت بدون حکم الٰہی کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر و رضا کی) راہ دکھاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مصائب اور بیماریوں کے اسباب، انسان کے اپنے اعمال ہیں اور اعمالِ بد کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک آیت کے اندر اس بات کو واضح فرمایا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ (پ ۲۱ س روم ع ۵)

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

بعض گناہوں کی گرفت نہیں ہوتی، جن کی گرفت ہوتی ہے، اسی میں ہم پھنس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اوپر ظلم نہیں کرتے، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، ان کے اوپر عذاب بھیجتے ہیں، مگر میعاد مقرر ہے، جب وہ میعاد پوری ہو جاتی ہے فوراً

اس کا عذاب آجاتا ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٭ (پ ۱۴ر سورۂ نحل ع ۸)

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے سبب داروگیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے، لیکن ایک میعاد معیّن تک مہلت دے رہے ہیں، پھر جب ان کا وقت معیّن آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وقت پکڑنے کا ہے، جب وقت پورا ہو جاتا ہے تو پھر پکڑتے ہیں، فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اسی کی فرمانبرداری کیا کرے، ان کے احکام کو دل وجان سے سنا کرے **وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا** کہ ان کے احکام کی اطاعت کرنی چاہئے اور قرآن مجید کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ قرآن باعثِ ہدایت ہے، فرمایا لوگو سنو اور اسی کی اتباع کرو، فرمایا اس پر عمل کر کے عملی جامہ پہناؤ، جو لوگ اس پر عمل نہیں کریں گے، وہ ہمیشہ ذلیل ہوں گے۔

مؤمن صداقت کا پیکر ہو

فرمایا کہ مؤمن کو چاہئے کہ وہ صداقت کی کسوٹی ہو، صداقت کا پیکر ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ٭ (پ ۱۱ر س توبہ ع ۱۵)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو۔

اسی طرح دوسری آیت میں ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْماً• (پ ۲۲ ر س احزاب ع ۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو، اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال درست کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

اور ایک جگہ فرمایا:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا • (پ ۱ ر س بقرہ ع ۹)

اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا۔

مؤمن کی آواز اور چال

بول چال سب سنت کے مطابق ہونا چاہئے اور اپنا چال چلن سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کے مطابق ہو۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ• (پ ۲۱ ر س لقمان ع ۲)

اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر، بیشک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

فرمایا کہ جو عباد الرحمن ہیں، ان کا چلنا، ان کا پھرنا، ان کی نقل و حرکت سنت کے مطابق ہوتی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَاماً• (پ ۱۹ ر س فرقان ع ٦)

اور (حضرت) رحمن کے (خاص) بندے، وہ ہیں، جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفعِ شر کی بات کرتے ہیں۔

متکبّر اور مریل چال نہ چلنا چاہئے

فرمایا کہ نہ متکبرانہ چال چلنا اور نہ مریل چال، بلکہ درمیانہ چال اختیار کرنی چاہئے، جس طرح آیاتِ مذکورہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

بناوٹی صوفی اور بناوٹی پیر نہ بنو

بناوٹی صوفی اور بناوٹی پیر نہ بنو اور اپنے ظاہر و باطن کو ایک بناؤ، آجکل دنیا بھری پڑی ہے بناوٹی صوفیوں اور پیروں سے۔

ایسے لوگوں سے بچو، جو دنیا کو دکھانے کے لئے صوفی بنے ہوئے ہیں اور جن کی نگاہ اپنے مریدوں کی جیب کی طرف ہوتی ہے اور جو محض دنیوی غرض سے پیر بنے ہوئے ہیں، بزرگانِ دین کو ایسے پیروں نے بدنام کیا ہوا ہے۔

تکبّر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

فرعون اور قارون کے اندر تکبّر تھا، قارون کا تو یہ حال تھا کہ وہ بڑے شان سے گھر سے نکلتا تھا، ایک طرف اس کے نوکر چاکر، دوسری طرف دنیوی دولت میں سرمست تھا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۰ (پ ۲۰ /س قصص ع ۸)

(پھر ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ) وہ اپنی آرائش (اور شان سے) اپنی برادری کے سامنے نکلا۔

قارون نے اپنی دولت پر ناز کیا بلکہ اس دولت کو اپنا کمال سمجھا اور کہنے لگا:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۰ (پ ۲۰ /س قصص ع ۸)

قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ دولت دے، وہ اس دولت کو اللہ تعالیٰ کا فضل

سمجھے، اگر اس طرح کہا کہ یہ میرا کمال ہے تو یہ زبردست معصیت ہے۔

فرعون مرضِ تکبّر کا شکار تھا اور قارون عُجب کا شکار تھا۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لاَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ• جس کے دل کے اندر رائی کے دانے کے برابر تکبّر ہو، وہ جنّت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

ریا کاری کی سزا، ویل ہے

وہ نمازی جو دوسروں کو گھٹیا سمجھتا ہے، اس کے لئے ثواب کا کوئی حصہ نہیں، وہ لوگ جو نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں سست اور کاہل بن کر، ایسے نمازیوں کے لئے جہنم کا ویل ہے۔ اسی طرح جو دکھلانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ• الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ• (پ۳۰ رس الماعون) (سو اس سے ثابت ہوا) ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے، جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کردیتے ہیں) جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریا کاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔

تکبّر شیخِ کامل کی محبت وصحبت سے نکلے گی

تکبّر اس طرح نہیں نکلتا بلکہ شیخ کامل کی محبت اور صحبت سے نکلتا ہے۔ آپ نے قرآن کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے، حق باتیں بتلاتی ہے

هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ• (پ۲۵ رس جاثیہ ع۴) (یہ نامۂ اعمال) ہمارا دفتر ہے، جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک بول رہا ہے۔

اگر شیخِ کامل کی صحبت ملی، تو سب کا علاج ہوجائے گا، ورنہ علم تو آجائے گا مگر تقویٰ نہیں آئے گا، اس لئے کہ مرض کا علم اور چیز ہے اور اسکا علاج اور چیز ہے، کبر کے مرض سے نجات نہیں ملے گی، جب تک شیخِ کامل کی صحبت نہ ہو، فرعون نے ہی تو یہ کہا تھا کہ

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ • (پ ۲۵ ر س زخرف ع ۵) بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اُس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوّتِ بیانیہ بھی نہیں رکھتا۔

یہ اس وقت فرعون نے کہا جبکہ اس کی پارلیمنٹ موجود تھی، چنانچہ کہا کہ تم بتلاؤ میں بڑا ہوں یا یہ ذلیل۔ (نعوذ باللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل کہا اور اپنے آپ کو بہتر اور اشرف کہا۔ بے ایمان فرعون کا چونکہ عقیدہ تھا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی خدا اس وقت موجود نہیں ہے، سب سے بڑا اِلٰہ میں خود ہی ہوں، چنانچہ فرعون اپنے کو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا تھا کہ میں ربِّ اعلیٰ ہوں اور یہ اعلان فرعون نے برملا کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ رنج سا ہوا، فوراً اللہ تعالیٰ نے تسلّی دی۔

قَالَ يٰمُوْسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ • (پ ۹ ر س اعراف ع ۱۷)

: ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! (یہی بہت ہے کہ) میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اُس کو لو اور شکر کرو۔

ختم شدہ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ